بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

موجِ فقیر

عبد العلیم بن ابو الحسن فقیر لاہوری

تلمیذ

پروفیسر منظور احسن عباسی

شاگرد

مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رامائن و چراغ الہ دین نخواندہ ایم

از ما بجز حدیث کتاب و سنن مپرس

انا عند اللہ من خیر فقیر الفقیر خیری

موجِ فقیر

من

عبد الحلیم ابو الحسن فقیر لاہوری

تلمیذ

پروفیسر منظور احسن عباسی

شاگرد

مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ رحمہم اللہ

ناشر: رائے لطیف حسن خان ایم۔اے علیگ
۱۰۔ ٹمپل روڈ۔لاہور

قیمت :- بیس ۲۰/ روپے صرف

(شاہ ایڈ سنز پروسس پرنٹرز لاہور)

گماں برند کہ او کاسۂ تہی دارد
ہزار گنج بہ قلب فقیر افتاد است

◎

ہوں فقیر اور رند مے خانہ
اپنی دونوں سے آشنائی ہے

بعونہ تعالیٰ

فہرست کتاب "موج فقیر"

موج فقیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرِ طور لے چل

میرے عشق صادق کہیں دور لے چل — سوئے عرش لے چل، سرِ طور لے چل
میری خاک کا ذرّہ ذرہ ہے رقصاں — کسی کی محبت سے معمور لے چل
ہے پابندی این و آں اک مصیبت — جہاں پر نہ ہو کوئی دستور لے چل
ہے لیلائے ہستی پہ مستی کا عالم — مجھے دشتِ مجنوں میں مخمور لے چل

میرا جذبِ الفت ہے قابو سے باہر — سوئے قاف لے چل سوئے حور لے چل
ملائک کا مسجود مجھ کو بنا کر — سرِ عرش "نورٌ علیٰ نور" لے چل
عجب ہے یہ لاہوت کا گرچہ عالم — مگر مجھ کو اس سے کہیں دور لے چل
میں مستِ تجلی ہوں اور کچھ نہیں ہوں — فنا و بقا سے مجھے دور لے چل
میرا قصۂ عشق فانی نہیں ہے — تو مُردہ دلوں سے مجھے دور لے چل
مجھے "لی مع اللہ" حاصل ہو ورنہ — سرافیل کو خبر سوئے صور لے چل
میرے دل کی ظلمت بلا کی ہے یارب — مجھے سوئے "نورٌ علیٰ نور" لے چل
الستُ کو عہدِ "بلیٰ" ہو مبارک — وراء الورا سے مجھے دور لے چل
نہ ہو کوئی خاکی نہ ہو کوئی نوری — زمان و مکاں سے بہت دور لے چل
تنہا "آسی سٹائن" تخیل کا ہیرو — تخیل سے مجھ کو بہت دور لے چل
بظاہر ہے لاہور کوہِ "قاف" ثانی — پریشان ہوں یہاں سے کچھ دور لے چل
انا الحق کا سرِ نہاں فاش کر دوں — سرِ دار یا زیرِ سا طور لے چل
شہیدِ محبت کی تربت پہ ہدیہ — صبا عنبر و مشک و کافور لے چل

سنے بوالہوس عاشقوں کے فسانے
مجھے بوالحسن اب سوئے حور لے چل

قلم فقیر

فقیر کی معراج کا جبرائیل اس کا قلم ہے!

قلم پر ہے یقین کامل تو پھر لوح و قلم تیرے
سپہرِ چیں و کیواں پر فشاں رنگیں علم تیرے

قلم تیرا اگر ہو نغمہ زن تو سب پکار اٹھیں
نرالی ہیں تیری تانیں، ترانے زیر و بم تیرے

نفیرِ صورِ حُسن پائے تو فوراً گنگ ہو جائے
صدائے فقر تیری، زمزمہ ہائے قلم تیرے

تیری مستی کا عالم ہے اذاں لزال کی صورت
کون و حرکت و کون و فساد و پیچ و خم تیرے

تیرے اشعار سے مے خانۂ عرفاں میں پیدا ہوں
سرود و نغمہ و مضراب و ساز و جامِ جم تیرے

فقیرِ بے نوا ظاہر میں باطن میں سلیماں ہے
اگر ہُدہُد اگر آصف، ہیں سب جاہ و حشم تیرے

یہ ساری کائنات رنگ و نور و صوت و نغمہ میں
صفات و ذات کا اعلان کرتے ہیں خدام تیرے

⁂

من کی موج

فقیرِ بے نوا کی موج اک آواز رکھتی ہے
یہ موجِ بحرِ عرفاں ہے نرالا ساز رکھتی ہے

وہی مطلع وہی مقطع غزل کا اوّل و آخر
ھُوَ الاوّل ھُوَ الآخر کا یہ بھی راز رکھتی ہے

شناورِ بحرِ رحمت اور ہے غواصِ فطرت بھی
تموّج میں سرِ عرش بریں پرواز رکھتی ہے

یہ منزل دل کی ہے عرشِ الٰہی جس کو کہتے ہیں
دریچہ سب پہ اپنا یہ ہمیشہ باز رکھتی ہے

ترنم زار ہے ہر ذرّہ ذرّہ اس کی ہستی کا
صدائے ارغنوں کا سا رگِ جاں ساز رکھتی ہے

یہ من کی موج کیا ہے قدرتِ حق کا عجوبہ ہے
اگرچہ پر نہیں لیکن پرِ پرواز رکھتی ہے

مری موجِ مقدس پہ فرشتے پر فشاں دائم
اسی پر سرفرازی ہے، غرور و ناز رکھتی ہے

ہے مستی میں سُرِ منصور رقصاں اور دار اس کی
انا الحق کی صدا لے مست کن راز رکھتی ہے

میرے حسنِ تغزّل پر ہے روحِ میرؔ بھی حیران
مبارک باد دیتی ہے اور اس پر ناز رکھتی ہے

تموّج میں سوال "ربِّ ارنی" لے کے آیا ہوں
اگرچہ "نحن اقرب" پرفشاں پرواز رکھتی ہے

تیری حکمت ہے بے پایاں تہی کشکول آیا ہوں
تیری "خیراً کثیرا" کونسا اب راز رکھتی ہے

فقیر عابری کی روح پر مستی کا عالم ہے
کہ سبقت رحمتی، لا تقنطوا دمساز رکھتی ہے

یہ مجذوبِ محبت یا الٰہی عرش پر آیا
یقیناً تیری رحمت اس سے ساز و باز رکھتی ہے

ہے اعجوبہ فقیر لا ابالی بحرِ ہستی میں
عمل قرآن و سنت ہے سحر آواز رکھتی ہے

فقیرِ بے نوا کی موج ہے مَوجٌ علیٰ مَوج
زمیں سے تا بہ عرش بریں پرواز رکھتی ہے

صدا الصحرا

من بہر یک طائفہ جولاں شدم — پیش خوشحالاں و بدحالاں شدم

کس نہ نصرت کرد دریں کارِ من — کس نہ جوئندہ شُد از اسرارِ من

از زباں لبیک خود پاکے نگفت — کلمۂ توحید ناپاکے نگفت

آیۂ قرآں لاتحزن بخواں — نصرت حق مے رسد از آسماں

عرصۂ عرفاتِ دل شد بے خیام — جبل رحمت بے دعا و اژدہام

شہر مکّہ آنکہ بُد بلد الامین — طائرِ بام حرم انجا مکین

حرم مکّہ آنکہ بُد بیت الحرام — شُد تہی از گردش کاس الکرام

از حرم تبلیغ ایمانم برفت — کوئے عرفاتم ز ارکانم برفت

سعی لاحاصل ز مروہ تا صفا — عزم قربانی تہی شوق از مِنا

کاسۂ تبلیغ در دستِ فقیر

بر زبانش یا معین و یا نصیر

چند رباعیات

۱۔ دعوئے دین کنی بتکدہ ہا ساختہ
توسنِ دینِ مبین در وحل انداختہ
دیو بندی گہے کوفی و وہابی ہستی
قصرِ توحید بہ بت خانۂ تو ساختہ

۲۔ تو کہ اقرارِ بلیٰ کردہ در انداختہ
عہد پارینہ کستی و ابا ساختہ
مہبطِ رحمتِ حق نائبِ حق شد لقبت
لیک در دستِ شیاطین ہمہ را باختہ

۳۔ گوہر و سیم و زر نہ خیر ہمہ یافتہ
دولتِ دین ہمہ در دستِ زیاں باختہ
سود و بہبود کہ از غیب بہ قلبِ تو رسید
از خرمہرہ گرفتی و گوہر باختہ

۴۔ کشتِ باطل ہمہ در مزرعِ دل کاشتہ
خمر و میسر و فواحش را نگہداشتہ
خرمنِ حاصلِ اعمال چو یابی فردا
کفِ افسوس بمالی کہ چہ پنداشتہ

"حقیقت اسلام"

اللہ تعالےٰ نے جو حکیم مطلق ہے ۔ اپنی قدرت کاملہ سے "قوانین قدرت" کچھ ایسے بنائے ہیں کہ ان میں کسی قسم کی ترمیم کی گنجائش نہیں رکھیں فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ اسلام انسان کا قدرتی مذہب ہے ۔ ان قوانین کی پابندی یقیناً غیر اللہ کی پابندیوں سے آزاد کرا دیتی ہے ۔

لَا تَھِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۔

اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی

چند جرعہ ہائے حیات از خُمِ

حضرت میر ولی اللہ مرحوم مخمور ئے الست ایبٹ آباد

جرعۂ اوّل ۔ تیرہ شب کفر صبح ایماں روشن
تاریک رہِ فلسفہ قرآں روشن
باید کہ غلام شہ یثرب نہ کند
کاشانۂ دل بشمع یوناں روشن

جرعۂ دوم
الف
قرآں ہمہ در سورۂ الحمد نہاں
تفسیر ہمیں سورہ حدیث و قرآں
در قالب ایں سورہ دل و جانے ہست
ایاک دل و جاں ہم ایاک بداں

جرعۂ دوم ایں بحث طریقت و حقیقت بگزار
ایں رہ کہ تو میروی گذشتن دشوار

در راہ روی راہ شریعت بگزین
یعنی رہِ نزدیک ترین و ہموار

جزءِ سوم - حکمت ہمہ در حکمت ایماں پنہاں
ایماں بکلام شہ شاہاں پنہاں
قرآن ہمیں است کہ خوانی او را
قرآن تہِ قرآں نہ قرآں پنہاں

جزءِ چہارم اسلام و اصول دیں ز قرآں آموز
نہ از قول فلاں و فعل بہماں آموز
آمیختن فلسفہ در دیں بے جاست
حکمت ز نبی و حکم یزداں آموز

جزءِ پنجم ہر قول نبی در ثمیں است اے دل
اسلام ہمیں است و ہمیں است اے دل
گر جیب توزیں لولوے لالاست تہی
لغو است گرت دعوے دیں است اے دل

جزءِ ششم در بند کسے مباش کہ اسلام این است
آزاد بود ہر آنکہ مردِ دین است
ہر بندۂ غیر اللہ بود عاید غیر
ایں قول غلط بترز ظاہر بیں است

جزءِ ہفتم غم مخور زانکہ کسے راست زر و قوت و جاہ
باتی اے خدائے تو قوی طرز خدا مان کسے
اِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى

جزعۂ ہشتم اقوال نبی بعد کتاب جہت ما
اصحاب نبی بعد نبی نور خدا
واں باقی بدعت کہ بدیں راہ بیافت
بالست کہ از لوح بشوئی ہمہ را

فتحاً مبیناً

یا

اسلام کا بنیادی قدم

(فصیلاں)

مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کی تعداد خاصی ہو گئی تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارادہ عمرہ صحابۂ کرام کی امارت میں مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ جب مقام حدیبیہ پہنچے تو کفار مکہ نے روک دیئے کہ ہم مکہ نہیں جانے دیں گے گفتگو فریقین میں جاری تھی کسی نے یہ خبر اڑا دی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ میں شہید کر دئے گئے۔ اس پر محمد رسول اللہ ایک ببول (مغیلاں) سے پشت مبارک لگا کر بدست شمشیر کھڑے ہو گئے کہ آؤ میرے ہاتھ پر کون مرن بیعت کرتا ہے۔ خبر غلط ثابت ہوئی مکہ والے صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے معاہدہ لکھا گیا جس میں یہ شرائط طے ہوئیں۔ کہ اس وقت مدینہ والے واپس لوٹ جائیں اور آئیندہ اگلے سال حج کے لئے آ سکتے ہیں لیکن مسلح ہو کر نہ آئیں اور اس ضمن میں اگر کوئی مکہ والا مسلمان ہو گیا تو ہم اسے مدینہ والوں کے حوالہ نہیں کریں گے اور اگر کوئی مسلم مکہ میں آ گیا تو اسے بھی واپس نہ ہونے دیں گے وغیرہ چنانچہ معاہدہ لکھا گیا۔ اور کفار کے پیش کیا اس میں لکھا تھا:۔
من محمدٍ رسول اللہ یہ دیکھ کر کفار مکہ نے قبول نہیں کیا کہا کہ اگر ہم کو محمد رسول مان لیتے تو جھگڑا ختم تھا پس لفظ رسول کاٹ دیا جائے ہم نہیں

ملنتے اس پر حضرت محمد صلعم مان گئے فرمایا کہ من محمد عبداللہ لکھ دیا جائے کیونکہ میں ابن عبداللہ بھی تو ہوں چنانچہ لفظ "رسول" کاٹ دینے کا حضرت علیؓ کو حکم دیا۔ انہوں نے نہ مانو تو فرمایا کہ علی! لفظ رسول پر انگلی رکھ دو میں خود کاٹ دیتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور معاہدہ طے پایا۔ ابھی معاہدہ طے نہیں ہوا تھا اور نامکمل تھا کہ ابن جندل مسلمان حکم والوں کی قید سے مکہ سے فرار ہو کر حاضر ہو گیا مگر محمد صلعم نے اسے سمجھایا اور حکم دیا کہ جاؤ قیدی بنے رہو اور صبر کرو چنانچہ اس نے مکہ رسول کی اطاعت کی اور واپس جا کر مکہ میں قیدی بن گیا۔

حکمت فتح مبین

جسے صحابہ کرام بھی نہ سمجھ سکے کفار مکہ تو سرے سے مسلمانوں کی جماعت ہی تسلیم نہیں کرتے تھے چنانچہ معاہدہ میں جماعت تو تسلیم کر لی گئی پس رفتہ رفتہ فتح مکہ کی کامیابی اسلام کو نصیب ہوئی جب مغلوب ہو کر ڈرتے ہوئے محمد رسول صلعم کے سوال پر کہ آج تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے تو کفار مکہ نے جواب دیا کہ جو سلوک حضرت یوسف علیہ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور فرمایا۔

نوٹ: درخت مغیلاں وہی تھا کہ عمر فاروق کی امارت میں جب جماعت حج کے لئے حدیبیہ پہنچی تو لوگ باری باری اسی درخت ببول سے پشت لگا کر سنت ادا کرنے لگے مگر جب امیر الحرمین عمر فاروق کو حقیقت معلوم ہوئی تو اس درخت کو تن و بیخ سے اکھڑوا کر وہ گڑھا بھی قطعاً محو اور بے نشان کر دیا کہ آئندہ چل کر یہ درخت بھی کہیں امت کے لئے شرک کا پیش خیمہ نہ بن جائے جس طرح "ود سواع یعوق وغیرہ صالح لوگوں کے بت بن گئے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ وَلَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ - ہتھیار اتار دو جو ابو سفیانؓ کے گھر میں پناہ لے گا اسے تعرض نہیں کیا جائے گا وغیرہ۔ فتح مکہ کے وقت ایک صحابی کی زبان سے نکلا اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَلْحَمَۃِ یعنی آج خوب قتل ہوگا رسول اللہ صلعم نے یہ سن کر فرمایا۔

اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ ، اَلْیَوْمَ یَوْمُ الْمَرْحَمَۃِ کیونکہ میں نبی رحمت ہوں ۔ یہ ہے حقیقت

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا کی فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَاب :-

حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل ڈر کے مارے فرار ہو گئے اور سمندر پار کرنے کے لئے کشتی میں سوار ہوئے۔ کشتی بان نے کہا کہ وہ آدمی سوار ہو جو سمندر میں صرف اللہ وحدہ لاشریک کو پکارے کیونکہ اس کے علاوہ سمندر کے بھنور سے بچانے والا کوئی نہیں۔ حضرت عکرمہ کو مسئلے کی سمجھ آگئی کشتی سے اتر آئے اور ارادہ کر لیا کہ یہ عقیدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ظاہر کرتا ہے جس کا تقاضا کشتی بان سمندر میں کر رہا ہے۔

اتنی ہوئی کہ امّ حکیم حضرت عکرمہ کی بیوی اپنے خاوند کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ لیکر ساحل سمندر پر آپہنچی حضرت عکرمہؓ کو یقین دلایا کہ حضورؐ آپ کو پناہ دینے اور کرنے کے لئے تیار ہیں۔

چنانچہ ام حکیم کے ساتھ آئے اور آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے آمد سے پہلے آنحضرت نے صحابہ کرام سے کہہ رکھا تھا کہ عکرمہ کے باپ کو سامنے برائی سے یاد نہ کرنا تاکہ وہ رسوا نہ ہو۔

اسلام کا پہلا عظیم اقدام

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمہ کذاب نے دعوئے نبوت

نوٹ: کعبتہ اللہ کی چابیاں بھی سابقہ شخص کو بخشش دیں جو کہ قیامت تک اُس کے پاس رہیں گی۔

کا سر اٹھایا خلیفۂ اوّل صدیق اکبرؓ نے اس کی سرکوبی کے لئے خالد بن ولید کو بھیجا چنانچہ اس کے لوگوں نے سخت مقابلہ کیا آخر کار وہ بذات خود قابو میں آیا اور قتل کر دیا گیا اور اس کی بیوہ سے خالد نے نکاح کر لیا اور مسلہ کی جماعت بھی مطیع اور مسلمان ہو گئی۔

ابو بکر صدّیقؓ کا اسلام میں دوسرا اقدام عظیم

رسول اللہ صلعم کی رحلت پر منافقین نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا کہ ہم باقی چار ارکان ادا کرتے رہیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے چنانچہ ان کی سرکوبی بھی کی گئی اور زکوٰۃ وصول کر لی گئی۔ امیر المومنین ابو بکر کے یہ دونو عظیم کارنامے یادگار رہیں گے۔

حقیقت جنت

لَا تَہِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَانتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِن کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ۔ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا:۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الخ

مومن کی زندگی دنیوی بھی امن و راحت سے گزرتی ہے۔

عاقبت پر نہیں موقوف جزائے اعمال — زندگی خود ہی جزا و سزا دیتی ہے
عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ الخ جو جزا اور سزا کے دن کا مالک ہے یعنی جس نے ہر کام کے لئے بدلہ اور ہر بات کے لئے نتیجہ ٹھہرا رکھا ہے۔

قرآنِ حکیم میں لفظ جنتان استعمال ہوا ہے یعنی دُنیوی اور آخروی زندگی مومن کی جنتی ہو گی۔ جنت کی لمبائی حدود حساب سے باہر ہے اور وقت

صبح کا سہانا ہوگا۔ ہر نعمت بافراط موجود ہوگی مکان نفیس اور لباس ریشمی دبیز اور باریک اور جنتی تختوں پر بے فکر آرام سے بیٹھے ہوں گے۔ اَنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی وَلَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی الخ کا منظر ہوگا اور ہر جنتی کو ستر حوریں نہایت حسین اور نیک خو عطا ہونگی یہ اپنی بیوی کے علاوہ ستر ملیں گی۔ خدمت گار خوبصورت لڑکے حاضر رہیں گے کاَنَّھُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ ہوں گے نہریں کوثر و تسنیم پر ان لبریز اور رواں رہے گی شراب طہور پلائی جائے گی پیاسے اور آبخورے ستاروں کی مانند جگمگایں گے پھل میوے ہر قسم کے تازہ بتازہ وافر موجود ہوں گے۔ ہر چیز دَمَا تَشْتَھِیْ اَنْفُسُھُمْ ملے گی جیسے کہ کوئی جنتی اڑتا پرند دیکھ کر خواہشمند ہوگا کہ اس کا گوشت کھاؤں تو اسی طیور کے کباب بھنے ہوئے اس کے سامنے فوراً موجود ہوں گے۔ سیر دریا کے لئے بجرے ہر آن موجود پائے جائیں گے۔ موتی ہونگے اور ہیرے دریاؤں سے نکل پڑیں گے۔ فِیْھِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِھَۃٍ زَوْجٰنِ۔ یعنی قسم قسم کے وَجَنَی الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ الخ فِیْھِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْھُنَّ اِنْسٌ قَبْلَھُمْ وَلَا جَآنٌّ کَاَنَّھُنَّ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ وَمِنْ دُوْنِھِمَا جَنَّتٰنِ مُدْھَآمَّتٰنِ فِیْھِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ۔ یہ جملہ اللہ تعالیٰ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کی حضوری سے مہیا ہوں گی سازلیس کہ حور کی ایک انگلی بھی اہل دنیا کے سامنے ظاہر ہو جائے تو وہ تاب نظارہ نہ لاکر بے ہوش رہ جائیں۔

حقیقت جہنم

جہنم ایک چٹیل میدان ہے جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے تو اس میں ایک خاردار یا زہریلا مواد ہو جاتا ہے یا سانپ بچھو وغیرہ یا پیپ یا اور خطرناک چیزیں

اس بد عملی کے تناسب سے پیدا ہوتی رہتی ہیں گناہ آگ کے انگاروں کی شکل اختیار کرتے رہتے ہیں۔

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ حدیث خلد د الجنۃ والنار سے دوام ہمیشگی مراد مدت مدید ہے نہ کہ دوام نہ ختم ہونے والا ہے۔ چنانچہ ایک وقت آئے گا کہ جہنم سوکھی کھال کی طرح کھنکھناتا رہ جائے گا یعنی بالکل خالی ہو جائے گا شیطان تو انسان کا دشمن روز ازل ہی سے ہے ورنہ انسان تو اللہ تعالیٰ نے فی احسن تقویم میں پیدا کیا ہے اسی لئے مسجود ملائکہ بنایا گیا اور ملائکہ نے اسے اللہ کے حکم سے سجدہ تعظیمی فوراً کیا اِلَّا اِبْلِیس جب اللہ تعالیٰ نے اس سے جواب طلب کیا تو کہنے لگا۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ اس لئے کہ مٹی حقیر اور پست ہے اور آگ لطیف اور ارفع ہے فرمایا دربار سے نکل جا پھر اور بھی حجتیں کیں اور ہمیشہ دشمنی جاری رکھنے کا دعویٰ کیا۔

سعید لوگ بچے رہیں گے اور شقی اس کے چکموں میں گھر سے رہیں گے اور یہ شعر فخریہ پڑھیں گے۔

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

مگر خوف اور حزن میں مبتلا رہیں۔ خوف موت، خوف قبر، خوف حشر ہراس جہنم اور حزن مال و اولاد وغیرہ

اے سدرہ نشیں چراست میل پستی | بیہ خود و خبر گرنہ ز پستی بستی
خود را تو مگو حرف مگیر کہ تو ئی | سر نامہ و عنوان کہ کتاب ہستی

اے آنکہ شب و روز بفکر سودی — روزے تو ہماں شوی کہ روزے بودی
با معجزہ تغیرہ مکن اے ناداں — ہشدار کہ تو دیو طلسمی دودی
یعنی منی کے ایک جرثومہ سے دیو ہیکل انسان بن گیا۔

اے مرد خدا ز خواب غفلت برخیز — از دیدۂ خود اشک ندامت می ریز
از شکوہ تو گو نہ پیغمبر حیراں — از ترتیع شیاطین سوئے حق بگریز

زاری چہ کنی بکار نیاید زاری — برخیز و خودت را برہاں ایں خواری
اے مرد خدا ز مکر فرعون چہ غم — در دست اگر عصائے موسیٰ داری

آں طرزِ حکومت کہ پیغمبر آموخت — آں جامہ کہ بر قامت ایام بدوخت
از دستِ یزید شد گریبانش چاک — امروز ببیں زمانہ آتش پاک بسوخت

اے طائرِ دل عاشق بند قفسی — دانم کہ بمعراج نرفتہ ترسی
گر بال دیر ہست بکن پروازے — اے تیرہ دروں حیف کہ کم از مگسی

اے بلبل دماں بستۂ بیمار نئی — اے نائب حق بندہ اغیار نئی
حاشا نشوی طعمۂ دندان سگے — اے شیر خدا تو خورِ مردار نئی

قربان برہِ کفر بسازی جاں را — زشت است کہ معبود بسازی ناں را
کاشانہ دل منزل رب عرش است — حیف است کہ بت خانہ بسازی آں را

اے مرد خدا بندۂ رب الناسی — تا چند ازیں وسوسۂ خناسی
حیف است کہ افسوں بخوردہ ہمچو توئی — داری ید بیضائے مگر نشناسی

بر بزم جہاں خوار دنگو نسازہ مباش — مصروف بکارے شو بیکار مباش
گر مردے بدریوزہ مرو بر در کس — گر زندہ بردوش کساں بار مباش

بت ہائے نہاں بسومنات دل تو — عزیٰ رہِ تو لات و منات دلِ تو
یک قطرۂ خون است دلت اے ناداں — دنیا است نہاں کائنات دل تو

زاں پیش کہ بیچارہ شوی در تہِ گور — میکوش کہ در دہر برانگیزی شور

زاں بعد کہ اعضائے تو از ہم ریزند — ایں نفس شریعت چہ سلمان چہ مور

یا دعوائے اسلام نگونساری چیست — یا ایں سر و ساماں نگونساری چیست

اے آنکہ توئی باعث تکوین جہاں — ایں زشتی وایں لیتی واین خواری چیست

اے قلب ضعیف تو مقامِ یزداں — بر نفخۂ پاکت دم عیسیٰ قربان

بالائے بلند تو چو طور موسیٰ — در بستئ تو وادئ ایمن پنہاں

اے مرد خدا از خواب غفلت برخیز — از دیدۂ خود اشک ندامت مے ریز

از جور تو اسلام بعزیا دو فغاں — از شکوۂ تو گور پیمبر لبریز

اے بے خرد از زاریٔ مظلوم بترس — اے پشت بحق دوائے لعدم بیداری

اے رحمت تو پشت پناہ ہمہ کس — واے رافت تو مشکل راہِ ہمہ کس

بر حال ہمہ نامہ سیاہ لطفے کن — اے چارہ گر کارِ تباہِ ہمہ کس

"تاریخ تجدید دین اسلام "تمہید نور آئینہ"

نمیتہ البیانِ کانّہما لؤلؤ والمرجان والروح لا ارتخدمتہ الا دیانِ من بعد تقابلِ الادیانِ ۔ مصدقتہ الاعیان فی الارض الدہقان من قلم الفقیر ابوالحسنات تلمیذ الرحمان من زمرۃ الدہقان علّمہ البیان لینتشر تعلیم القرآن فی زمرۃ الانسان لیعبدون الرحمٰن ویقرؤن القرآن و یحفظون الایمان ویتمرزون العفریت والشیطان ویحفظون من لاوثان ذالک تمہید والمقدمتہ فی طرفۃ العینان بفضل الرحمان خالق الکون والمکان رب السماوات والارض ورب الجن والانسان یتصحّون فی البدر من الملائکتہ المردفون

ای یوم الفرقان ینصر اللہ لیحق الحق ویبطل الباطل فی ایمن الناس فی المیدان لیسفر الحق و الباطل الی الکفر والایمان یعنون الطیبین و التمیز والرحمان الی نفخ وفی الاول فی الصور اسرافیل بحکم رب الرحمان علی الاعلان یصعقون کل ذی حیات علی لدن اللہم اغفر لحینا ومیتنا یاغفار الرحمان وثبت اقدامنا علی الایمان

ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے ۔ اللہ عزت وجل بیعث لہذہ الامت علی راس کل ماۃ من تجدد دینھا بعض ضروری تعدیل واصلاح کرتے رہیں گے ۔ چنانچہ حضرت شیخ احمد سرہندی پورے ایک ہزار سال بعد پیدا ہوئے ۔ اور کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ احیائے دین کی حفاظت متعدد حضرات کے ذریعہ سے کرائی گئی ۔ انا نحن نزل القرآن وانا لہ لحافظون ۔

چنانچہ قرن اوّل میں صحابہ کرامؓ نے اور دورِ ملوکیت میں عمر بن عبد العزیزؒ نے ملوکیت کے خلافت میں بدل دیا کبھی خلفا اور فقہا آئے تو ادھر امام غزالی اور رازی جیسے بزرگ پیدا ہوئے ۔ ابونصر فارابی وغیرہ نے علوم شریعت کی برتری ثابت کی اور فلسفہ کی بے مائگی ظاہر کر دی پھر شراقیت اور ہندی و یدانت کا چرچا ہوا تو رومی سنائی علمائے صاحب دل صوفی م از شیخ عبد القادر جیلانی خواجہ معین الدین اجمیری اور شہاب الدین سہروردی کے ذریعہ سے جوگیوں اور سادھوں کی تلبیس کا پردہ اپنی قوت ایمانی سے چاک کیا اور دین حق کو سربلند کیا ۔ پھر جب تصوف اسلامی میں غلو کیا جانے لگا اور جاہل صوفی اسلام کی تعریف کرنے لگا تو حق تعالیٰ نے امام دین تیمیہؒ ابن قیم ، نظام الدین اولیاء اور حضرت

مجدد الف ثانی اور شاہ کلیم اللہ دہلوی اور شاہ ولی اللہ محدث کے ذریعہ
طریقت کے تمام شعبوں کی تجدید کرائی پھران کے متبعین احمد شہید جیسے
مسیحا پیدا کر دیے جنہوں نے اسلام کی پژمردگی اور بے حسی دور کر دی
اور صحابہ کرام کے عہد کی یاد پھر تازہ کر دی الغرض جس قسم کے کام کی ضرورت
تھی حق تعالیٰ نے اسی قسم کا کام اپنے بندوں کے سپرد کر دیا۔

حکمت

دور اوّل میں دلائل کے ساتھ نہیں تلوار کا زور دکھایا جاتا تھا۔
پھر فلسفہ کا دور آیا اس دور میں مسلمانوں نے ان کے علوم سیکھ کر ان کو شکست
دی پھر میکالوجی مسمریزم کا دور آیا تو امت نے اسی حربہ سے اسے باطل
کر دیا۔

اسلامی تصوف سے مقابلہ کیا گیا۔ پھر مغربی علوم اور سائنس میں بھی پیچھے
نہ رہے۔ دارالعلوم جامعہ ازہر جامعہ ملیہ جامعہ علی گڑھ دیوبند مدارس جامعہ
اشرفیہ وغیرہ تعمیر کر اکر دور اول بغداد و قرطبہ کی یاد دوبارہ تازہ کر دی۔
خدا کی زمین پر خدا کے بندوں میں علوم و فنون کی روشنی پھیلائی دین حق
اسلام کی تعلیم عام کر دی۔ ادھر عملاً دعوت دین حق اسلام بھی عام کر دی۔
چنانچہ حضرت مولانا محمد الیاس رحمتہ دہلوی نے ارمغان کرام یا دعوت دین اسلام
عملاً محض برصغیر میں نہیں بلکہ تمام دنیا میں جاری کر دیا روئے زمین کے بسنے والے
تمام انسانوں کو صحیح اسلامی تعلیم سے روشناس کر دیا اور کوئی دنیا کا کوئی ملک
ایسا نہیں جہاں تبلیغی جماعتیں نہ پہنچی ہوں مرکز رائے ونڈ پاکستان میں
ہے اور دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔
اس طریق دعوت دین اسلام کا طریق کار مختصر اً مندرجہ ذیل چھ اصول

مقرر ہیں جو خلاصہ اسلام ہیں علم سے زیادہ عمل سے زیادہ متعلق ہے۔
ادعوا الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنیٰ اوّل ایمان و ایقان جو کلمہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوم۔ نماز کا تاکید تراہ سوم۔ علم و ذکر چہارم۔ اکرام مسلم پنجم۔ اخلاص یا تصحیح سنت ششم۔ تبلیغ دین بطرز دور اول علمی لسانی و قدمی۔

ہندوستان میں جب ہندو مسلمانوں میں پھوٹ پڑ گئی تو شردھا نند نے شدھی کی تحریک میوات میں جاری کی یعنی انجان اور جاہل مسلمانوں ملکانوں کو بہکا کر ہندو مذہب میں لوٹانا بقول ان کے شدھ کرنا (اصلاح شدہ) یعنی مرتد کرنا شروع کیا تو مسلمانوں کے سر طبقہ کے علمائے کرام جماعتی حیثیت سے وہاں اس فتنہ کو دبانے پہنچے اور مولانا الیاس بھی گئے خاصی کامیابی ہوئی دوسری مبلغ جماعتیں واپس لوٹ گئیں مگر مولانا موصوف میوات میں کام کرتے ہی رہے محض مدارس دینی کی تعلیم کو ناکافی سمجھا اور تبلیغ دین کا عملی کام جاری رکھا۔

پھر حج کرنے گئے مدینہ میں کافی قیام کیا غیبی اشارہ ہوا کہ تم نے ہندوستان میں بہت بڑا کام کرنا ہے واپس آکر مقام نوح قصبہ میں علماء کو دعوت دی جلسہ کیا چنانچہ پہلی جماعت تبلیغی نوح سے نکالی نہایت خوش ہوئے۔ پھولے نہ سماتے تھے علمائے کرام کو باہر نکل کر جماعتی حیثیت سے دعوت دین دینے پہ زور دیا اس کار خیر کی برکت کونپل کی طرح ترقی پذیر ہوئی۔ ملک تقسیم ہوا تو پاکستان میں کراچی مرکز بنایا اور دہلی بستی نظام الدین مسجد بھلا والی ابتک مرکز تبلیغ ہے اور ممالک غیر میں یہ کار خیر روز افزوں ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ

چند ملفوظات بانئ تبلیغ مولنا محمد الیاسؒ

ان تاریخ، نام الیاس اختر ۱۳۰۳ھ ہے

۱۔ کسی کو بُرا مت کہو۔
۲۔ ہر طبقہ کے مسلمان کی عزت کرو۔
۳۔ اختلاف نہ کرو۔
۴۔ چھوٹوں کی عزت بڑوں کا ادب کرو۔
۵۔ بیوی کی خوبیوں پر نظر رکھو خطا معاف کرتے رہو۔
۶۔ ہر بات اور ہر کام میں اخلاص سے کام لو۔
۷۔ لوگوں کی خطائیں بخشتے رہو۔
۸۔ دشمن کا جواب بھلائی سے دیتے رہو۔ انتقام نہ لو خطا بخش دو۔
۹۔ لایعنی عمل سے بچو
۱۰ اتباع رسول کرو۔
۱۱۔ ریا اور نمود سے بچو۔
۱۲۔ مخلص مومن بنو۔
۱۳۔ کے مجسمہ بنے رہو۔
۱۴۔ برکت حکیم الدین کتاب اللہ و سنتی کو ہر دم خیر زمان بناؤ۔
۱۵۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا الخ ۔

تا حیات کھلا ہی رہتا ہے۔

خدائے غفور

تو بہانہ مے طلبید بہانے طلبید

اور قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ اور سبقت رحمتی علی غضبی۔ جیسے کتنے عظیم وعدے موجود ہیں۔

تاہم

قانونِ الٰہی اٹل ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ یہاں اتنا ہی کافی ہے، آگے کسی مقام پر اسی کتاب میں تفصیل کی کوشش کی جائے گی۔ اللھم اھدنا الصراط المستقیم دائماً و اغفرلنا ذنوبنا۔ آمین۔

من کی موج یا "موج فقیر" کا ایک اچھوتا اور عجیب اور نادر الہام فالھمھا فجورھا وتقوٰھا

اُخروی زندگی

اور اس کی نعائم نہایت الذہوں گی یا مکروہ ترین۔ اس کی دلیل اور ثبوت (پروف) خود انسانی دنیوی زندگی کے اندر موجود ہے۔ قرآن حکیم ناطق ہے وفی انفسکم افلا تبصرون۔ انسان کی روح بحالت خواب (نیند) کسی دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے جو کہ عالم ناسوت (مادی) سے مختلف ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ جب تم سو جاتے ہو تو تمہاری روحیں میں اپنے پاس بلا لیتا ہوں اور پھر واپس بھیج دیتا ہوں تو تم جاگ اٹھتے ہو، لیکن بعض کی واپس نہیں لوٹاتا۔

نیند کے عالم میں انسان جو خوابیں دیکھتا ہے ان کی کیفیت عالم بیداری میں دیکھی یا محسوس ہونے والی حالت سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ دل کو اچھی لگنے والی چیزیں نہایت لذیذ اور ناگوار چیزوں کی کیفیت نہایت مکروہ اور خوفناک اور تکلیف دہ ہوتی ہے۔ چنانچہ جاگنے کے بعد بھی کچھ وقت یا مدت تک اس کیفیت کو دیکھنے والا نہیں بھولتا۔ ایسی کیفیات ہر انسان پر کم و بیش گزرتی رہتی ہیں۔ مثلاً مرد اگر خواب میں کسی عورت سے (محرم نامحرم) ملاعبت کرتا ہے (اسی طرح عورت) تو یہ کیفیت عالم بیداری کی کیفیت سے لذیذ تر اور الطف ہوتی ہے۔

انسان جب جاگتا ہے اور خصوصاً رات یا سحر کے وقت اس وقت معاً جو مضمون نظم یا نثر مترنم سنتا ہے وہ کیف آور ہوتا ہے بہ نسبت اور وقتوں اور حالتوں کے۔ اسی لئے قرآن میں ہے: وان قرآن الفجر کان مشھوداً۔

یہاں ایک سچا واقعہ یاد آیا۔ موضع آنڈلو ضلع لودھیانہ میں ایک لڑکا صبح خیز یا علی الصبح درویشانہ صدا نظم میں کرتا پھر رہا تھا۔ راجپوتوں کا گاؤں تھا، چنانچہ ایک مکان کی ڈیوڑھی پر بھی نظم پڑھ کر صدا کی۔ ایک نوجوان کنواری لڑکی کو وہ آواز ایسی بھائی کہ اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئی۔ اور لیلیٰ وار اس مجنوں سے بلا پس و پیش لپٹ گئی اور اس پر پوری زندگی فریفتہ رہی، پھر نا معلوم کیا حشر ہوا ؎

دعوئ عشق کنی ترک نسب کن جامی

پر صحیح طور پر عمل کر کے دکھایا ؎ کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

تیرے عشق نچایا مینوں تھیا تھیا

فرزند و زن و خانماں را چہ کنم ——— پر عمل کیا

اگر قلب صافی ہے تو ہر آن یہی اثر ہوتا ہے ثابت ہوا کہ جس قدر حسیات فارغ اور تخلیہ پذیر ہوں گی اسی قدر یہ اچھی اور لذیذ روح حالت

حاصل ہو گی۔ اسی لئے ہے ؎

چشم بند و لب بند و گوش بند　　نور حق بینی نہ گر بر من نخند

اور اسی لئے آیا ہے کہ والذین ھم لفروجھم حافظون الا علیٰ ازواجھم اولٰئک فی جنات مکرمون (ای فی جنت الدنیا) اور اسی لئے ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

غیر مسلموں اور مسلموں نے ترک علائق اور رہبانیت اسی حالت کے حصول کے لئے اختیار کی جو۔ غلط ہے ایک ہیراک اگر دریا کے کنارے پر اپنی جان بچا کر بیٹھ جائے تو وہ بزدل بلکہ مجرم ہو گا اور کنجر بخیل (خسیس) کیونکہ اس نے خداداد قویٰ کو حسب موقع استعمال نہیں کیا جس طرح ایک مسلح سپاہی نے ظالموں، قزاقوں، بجروں، قوم و وطن کے دشمنوں سمگلروں اور بدمعاشوں کے رد کرنے یا مقابلہ میں استعمال کرنے سے گریز کیا۔ کیا حکومت وقت اس پر مقدمہ چلا کر یا کورٹ مارشل کے بعد سزا نہ دے گی جو کہ شوٹ یا پھانسی یا قتل تک بھی بقدر جرم ہو سکتی ہے۔

کیا اس کا عذر مسموع ہو سکے گا کہ میں نے صرف اپنے تئیں محفوظ رکھا تبیّنوا و لا تعاجزوا افلیات یا زھرۃ الانسان۔

ذرا من کے موجی فقیر کے اس انسانی فرض کے فتوے پر غور فرما کر ازمانی نسل کی رہنمائی فرما کر خود اپنا فرض انسانی کیسے ادا کیا جائے قبل اس کے کہ اصل دربار احکم الحاکمین میں اس کا جواب طلب کیا جائے اور پوچھا جائے کہ:

بایّ ذنب لا تجیبون بھا کذا الفتاوی رنج

الدُّنْيَا لِعِبَادِنَا الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ كَمَا وَكَيْفَ يُعَاشِرُونَ فِي الحیوۃ الدُّنیا اور کف افسوس مل کر یہ نہ کہنا پڑے کہ هَيْهَاتَ بِمَا فَعَلْنَا وَتَرَكْنَا فَرَائِضَنَا الَّذِينَ كُنَّا نَحْنُ مُكَلَّفِين -

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بنام اوکہ او نامے ندارد — بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اُعرف

کان عرشہٗ علی الماءِ۔ پانی سے مراد رحمت الٰہی ہے یعنی اس بنام ذات کا وجود سرتاسر رحمت ہے "الخیر ہی الخیر ہے" انسان اپنے لئے خیر و شر بھلائی اور بُرائی جزا اور سزا کا خود خالق ہے۔ واللہ اعلمکم وما عملکم۔ اللہ تعالےٰ خالق خیر و شر ہے۔ مگر نتیجہ اعمال خود انسان کے تصرف سے نکلتا رہتا ہے۔ انسان نہ کلی مختار ہے اور نہ کلی مجبور۔ جزئیات میں مختار ہے۔ قرآن میں جہاں آیا ہے کہ واتقو اللہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاداشِ عمل میں سزا ملنے سے ڈرتے رہو۔ ورنہ الخیر اور الرحمان ذات سے ڈرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جہاں آیا ہے واللہ شدید العقاب۔ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ یا ذو انتقام یہ محض محاورے کی بات ہے۔ یعنی کہ جرائم پیشہ نہ بنو۔ حکومت سے ڈرو۔ مطلب یہ کہ اس کے قانون کی زد میں نہ آجانا۔ ورنہ اس کی عدالت کی صفت حرکت میں آجائے گی۔

انسانی بولی میں مطلب سمجھاتا ہے ورنہ ید اللہ ووجہہ اللہ ویحذرکم اللہ بنفسہٖ کے حقیقی معنی مراد نہیں ہیں۔ ورنہ پھر حدیث الخلق عیال اللہ کے کیا معنی لیں گے۔ ابن اللہ کا حقیقی معنا لے کر مسیحی امت نے اپنے اوپر صریح شرک کا دروازہ کھول ہی لیا۔ اسی طرح دوسرے مذاہب نے بھی اللہ کا انسان میں حلول کرنا بس بعینہٖ اسی طرح اپنا عقیدہ بنیادی بنالیا۔ وہ کہتے ہیں کہ رام چندر جی اور کرشن جی اللہ کے اوتار تھے۔ یعنی ان کی ذات میں اللہ کی ذات حلول کرگئی تھی۔ جس طرح پانی میں چینی گھل مل جاتی ہے۔ اسی رَو میں مسلمان صوفیاء کا ایک فرقہ بھی بہہ گیا پکار اُٹھا "منصور کے پردے میں خدا بول رہا ہے"

دین صرف ایک ہی ہے جس کی اصل "نیک عملی اور خدا پرستی ہے" باقی اس کی وضاحت ہے۔ البتہ مذاہب بہت سے ہیں۔ کان الناس امت واحدۃ الخ اور دین فطرت پر ہی تھمی کیوں کہ فطرۃ اللہ اللتی فطر الناس علیھا دین ابراھیم حنیفا دینا قیماً کان ابراھیم مسلماً۔ وھو سماکم المسلمون مشہور حدیث ہے لقد کان لکم اسوۃ حسنۃ فی رسول اللہ اور حدیث خیر القرون قرنی ثم الذین یلونکم ثم الذین یلونکم الخ خلافت راشدہ کے بعد امت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بٹ گئی اور کل حزب بما لدیھم فرحون پر قانع ہو گئی۔

بِکُلِّ داءٍ دواءٌ کے اصول پر ایسے حالات ناگوار اور غیر فطری کا علاج اور حل بھی بتا دیا گیا کہ پھر سے از سر نو اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم اسلام دینا کھول کر بتا یا جائے وہ اس طرح کہ جو حدیث ہے مفہوم یہ کہ اس اُمت کی اصلاح اسی طریق سے ہو سکے گی جس طرح سے کہ دورِ اوّل میں ہوئی تھی اس دور میں جو طریق اصلاح برتے جائیں گے وہ تاسیس نہیں کہلائے گی بلکہ تجدید ہو گی۔ تاسیس کہتے ہیں کوئی نئی عمارت تعمیر کرنا جس طرح مسجد قبا کی نسبت قرآن آیا ہے۔ مسجد اُسِّسَ علی التقوی ی۔ تجدید کہتے ہیں اصلاح حال اور درست حال میں کسی چیز کا کر دینا جس طرح مستری انجنیئر کسی موٹر گاڑی یا موٹر سائیکل یا سائیکل وغیرہ کو اور ہال کر دیا کرتے ہیں۔ امت کی کل کے انجنیئر مجدد الدین عہد ہوتے ہیں۔ جس طرح من جملہ حضرت مولانا الخضر الیاس تھے۔

تشتت اور تفرق کا علاج واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ہے اور ہر فرقہ انصاف اور رواداری سے ایک دوسرے کے نزدیک آجانے کی کوشش کر کے فروعی اختلافات کو خیر باد کہہ دے اور تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم پر صدق دل سے عمل کرے ویسے بہتر فرقوں والی حدیث موضوع ہے۔

ذکر بہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ ۔ چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

اسی طرح عُلماء اُمتی کا نبیاء بنی اسرائیل بھی موضوع حدیث ہے۔ اسی طرح اور بھی

اقوال مطلب اور معنا کے لحاظ سے درست ہیں۔ دیکھئے موضوعات امام سوکانی وغیرہ جن کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

اصحابی کالنجوم آہ صحیح ہے۔ جب تک امت کا یہ حال رہا مفاسد سے محفوظ رہی رہیں جب اجتہاد کا دروازہ کھلا اور حدیث سے بے اعتنائی شروع ہوئی تو برکت عمل جاتی رہی۔ اختلاف در اختلاف تفرق در تفرق النحل یا النحل کا عمل پورا ہو کر رہا۔ سنت رسول کی اہمیت نہ رہی۔ ان کی جگہ اقوال مجتہدین نے لے لی۔ الا ماشاء اللہ ویسے اصولاً تفقہ اور اجتہاد استنباط مسائل کے بغیر چارہ کار نہیں۔ خود خلفائے راشدین نے اجتہاد کیا۔ مگر اس میں غلو نہیں کیا۔ بس یہیں سے ٹھوکر لگتی ہے جب کہ افراط یا تفریط کی رسہ کشی اور تنازعے شروع ہو جاتے ہیں اور عدل، توسط اور صراط مستقیم کو خیرباد کہہ دیا جاتا ہے جو کہ ایک اہل الاصول اسلام ہے۔

وکذالک جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء للناس ویکون الرسول علیکم شھیدا وما یذکر الا اولوالالباب۔ یہاں شیطان کا داؤ چل گیا۔ اس کی عادت ہے کہ وہ نیکی کی شکل میں برائی کو پیش کر کے بہکا دیتا ہے اور وہ پہنچتا ہی علماء صوفیاء اور اصحاب تقویٰ کے پاس ہے۔ کیوں کہ اس نے روزِ اوّل میں ہی کہہ دیا تھا لازینھم و اغوینھم اجمعین کیوں کہ چور پہنچتا ہی اس جگہ ہے جہاں مال ہوتا ہے۔

پھر کیا ہوا؟ فرقے اور مذاہب نت نئے پیدا ہونے لگے جس کا سلسلہ لا متناہی جاری ہے۔

(حالانکہ کسی امام یا صوفی پر ایمان لانا فرض نہیں ہے) مذاہب بنے۔ قدریہ، جبریہ، معتزلہ وغیرہ۔ اور صوفیائے کرام نے بھی ببانگ دہل اور بکثرت الصوت کے ذریعے سے دعادی کئے اور تصوف کے تمام ہر امت کو بھول بھلیاں میں ڈال دیا۔ اور رموز و اسرار باطنیہ کی بزعم خود اصطلاحات اصول بنا دیں جس طرح دہلی والی عمارت بھول بھلیاں جو مغل بادشاہوں کے معمار ان باکمال نے تعمیر کر کے حیرت انگیز عمارت کھڑی کر دی جو کہ اب بھی موجود ہے اور اس کی نقل بٹیالہ کے قلعہ سیف آباد میں بھی بعینہ ایسی ہی عجیب و غریب چیز موجود ہے جو کہ فقیر نے دہلی والی باہر سے اور پٹیالہ والی تو قلعہ کی

چھت پر کھڑے ہو کر خود فقیرانہ آنکھ سے دیکھی ہے۔ یہ بھی خدا کا شکر ہے کہ اندر چلا جاتا۔ تو قیامت کے دن دربار الٰہی میں حاضر ہونے سے قاصر رہتا۔ اور محض ایک فقیر کی تلاش میں اللہ تعالیٰ کو اپنی پولیس فرشتگان کی ایک جماعت کسی قابل اور لائق ایس پی صاحب بہادر کی نگرانی میں تلاش گم شدہ بندے کے لئے بھیجنے کی ناحق تکلیف اٹھانا پڑتی جس سے کہ فقیر تو مارے شرم کے اپنی ندامت کے پسینے میں غرق ہو جاتا۔ یا کم از کم شرابور تو ضرور ہی ہو جاتا۔ تاہم نتیجتہً نفع فقیر ہی کا تھا۔ کیوں کہ ندامت کے رونے یا پسینے سے فرشتے بھی وضو کر لیتے۔ اور اس ماء الطیب سے فقیر کے داغ ہائے عصیان تو اسی طرح دھل جاتے جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام نے حواریوں کو مشورہ نیک دیا تھا۔ کہ آؤ بھائی دھوبیو یا ماہی گیرو تم یہاں کپڑوں سے دریا کے پانی کے ذریعہ داغ اور میل صاف کر رہے ہو آؤ تمہیں انسانوں کے دلوں کا میل کچیل دور کرنا سکھاؤں یعنی انجیل پاک کی اخلاقی تعلیم سکھا کر اس روحانی دھوبی گھاٹ پر پہنچا دوں جہاں ید بیضا تیار ہونے لگیں گے اور دمِ عیسٰی سے روحانی مرض اچھے ہونے لگیں گے اور اعمال بد کے جذامی اور زنار بکئے روح کے اندھے دلوں کی اندھی آنکھیں روشن ہو جایا کریں گی۔ رہا معشیت رزق روزی اہل و عیال کا فکر یہ محض واہمہ ہے وہ غیب سے مائدہ نہ بھیج دیا کرے گا ربنا انزل علینا مائدہ کی دعا صدق دل سے پڑھ لیا کرو۔ پھر من یتق اللہ یجعلہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب کے مناظر تنب و روز دیکھتے رہو گے۔

ہاں فقیر کے بھول بھلیاں میں گم ہو جانے کی خبر اللہ میاں کو کیسے ہوئی۔ یہ اس کی لوح محفوظ یا سرکاری رجسٹر میں سب کچھ مندرج ہے جسے سن کر کافر لوگ پکار اٹھیں گے کہ یہ کیسی کتاب ہے؟ بڑی چھوٹی چیز اس نے کوئی بھی نہیں چھوڑی بلکہ صاف صاف بول کر بھی بیان کر رہی ہے۔ یا للعجب!

ذکر تصوف کا ہو رہا تھا اس کی تفصیل تو بہت طویل ہے اور بہت دلچسپ۔ مگر کتاب کے حالات اور مصلحت اجازت نہیں دیتے۔ تاہم "دلچسپ" لفظ لکھ کر قارئین کو قطعاً محروم رکھنا بھی

اخلاق سے بعید ہے۔ لکھوں گا مگر مختصر تصوف کی ابتدا یونان سے ہوئی اسکندر مقدونی
نے جب دارا شہنشاہ ایران کو شکست دے کر پورے ایران پر اپنا قبضہ کر لیا تو ظاہر ہی ہے
کہ الناس علی دین ملوکہم کی بنا پر ایرانیوں پر بھی یونانی تہذیب و تمدن اور تصوف کا
اثر سرایت کر گیا۔ جس قسم کا تصوف زرتشتی عہد کا چلا آرہا تھا۔ وہ یونانی تصوف سے
متاثر ہوا اور مخلوط قسم کی چیز رائج ہو گئی۔ پھر جب ایران بہ عہد فاروقی میں اسلام غالب
آیا تو سابقہ مرکب تصوف کی شکل مرکب در مرکب ہو گئی اور ایران کے راستے سے مسلمان حکمران
ہندوستان میں آتے رہے۔ یہاں ہندو تصوف یا جوگیا پن جاری تھا مسلمان صوفیائے کرام نے
اضطراری حالت میں وہ اثر بھی قبول کیا جس طرح فارمی کھاد کی شکل کبھی پیوند در پیوند ہوتے ہوئے
کیا سے کیا ہو گئی۔ یہ فقیر کے دیکھتے دیکھتے ہی سب کچھ تبدریج ہوا اور ابھی سلسلہ جاری ہے۔
مثلاً قبر پرستی، پیر پرستی، ختم پرستی، میلاد پرستی، صحابہؓ پرستی، پیغمبر پرستی، گیارہویں[عہ]
شریف پرستی، تہوار پرستی، حاکم پرستی، احبار و رہبان پرستی، شخص پرستی اور کیا کیا پرستیاں
گنوائی جائیں۔ یہ جن کا ذکر کیا گیا ہے یہ بھی اچھا خاصا "پرستان" کے بن گیا۔ ایک مثال اہلِ
ہنود جب میّت کو مرگھٹ میں لے جاتے ہیں۔ تو اسے آگ دے کر ستر قدم واپس آکر کھڑے
ہو کر برہمن کے ذریعے سے منتر تنتر پڑھتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان بھی دفن کر کے ستر قدم
پر کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔ پھر تیسرے دن ہندوؤں کی رسم ہے کہ وہ برہمن کو بلا کر
اس کے سامنے کھانا رکھتے ہیں۔ برہمن پردے سے پر منتر پڑھتا ہے اور میاں جی سورتیں
پڑھتے ہیں۔ پھر دسواں، بیسواں، چالیسواں، سہ ماہی، برسی ختم دلائے جاتے ہیں۔ یہ تنا یہ

عہ لاہور زندہ کے زندہ دلان اب گیارہویں شریف کا جلوس نکال رہے ہیں جو فرضی مزار شیخ عبدالقادرؒ سے شروع
ہو کر داتا دربار کو سلام کر کے ختم ہو جائے گا جس طرح میواتی مائی مسید کو سلام کر کے میواتی اُلٹے پاؤں چلتے ہیں۔

اہل ہنود ورنہ اسلام نے اس کی کوئی رسوم نہیں بتائیں ۔

ایک لطیفہ یاد آیا، تحریک خلافت کے زمانہ میں جلیانوالہ باغ امرتسر کے مظالم سے متاثر ہو کر ہندو مسلم کا اتحاد قائم ہوا۔ تمام ہندوستانی جماعتیں سیاسی، مذہبی وغیرہ انگریزی حکومت کا جوا اپنی گردن سے اُتار دینے پر متحد ہو گئیں۔ یہاں تک غلو ہوا کہ بعض اَن پڑھ من چلے یہاں تک پُکار اٹھے کہ

جو مولوی نہ ملا ہم کو مالوی ہی سہی　　　　خدا خدا نہ سہی رام رام کرلیں گے

سادہ دل مسلمان کا یہ ایک نمونہ ہے اجمیر میں خواجہ معین الدین چشتیؒ کا سالانہ عرس یا میلہ تھا۔ وہاں مولوی صاحبان کے ساتھ مالوی صاحبان موتی لال نہرو جیسے اونچے درجے کے ہندو لیڈر بھی مسلمانوں کی تالیف قلوب کے لئے حاضر ہوئے یا تشریف لے گئے جو کہ سیاسی اور مصلحتی یا مصالحتی تقریب اور رُشد رِجال تھا۔ وہاں جو مناظر نظر آئے۔ نذرانے، چڑھاوے یا راگ رنگ نعتیہ اور مدحیہ اور قصائد غلو آمیز اور جُھکنا، قبر پر فانوس، خوشبوئیں۔ اجتماع اور ہجوم، کھانے، مٹھائیاں، پھول، مرادیں مانگنا اور قبر کو ایک بُت یا معبد کی شکل دینا اور سجادہ نشینوں اور مجاوروں کی شان شاہانہ اور بے اعتنائی اور نخوت و بے نیازی، قبر قبہ کی عمارت کی شان و شوکت دیکھ کر اونچے درجے کے ہندو لیڈر مسلمان علمائے کرام سے یوں مخاطب ہوئے کہ ہم تو آج تک دونو فریق ہندو اور مُسلم بے خبری میں دُور دُور رہے اور بھول اور سخت بھول میں پڑے رہے ہندو اور مُسلم رسوم مذہبی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے جو کچھ ہمارے مندروں اور بت خانوں میں ہو رہا ہے ظاہراً اور باطناً، عمارتاً، عبادتاً، پوجتہً وغیرہ

یہ باتیں سُن کر مُسلم علماء اور لیڈر بہت نادم ہوئے اور افسوس کیا کہ یہاں تک نوبت کیوں ہوئی۔ اس کا سبب ظاہر ہی ہے کہ ہندوستان میں اسلام اپنی اصلی شکل میں نہیں پہنچا۔ ڈھانچا تو اصل ہی رہا مگر حوادث سفر اور راستہ کے تاثرات سے حُلیہ کافی سے

زیادہ بدل گیا تھا۔ جب عرب سے نکلا تو راستہ میں کئی عجمی اقوام سے واسطہ پڑا۔ بجائے اس کے کہ لوگوں پر اپنا اچھا صحیح اور مثبت اثر نافذ ہوتا اس کے برعکس آپ ہی متاثر ہوتا چلا گیا۔ زیادہ اثر جوگیاین (رہبانیت) کا لیا اور سیاست بھی غیر اسلامی اختیار کر لی۔ یہ بھی ایک قابلِ اعتراف حقیقت ہے کہ سیاست اسلامی کا غلط قدم پہلا شہر کوفہ اور دمشق (عراق) میں اٹھا۔ جس دن کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی کا زمانہ میں اپنی زندگی ہی میں ان کی بیعت اپنے سامنے لی۔ جو کہ یہ غلطی یا زیادتی یا بدعت کوہِ احد کے وزن اور اونچائی سے بھی بہت گنی اونچی اور وزنی تھی۔ اگرچہ حق گو صحابیؓ نے "رانی آگا ڈھاک" کہا ضرور، مگر پیش پذیرائی نہ ہوئی۔ پس

خشت اوّل چوں نہد معمار کج   تا ثریا میرود دیوار کج

جس کے نتائج روزِ روشن کی طرح امت کے سامنے ہی ہیں جس کا حادثہ فاجعہ بطور نمونہ شہادت "شباب الجنّت" اور "نعم الفارس" امت مرحومہ کے سامنے ہے اور قیامت تک جاری رہے گا الا ماشاء اللہ۔ نتیجہ میں امت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا اور عجمی ملوکیت کی آہنی ایک مٹی اور لمبی میخ یا کیلا امت کے متن میں گڑ چکا ہے یا گاڑ دیا گیا ہے۔ ہائے افسوس صد ہزار بار افسوس جس کے نتائج جو امت بھگت رہی ہے اس سے ہژدہ ہزار عالم بخوبی واقف ہے۔ اگر فقیر لاہوری اس وقت عالم وجود میں ہوتا تو اپنی دلقِ ریائی کو تو بخیہ پیوند در پیوند جس میں چاہیے کیسے چیتھڑے کے پیوند بھی لگے ہوتے تو سنتِ فاروقی غفاری اور اویسی وغیرہ کی پرواہ کیے بغیر اس کی تار تار بلا جھجک بے سوچے مآلِ انجام فوراً سے بھی بیشتر کر دیتا جس طرح اماں حضرت خولہؓ بجہ تجھے پر سوت کات کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کرتی تھی۔ اس کی تصدیق قرآنِ حکیم کے ان الفاظ سے کر لی جائے "نقضت غزلها" اتنا فرق ہوتا ہے کہ وہ تو اپنی ارذل العمری کے سبب کیا کرتی تھیں۔ فقیر نے تو بہ موجودگی حواس خمسہ نہیں بلکہ بقائمی حواس عشرہ روزِ روشن میں اٹھارہ ہزار عالم کے سامنے کرنا تھا۔ اور اس پر خوبی یہ کہ اس عمل کے بعد طلق بخیسقات من ورق الجنۃ کی سُنّت

پر بھی عمل نہیں کرتا بلکہ سُنّت سرمد شہیدی پر عمل پیرا ہوتا تھا اور ڈنکے کی چوٹ چاہے ساری دنیا مجھے کیوت کا ہی فتویٰ دے دیتی اور اپنے علم وفضل کا اور حق گوئی کی داد بھی لے لیتی اور طعنہ دیتی کہ سر پھرے فقیر لاہوری نے اپنے جد اور جدۂ امجدہ کی رسم دریت کو خیر باد کہہ کر کتنی دیدہ دلیری کوہ ہمالیہ کتنی بڑی کی ہے اور صرف یہ کہتا سیکھ لیا ہے لایخافون من اللہ لومۃ لائم یہ یاد رہے کہ یہ "لائم" داڑھ نہ سمجھ لیا جائے مگر میری یاری میرا ہمدم اور بازدان قلم فوراً نطق تحریر میں لاتا۔ ترکت دین الاولین المصلین وان کانوا فابائی الجھاد الاکبر عند سلطان جائر کا فرض ادا کرتا ہے اور اعلائے کلمۃ الحق کرتا یعنی امیر معاویہؓ اس بدعت سے روکنے میں طاقت فقیر استعمال کرتا۔ یہ تو ہوا حشر دلق مرجع یا دلق ریائی کا۔ اب ذرا کاسۂ گدائی کا حال بھی سُن لیجئے کہ اس کو کیا کرتا۔ ذرا دل تھام کر گوش ہوش سے سُننا جس کو سورۂ ق میں قرآن حکیم فرماتا ہے۔ "القیٰ السمع وھو شھید" اس مجاہد کے پیالے کی برکت وکرامت اپنے کاسۂ میں پیدا کرنے یا حلول کرنے کی ہر گز نہ کرتا جب کہ رستم جرنیل ایرانی یزدگردی اور اس کے لشکر کے تعاقب میں سعدؓ بن ابی وقاص کی کمان اور سرکردگی میں پورا رسالہ بغیر پہلے کسی تجربے کے دریائے ذخارؔ میں اُنڈیل دیا گیا تھا جو کہ محض توکل الٰہی کے صحیح ترین جذبے کا تاثر تحقیقی تھا اور دل ودماغ مجاہدین پر من یتوکل علی اللہ فھو حسبہٗ اور وان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم اور لاتخافوا ولا تحزنوا اور لا تخف ان اللہ معنا۔ اور این ماتکونوا ھو معکم

خوف جان ومال ودشمن ہیچ ہیں موہوم ہیں جب لوائے لاتخف کے تم علم بردار ہو

سپاہیوں میں سے کسی کا بال بیکا نہیں ہوا۔ صحیح سلامت دوسرے کنارے پر جا پہنچے جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ صرف ایک مجاہد کا لکڑی کا پیالہ بہہ گیا "کاسۂ فقیر نہیں بلکہ کاسۂ مجاہد بلکہ میں

٭٭ فقیر کی فرم لاہور ٹیمپل روڈ کا شوکیس نیٹر دی مال

فقیر کے شوکیس دماغ میں اس کاسۂ چوبی یا کاسۂ ایمان وایقان کے علاوہ اور بھی

(بقیہ اگلا صفحہ)

میں تو کہوں گا کہ "کاسۂ ایمان وایقان" دریا بُرد ہوگیا معاً معلوم ہوا کہ وہ بھی مل گیا اور بغیر کسی

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۹۳) کئی عجیب و غریب اور نادر روزگار اور متبرک و مقدس کاسہ گرام موجود ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمایئے:-

گماں برند کہ او کاسۂ تہی دارد　　　ہزار گنج بہ قلب فقیر افتاد است

(۱) کاسۂ کافوری ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجہا کافورا

(۲) کاسۂ زنجبیلی یطاف علیہم بآنیۃ واکواب کانت قواریر قواریر من فضۃ قدروھا تقدیرا و یسقون فیہا من کاس کانت مزاجہا زنجبیلا۔

(۳) کاسۂ رسولی یا کاسۂ رحمت۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دفعہ امساک آب یا امساک باراں اس قدر ہوا کہ انسان وحیوانات پانی کے لئے پیاس سے بے تاب ہوگئے رحمتِ عالمؐ کی خدمت اقدس میں استغفیٰ کیا حضرت مبارکؐ نے ایک پیالہ دستِ مبارک میں تھام کر فرمایا کہ کہیں سے تھوڑا سا پانی لاؤ۔ چنانچہ پانی بہت کم مقدار میں ڈال دیا۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک انگلی مبارک پانی میں رکھی۔ تو پیالہ پانی سے بھر گیا اور سب لوگوں نے سیر ہو کر پیا۔ مگر پانی ختم نہ ہوا۔ یہ تھی رحمت اللعالمین کی صفت۔

(۴) کاسۂ نیکی یا کاسۂ حسن تدبیر یوسفیؑ۔ یہ ایک خالص مصری چاندی کا پیالہ ہے۔ اس میں فرعون یوسفی سے خواری یا بادۂ پیمائی کیا کرتا تھا۔ یہ قابل دید اور ایک تاریخی پیالہ ہے۔ یہ وہی پیالہ ہے جو کہ حضرت بن یامین کی گٹھڑی میں سے مال مسروقہ کی حیثیت سے برآمد کیا گیا تھا اور جرم جرم میں سارق کو نظر بند کر لیا گیا تھا۔

(۵) جام جمشیدی یا "جام جم"۔ یہ ایک ایسا طلسماتی کاسہ تھا جو کہ اس وقت کے منجموں نے تیار کیا تھا۔ جس کے زائچوں کے ذریعے سے ستارگان کی ہیئیت کے اثر سے ماضی حال اور مستقبل کے حالات زمانہ معلوم بزعم ان کے منکشف ہو جایا کرتے تھے۔ اسی کی نسبت عارف (بقیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ از ص ۲۹) شیرازیؒ فرماتے ہیں :۔

آئینہ سکندر جام جم است بنگر تا بر تو عرضہ دارد احوال ملک دارا

آئینہ سکندر گویا جام جمشید ہے اس آئینہ میں نظر کر تاکہ تجھ پر ملک دارا کا حال منکشف ہو جائے۔

(۶) مراد قلب مومن ہے جو نور الٰہی سے منور ہوتا ہے اس میں احوال ملک دارا یعنی اسرار و رموز الٰہی بسبب شرح صدر کے منکشف ہوتے رہتے ہیں (الم نشرح لک صدرک) اس کی دلیل اور ثبوت ہے ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم۔

(۷) ایک پیالہ مرزا غالب مرحوم دو رنگ کا بھی تھا جس کی نسبت کسی ہندی صوفی، غالب کے کلاس فیلو یا کلاس فول نے کسی مسجد کے ملنے ٹکے مے خواری پر معترض ہوتے وقت یہ بانگ قلقل مینا اپنے کلام معجز نظام میں فرمایا تھا۔ لہجہ متوالانہ تھا ذرا ملاحظہ فرمائیے سن کر عرفان کے پھول کھل رہے ہیں کیا۔

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر یا وہ جگہ بتا کہ جہاں پر خدا نہ ہو

سبحان اللہ! بلندی عارف باللہ نے ہندی صوفیوں کی لاج ہی رکھ لی۔ یعنی مسجد میں بیٹھ کر شراب معرفت الٰہی پینے دے۔ یہ خیال شراب کے ترنگ میں نہ رہا کہ ایسا ایہام فسق و فجور کی راہ کھولتا ہے جس طرح عشق مجازی زنا کا دروازہ چوپٹ کھول دیتا ہے جس طرح حضرت یوسفؑ پر ساتوں دروازے مقفل زلیخائی قوائے یوسفی کی دہشت سے یکے بعد دیگرے بسرعت تمام ایسے کھلتے گئے گویا کہ کانہم حمر، مستنفرہ فرت من قسورہ کا منظر سامنے تھا اگر بہ نظر غائر دیکھا جائے تو یہاں بھی عشق مجازی ہی کار فرما تھا۔ رہا عشق حقیقی، فقیر کی بساط ہی کیا ہے کہ اس کی وضاحت کرے اس کا نام سنتے ہی اس کے مشہور روزگار قلم تک کی زبان فوراً شق ہو گئی۔ اگر فقیر نے کوئی جرأت مندانہ ارادہ بھی کیا تو اس کا سینہ بھی چاک چاک ہو جائے گا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کنارے پر پہنچا دیا کیوں نہ ہو "ان تنصروا اللہ ینصرکم" کا اثر ہر آن موجود ہے اور جاری

(بقیہ حاشیہ از ۲۹۵) جس طرح جلوۂ الٰہی کے وقت طور طور ریزہ ریزہ ہو کر رہ گیا تھا اگر ایسا ممکن ہوا تو جان لیجئے کہ بس اس کتاب کا "ڈراپ سین" بھی یہیں ہو کر رہ جائے گا۔ اور پھر کیا ہوگا آپ حضرات ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ جائیں گے۔ فقیر کی دعا ہے کہ خدا ایسی گھڑی نہ لائے عشق حقیقی کی ذرا ایک جھلک سی ملاحظہ فرمایئے:۔

اے عندلیب عشق ز پروانہ بیاموز | کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

از آتش عشق در جہاں گرمی ما | واز رحمت حق در جہاں نرمی ما (عارف رومی)

شاد باد اے عشق خوش سودائے ما | اے دوائے جملہ علت ہائے ما (عارف شیرازی)

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا | کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

کسی ہندی کی زبان سے یوں نکلا۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا | آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

عشق کی نیرنگیاں عجیب ہیں ایک عاشق ناکام عندلیب سے مخاطب ہے:۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں | تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

ایک عارف حق کی نظر میں تمام کائنات ذرّہ ذرّہ کسی ہستی کے عشق میں سرگرداں ہے آسمان ذات الرجع کیوں ہے، زمین، سورج، چاند ستارے اَن گنت مدّت سے کس کے جذب و شوق میں وارفتہ و سرگرداں ہیں۔ بحر ذخار سا تلاطم، پہاڑوں کے زلزلے، یا دھرم کے جھونکے، باد بہاری کی اٹھکیلیاں، طور کا ریزہ ریزہ ہونا، ایٹم کا جذب و انجذاب یہ سب کچھ کیوں ہے؟

ا ب

ہفت جام کا ذکر ختم کرتا ہوں اگرچہ پیالوں کی اقسام تو عجیب و غریب اور بھی ہیں مثلاً "کاسا دھاتا" "جام ظہور" "پیالہ عکسی" "کاسہ گدائی" "کاسا اکرم" (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ہی رہے گا۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہمارے ہی دلوں کی آنکھوں پر سماب یا غین یا رین وغیرہ حائل

(بقیہ حاشیہ از ص ۲۹) وغیرہ مقام تذکرہ ہے کہ سات کے عدد میں بہتریں چیزیں شمار ہوتی ہیں مثلاً "سبع سماوات" "والسماء ذات البروج" میں سات برج یعنی سات ستارے زہرہ، مشتری، عطارد، زحل مریخ، قمر، ارض وغیرہ۔

ہفتہ کے سات دن، مصر کے یوسفی ملک کا ایک عظیم الشان اور نتیجہ خیز خواب جس میں سات گائے موٹی اور سات دبلی نظر آئیں۔ اور سات خوشے (بالیں) سبز اور سات خشک دکھائے گئے۔ اسی طرح سات سال خوش حالی اور زرخیزی اور پھر سات سال خشک سالی کے دکھائے گئے۔ اور پھر اعصر حمراً کا دور دورہ آیا اور سالہا تمام تکلیفیں کافور ہو گئیں حتی کہ خاندان اسرائیل یہاں مصر میں آکر بلا کھٹکے آباد ہو گیا اور حضرت یوسف تمام قلمرو مصر کے سیاہ وسفید کے حکمران بن گئے۔ مزے کی اور شاہانہ زندگی گزرنے لگی۔

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد　　　کسے را با کسے کارے نباشد

اس وقت مصر کے بچہ بچہ کی زبان سے یہی نکل رہا ہوگا کہ:۔

اگر فردوس بر روئے زمین است　　　ہمیں است ہمیں است و ہمیں است

فقیر لاہوری کے جسم مبارک میں ایک خون کی رگ ایسی بھی ہے کہ جس کا نام ہفت اندام ہے۔ جو کہ حبل الورید کی والدہ ماجدہ ہے جس کی نسبت خود خالق کل اور خالق نور بلکہ مجسمۂ نور نے اپنے کلام لایمسہ الا المطہرون اور نیز لوح محفوظ میں فخریہ بیان فرمایا ہے "نحن اقرب الیہ من حبل الورید"

شاید غریب فقیر کے "جسم" کے ساتھ مبارک کا لفظ کسی کوتاہ بین یا کم اندیش اور بے بصیرت کو کھٹکا ہو تو وہ اپنے دل کی آنکھ کا کسی نورانی جراح سے اپریشن کرائے یا بعد سات دن فقیر کا تیار کردہ "سرمہ نوری" خاص یہ نسخہ کلاں دونوں آنکھوں میں سات سات سلائی نورانی لگائے یہ سلائی بھی دواخانہ نورانی فقیری سے

(بقیہ پر)

ہو گئے ہیں ورنہ چشم گر بینا بود یوسف ہر بازار ہست ۔ دنیا معجزے اب بھی طلب کر رہی ہے جو کہ

(بقیہ حاشیہ از صفحہ ۲۹) صفت حاصل کرے۔ ہاں رات کو سوتے وقت سرمہ آنکھوں میں لگا کر تعوذ اور بسملہ کے بعد سورۂ نور کی پہلی آیت تلاوت کر کے اپنی شہادت کی انگلی پر دم کر کے دونوں آنکھوں پر پھیر لیا کرے۔ اسی طرح سات دفعہ روزانہ سات ہفتے تک عمل کرے اور بطور بدرقہ "بزم نور" میں آمد و رفت جاری رکھے اور یارانِ طور سے ہمیشہ ربط و ضبط لازم پکڑے۔ ان شاء اللہ پھر نور علیٰ نور کے نورانی صفت یاب ہمیشہ کے لئے وا ہو جائیں گے۔ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید۔ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ۔ کی تفسیر بھی گاہے بگاہے مطالعہ کر لیا کرے۔ یہ سہل ترین اور سریعۃ السلعۃ بخلوص قلب تجویز کر دیا ہے۔ آزمائش مشروط ہے۔ ان شاء اللہ اس کے استعمال سے شفائے کلی اور دائمی حاصل ہو گی۔ فقیر کے حق میں دعائے مغفرت اگر دل چاہے تو سات دفعہ کر دینا ورنہ شرط کوئی مقرر نہیں ہے۔ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورا ان اجری الا علی اللہ توکلت والیہ۔

با ایں ہمہ ——— فقیر!!!

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا فسانہ کیا — کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

اب کھولئے کتاب نصیحت کو پھر فقیر — شب میکدے میں آپ نے جو کچھ کیا کیا

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت — کہ جام میکدہ گم گشتہ بود دوش رسید

مدار غم شہ خوباں بہ میکدہ آمد! — فقیر ساغر و مینائے مے بدوش رسید

اب کہاں وہ میکدے میں شب کی بزم آرائیاں — ایک ساغر رہ گیا ٹوٹا ہوا وہ بھی ہے کچھ

ہو جام و مے کا ذکر کہ ذکر بہار ہو — سب خار اور زہر ہیں جب دل ہی بجھ گیا ہو

کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام

اللہ بس باقی ہوس

انا للہ وانا الیہ راجعون

فقیر حقیر پُر تقصیر الواجی لعون الرب النصیر ۵ جولائی ۱۹۶۱ء

مقام حیرت ہے سورج کا اتنا بڑا کرہ ہمیشہ نمودار ہو کر ایک عظیم الجثہ مخلوق ایک روشن گولے کی شکل روزانہ بروقت مشرق سے چڑھتا اور شام کو بحر اسود میں غرق ہو جاتا ہے۔ محض لیکن حقیقتہ غرق ہونے کی نہیں ہے۔ یہ جو منظر بظاہر ہے وہی حکیم مطلق نے انسانی بولی میں انسانوں کو سمجھانے کے لئے حمیا گارا سیاہ کا لفظ استعمال کیا۔ کیا یہ معجزہ قدرت نہیں ہے؟ کرۂ ارض کا اس کے گرد گھومنا اور کروڑہا سال کا عمل تغیر تبدل کیا معجزۂ قدرت نہیں؟

کائنات کا ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ بجائے خود مستقل معجزہ ہے۔ ولٰکن لا تفقھون مطلوبہ معجزوں کا قرآن نے تو انکار کیا ہے۔ بلکہ لفظ معجزہ ہی کتاب و سنت میں کہیں نہیں آیا۔ آیۃ کا لفظ ہے قرآن کہتا ہے کہ قالوا لولا یکلمنا اللہ او تاتینا آیۃ کذالک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابہت قلوبھم قد بینا الآیات لقوم یوقنون۔ فاللہ یحکم بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ وقضی الامر والی اللہ ترجع الامور۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر تمہارے حسب طلب وہ منظر سامنے آ بھی جائے تب تو پھر فیصلہ ہی ہو جائے شرط ایمان تو ایمان بالغیب ہے۔ مگر کافر کہتے تھے۔ اذ قالوا یا موسیٰ لن نومن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ کبھی کہتے مکان سونے کا بنا کر دکھا دو اور ہمارے سامنے زینہ لگا کر آسمان پر چڑھ کر دکھا دو۔ اور بالفرض تم نے ایسا کر کے دکھا بھی دیا ہم تب بھی تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ پس قرآن حکیم نے ہر جگہ معجزہ دکھانے سے انکار ہی کیا ہے۔ اگر معجزہ دیکھ بھی لیتے تب بھی انہوں نے انکار ہی کرنا تھا اور پہلے سے ہی اقرار کیا کہ اگر ایسا کر کے دکھا بھی دو گے ہم تب بھی ایمان نہ لائیں گے۔ کشف اور کرامت ثابت ہے۔ وہ بھی اسی قدر جو اللہ کو منظور ہو کسی نبی کے اختیار نہیں۔ تو بغیر اللہ کے حکم کچھ بھی نہیں بلکہ یہ انتہائے عبودیت تو انتہائے عروجیت ہے فقیر کا قلم عالم مستی میں

ع قضی الامر کا لفظ قابل غور ہے۔ یعنی پھر تو تباہی اور ہلاکت ہی ہوتی۔

کہیں دُور چلا جاتا ہے۔ جب طور پہاڑ کو وجد اور رقص کی حالت طاری ہو سکتی ہے تو فقیر کے قلم نے کسی کا کیا بگاڑا ہے کہ اپنے حقیقی مالک کے غلبۂ شوق و ذوق میں اس کی حالت دگرگوں کیوں نہ ہو جائے یہ اسی شجرۂ مبارک کی شاخ کا ایک مختصر سا حصّہ ہی تو ہے جس میں کلیم اللہ کو نورِ الٰہی یا جلوۂ یار دُور سے نظر آیا تھا اور کہا انی آنست نارا۔ جب آگ کا انگارہ لینے آگے بڑھے۔ تو درخت میں سے آواز آئی کہ انی انا اللہ کہا ربِّ اَرِنِی جوابًا فرمایا "لن ترانی" اور کسی جگہ آیا ہے۔ اخرج من شجرۃ الاخضر نارًا" عالم علم طبیعات کہتا ہے کہ جب ہم چولھے میں لکڑی جلاتے ہیں۔ تو اس کی بیٹّں فی المعیشت سورج کی کرنیں سالہا سال سے مجتمع شدہ ہیں جو کہ جلانے کے وقت جمع ہو کر اکٹھی نکلتی ہیں جن کو ہم کرنیں نہیں کہتے بلکہ آگ کی لٹوں کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی طرح کائنات کے اندر قدرت کے رازوں کی حقیقت پر ہمارا مخلوق دماغ قابو نہیں پا سکتا بظاہر وہ معکوس نظر آنے لگتا ہے۔ مگر ہوتی ہے ہماری سمجھ معکوس۔ اور وہ اصل صحیح ہوتی ہے۔ مثلاً رات کے وقت ابر بھی ہو اور چاند بھی موجود ہو۔ تو بظاہر ایسا معلوم ہوا کرتا ہے کہ بادلوں میں سے چاند دوڑا جا رہا ہے۔ حالانکہ ہوا کے ذریعہ بادل ہی تیزی سے حرکت کرتے ہوتے ہیں۔ یا ریل گاڑی میں ہم بیٹھتے ہیں۔ اور دوسری ٹرین برابر سے گذر رہی ہو۔ تو ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری ٹرین چل رہی ہے یا حرکت میں ہے۔ مگر ہوتا اس کے برعکس ہے اور مکان بند ہو کواڑ کے سوراخ میں سے باہر کی چیزیں الٹی چلتی نظر آئیں گی۔ فوٹو گرافی کی بنیاد اسی چیز کے ذریعہ سے وجود میں آئی۔

پھر چاند کا ساکن ہونا یا دلوں کا چلنا اسی پر بات ختم نہیں ہو جاتی۔ چاند کی وہ دُوری حرکت جو زمین کے گرد ہے۔ پھر زمین اور چاند کی اور حرکت جو سورج کے گرد ہے اور اپنے اپنے محور کے گرد بھی ہے وہ اس وقت بھی جاری ہوتی ہے جب بادل کے مقابلے میں چاند کے ساکن ہونے کا فتوے ہماری عقل دے چکتی ہے۔ اس قسم کے رازوں کی نسبت سے متاثر ہو کر ایک عارف شیرازی (حافظ) پکار اُٹھا تھا۔

حدیثِ عشق فنھاکن و راز از دہر کمتر گو　　کہ کس نہ کشود و نہ کشاید بہ حکمت ایں معمّا

یہ تو تھا فقیر کے قلم کا جملہ معترضہ باصول شملہ بمقدار علم۔ اب گزشتہ اس فقرہ سے عبارت کا ربط قائم کیجئے کہ "ہندوستان میں اسلام اپنی اصل شکل میں نہیں پہنچا" اس کا سبب یہ ہوا کہ یہ بذریعہ بادشاہوں کے ایسا ہوا۔ کیوں کہ علمائے دین اکثر ہر عہد میں اپنے زمانے کے حکمرانوں متاثر رہتے ہیں الا ماشا اللہ اور الشاذ کالعدم شمار ہوتا ہے الا ماشا اللہ۔ یہ اس لئے کہ مردِ حق تو تمام کرۂ ارض پر بسنے والوں کے لئے ایک اور صرف ایک ہی بھاری ہوتا ہے اور وہی غالب آتا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، شاہی مفتیان اور علمائے دربار و سرکار تو اس مذہب پر رہتے ہیں کہ

اگر شہ روز را گوید شب است ایں　　بہ باید گفت اینک ماہ و پروین

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے شیخ الاسلامی یا دار القضائی اسی اندیشہ سے قبول نہیں کی خلیفۂ وقت کی درخواست پر جواب دیا کہ میں اس منصب کے لائق نہیں ہوں۔ خلیفہ نے کہا آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جس شخص پر دروغ گوئی اور کذب کا شبہ ہو وہ تو اس کے قابل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس سے ان پر عتاب آیا۔ چنانچہ قید خانہ میں محبوس کر دیئے گئے اور اسی قید میں امام موصوف و مغفور نے حق پر جان دے دی۔ فقیر کے نزدیک وہ درجہ شہادت کو پہنچے۔ اور ان کے شاگرد رشید قاضی یوسف نے منصب قضا قبول کر لیا اور اسے امت احسن بٹھایا! یہی ان معدن اسلام کے (ہیرون) جواہرات کو حسرت بھری نظروں سے اُمت میں دیکھا جاتا ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ تبع تابعین میں سے تھے اور امام المجتہدین و فقیہن تھے۔ امام ابن ثوریؒ کی مجلس میں ایک دفعہ امام ابو حنیفہؒ کے تفقہ اور استنباط مسائل کا ذکر آیا تو حضرت ابن ثوری فرمانے لگے کہ ابن نعمانؒ تو اگر کسی ستون حجری یا چوبی یا خشتی کو کہہ دے کہ طلائی ہے۔ تو وہ ثابت کر دے گا کہ یہ سونے کا بنا ہوا ہے۔ ابن ثوری کا درجہ تدین بہت بلند تھا۔ خیر القرون کے بزرگ ان کو نہایت احترام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ رات کے

وقت کسی مکان میں داخل ہوئے۔ وہاں مجلس حقانی تھی۔ رات کا بیشتر حصہ وہاں گذارا۔ بہت متاثر ہوئے۔ جذب و شوق میں تقریباً رات بھر روتے رہے مجلس کے تاثر کا اعتراف کیا۔ لیکن آخر فرمایا کہ یہ سب کچھ تھا مگر مجلس سُنّت کے موافق نہیں تھی۔ امام ابو حنیفہؒ کے استاد حضرت حماد تھے۔ بظاہر اخفش آنکھیں چوندھی اور خوبصورتی کے اعلیٰ الرحمٰہ تھے اہلیہ سے جھگڑا ہو گیا۔ بیوی نے قسم کھالی کہ میں آپ سے اذان فجر تک نہیں بولوں گی۔ تھی وہ ذرا خود برد۔ شرط یہ کہ اگر اذان فجر تک نہ بولی تو تم پر طلاق پڑ جائے گی۔ اس محترمہ کے دل کی ہو گئی۔ چنانچہ صوم الیل لسا اعلیٰ اذان الفجر شروع ہو گیا۔ مگر حضرت حمادؒ کو حمد الٰہی تو سب بھول گئی اور ان کا قلب مبارک خوبصورت حور تھا بیوی کی تعریف میں محو ہو گیا اور کفِ افسوس ملنے لگے۔ کہ حور وش ہاتھ سے اب گئی کہ اب گئی۔ آخر ایک تدبیر سوجھی کہ ابو حنیفہ شاگرد رشید سے مشورہ اور مدد لی جائے۔ چنانچہ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ اور فرمایا کہ غضب ہو گیا بیوی ہاتھ سے جا رہی ہے کوئی تدبیر کرو۔ امام موصوف نے فرمایا کہ استاد محترم آپ آرام سے لیٹ رہیئے میں کوئی تدبیر کروں گا۔ مگر استاد صاحب کو نیند کہاں۔ آخر امام ابو حنیفہؒ ایک پہر رات رہے کسی شاگرد کو حکم دیا وضو کر کے چھت پر چڑھ کر زور سے اذان الصلوٰۃ خیر من النوم والی فوراً کہو۔ اذان سن کر محترمہ استانی صاحبہ فوراً چاؤ سے پکار اٹھیں کہ شکر ہے مجھے طلاق پڑ گئی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ شکر ہے کہ استاد محترم بیوی جیتنی سے ہاتھ دھونے سے بچ گئے۔

یہ تھے فقیہوں کے داؤ پیچ اور حیلہ گری کے کرشمے۔ اب حیلہ گری کا لفظ آ گیا تو اس کی تفصیل کی کتاب دماغ فقیر میں فقیرانہ خیالات کی تیز ہوا سے انتشار اوراق کرنے لگ گئی اب کس کس بات کو ترک کیا جائے اور کس کو لیا جائے۔ یوں تو یہ زیر تصنیف کبھی بھی سر سے نہیں چڑھے گی۔ صرف یہ اشارہ کافی ہے۔ کسی بزرگ شاید امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ کتاب یہ لکھ دو "کتاب الفسق والفجور" جس نے حلالہ جیسی اصطلاحیں امت میں رائج کر دیں۔ جو کہ سر تا سر زنا ہے۔ ایک عالم دین نے اپنے دربان کو ہدایت کی ہوئی تھی کہ اگر کوئی پردے

باہر آکر مجھے ملنا چاہے تو اس کو کہہ دیا کرو کہ حضرت صاحب سوار ہو گئے۔ آنے والے نے یہ سمجھا کہ مولانا صاحب گھوڑے یا گاڑی پر سوار ہو کر کہیں گئے ہوں گے مایوس ہو کر واپس لوٹ جاتا۔ ادھر مولانا صاحب گاؤ تکیئے پر سوار ہو جاتے۔ جب ملنے والا شخص چلا جاتا تو سواری پر سے مراجعت بغیر رکاب تھامے ہی فرما لیتے۔

کہیں مسئلہ غلط یا اجتہاد فضول یا استنباط اسرائیلیہ سے رجوع نہ سمجھ لیا جائے۔ یہ دو مثالیں کافی ہیں۔ وقس علیٰ ھذا القیاس۔

ان کے پاس دلیل قرآنی یہ ہے کہ کسی نبی کی قسم سو کوڑے بیوی کو مارنے سے بچانے کی خاطر فرمایا کہ ضغث یعنی ایک جھاڑو اٹھا کر بیوی کے ایک دفعہ مارو قسم پوری ہو جائیگی۔ مگر علمائے امت محمدیہ بھٹک کر بہت دور چلے گئے۔ حتیٰ کہ اسرائیلی حوضوں میں جا گرے۔ جو کہ صید الحر ہفتہ کے دن سے بچنے کے لئے دریا یا سمندر کے کنارے سے باہر گڑھے کھود لئے اور عین ہفتہ کے دن دن دھاڑے علیم بذات الصدور والنیات کو دھوکہ دے کر مذاق اڑاتے رہے۔

اور کس کس امام یا عالم دین کا ذکر یہاں نہ کروں جن کے حالات فقیر کے صفحہ قلب پر باوضاحت طبع شدہ ہیں۔ مگر مجبور ہوں اگرچہ بے شمار حالات متبرکہ کی معلومات کے ہیضہ کا مریض ہوں۔ اگر اسی ہیضہ انواع بیان کے مرض میں مبتلا رہا۔ تو کتاب کے اختتام کی منزل تک اس حیات مستعار میں کبھی نہ پہنچ سکوں گا۔ پس اس جذبے کو قربان کرتا ہوں اور دبا تا ہی مصلحت سمجھتا ہوں۔ یار زندہ صحبت باقی۔ پھر کبھی اور کسی تصنیف میں ان تفصیلات کو اللہ تعالیٰ معین حقیقی کی توفیق سے ان شاء اللہ لانے کی کوشش کروں گا۔ اور آپ بھی کچھ مدت کے لئے اپنا غلبۂ شوق اسی طرح دبائیں جس طرح کہ حضرت طالوت کے حکم سے اس کے لشکر کے مخلص چند مجاہدین اس چیز کی آزمائش پر پورے اُترے تھے۔ قال لھم نبیھم ان اللّٰہ مبتلیکم بنھر فمن شرب منہ فلیس منی ومن لم یطعمہ فانہ منی الا من اغترف غرفۃ بیدہ فشربوا منہ الا قلیل منھم واللّٰہ علیم بالظٰلمین۔

ناظرین الا ماشا اللہ کے اصول کو کبھی نہ بھولیں یہ علمائے سوء کا ذکر ہوا تھا۔ ورنہ اُمت میں ہر دو قسم کے علماء موجود رہتے ہیں۔ علماء حق سے اگر میدان اُمت خالی ہو جائے تو پھر "قضی الامر" ہی کا منظر "لا فیہا خیر" فوراً سامنے آجائے۔ ہر چیز کا جوڑا جوڑا کسی مصلحت ہی سے پیدا کیا ہے۔ باصول کل شیء خلقنا زوجان ظلمت و نور، خیر و شر۔ باطل و حق کوئی چیز کائنات کی لے لیجئے۔ اس کا جوڑا اور جواب موجود ہے۔ دنیا کا جوڑا عقبیٰ ہے۔ ایسے موقعے سمجھنے کی مشق کرنا چاہیئے جو کہ عین منشائے الٰہی ہے۔ فھل من مذکر۔ انّ فی ذالک لعبرۃ فلیتذ کرو فلیتدبروا۔

علماء ہوں یا مشائخ ہر قسم کے حضرات پائے جائیں گے۔ اصحاب افراط، اصحاب تفریط ومنھم امۃ مقصدۃ اور والا قلیل منھم کا اصول ہمیشہ کارفرما نظر آئے گا۔ دوسرا رُخ بھی دیکھئے یہ تو بادشاہوں اور ان کے زیر اثر علماء اور صوفیاء کے اثرات تھے الا ماشا اللہ۔

مگر

جہاں جہاں صحابہ کرامؓ کے ذریعے سے اسلام پہنچا۔ وہ اصل شکل میں تھا الا ماشا اللہ حکم اکثر پر ہوا کرتا ہے۔ مثال اصل اسلام کی اشاعت ملایا، انڈونیشیا، چین، مالابار، افریقہ، عربستان وغیرہ میں ہوئی۔ امتدادِ زمانہ کے باوجود وہاں اب بھی رسوم اسلام ہی پائی جاتی ہیں۔ سناں پر اہلِ ہنود کا اثر ہوا اور نہ ایرانی زرتشتی کی بگڑی ہوئی شکل کا۔ ورنہ ابتداء میں ہر مذہب کے بانی نے خالص توحید ہی کی تعلیم دی تھی۔ امتداد عہد کے سبب شکل بگڑتی چلی گئی۔ آخر نوبت بایں جا رسید کہ مسجد میں کتیا نے بچے دیئے ہوئے ہیں یا کوئی سانڈھ قبضہ کئے ہوئے ہے۔ مشہور ہے کہ

خانۂ خالی را دیو مے گیرد

بلکہ

خانۂ خدا را سانڈھ مے گیرد

یُسبح للہ ما فی السماوات والارض تو ثابت ہی ہے لکھوکھا سال سے انسان گاؤ پرستی کرتا چلا آیا۔ اب جب کہ قیامت کا فاصلہ صرف اتنا ہی رہ گیا ہے کہ جتنا دو انگلیوں کا درمیانی فاصلہ ہوتا ہے حیوان غیر ناطق بھی "ھل جزاءُ الاحسان الا الاحسان" کے تحت حیوان ناطق مسجود ملائیکہ کے ساجد و عابد البقر ہا مدت مدید رہنے کا حق معکوس ادا کر کے فاما بنعمۃ ربک فحدث سے اپنی رفاقت کا ثبوت دے رہا ہے کہ

آنچہ حیوان ناطق نتواں کرد حیواں خواہد کرد

اور انسان مسجود ملائک کا کام اب صرف یہ رہ گیا ہے کہ مسجد "خانہ خدا" کے دروازے میں آ کر کھڑا ہو جائے جھکے اور واپس لوٹ جائے دریافت کیا جائے۔ بتائیے کیسے تشریف لائے تھے تو جواب فخریہ انداز میں یہ بتائیے کہ جناب میں مائی مسجد کو سلام کرنے آیا تھا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بلکہ :۔

بریں عقل عابد بباید گریست

اور ذرا دنیا میں پیغام توحید لانے اور جاری کرنے والوں کے اسمائے گرامی بھی ٹھنڈے دل سے سُن لیں اور اپنا سر دھنیں مثلاً بدھ سنگھ، منگل سین، رانجھا راٹھا، ساناں گھوڑا، ناتو راڑا، عبد الحسین، عابد علی، لکڑی شاہ، مرجانے شاہ، گھاؤ ٹھپ، لے وٹے، ہاتھی خاں، ٹھیڑکا سنگھ، کھڑو کا سنگھ۔

ایسا کیوں ہوا کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر پہلا سبب شخصی طور پر ذمہ داری حقوق و فرائض روگردانی، وگردانی علیکم انفسکم کے فرض سے کوتاہی جس کا نتیجہ وما لیغیر اللّٰہ من قوم حتی یغیروا ما بانفسھم یعنی اللہ اپنی نعمتیں بندوں کو عطا فرما کر سرگز نہیں چھینتا حتی کہ ان کے دل کی حالت دگرگوں نہ ہو جائے۔ قوم بنی اسرائیل کی مثال سے قرآن نے دوسری امتوں کو بار بار عبرت دلائی ہے مولانا ظفر علی خاں نے آیت بالا

کا ترجمہ صحیح نہیں کیا کہ :-

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی   نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

البتہ یہ شعر اس آیت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

لیس للانسان الّا ما یشاء   یا انّ سعیہ فسوف یُرٰی

دوسرا کوتاہیئ فرض علمائے امت پر عائد ہوتا ہے کہ انہوں نے فریضہ تبلیغ سے مجرمانہ کوتاہی کی۔ جس کا نتیجہ علاقہ میوات میں شدھی کی شکل میں عملاً نکلا اور یدخلون فی دین اللہ افواجا کا معکوس منظر اوراتر اہل ہند نے دیکھا جب کہ لکھو کھا مسلمان سوامی شردھانند جی کی قیادت میں اس کے لشکر نے شدھ یعنی اسلام کی میل کچیل سے صاف اور ستھرے کر کے گنیش جی بت کے پجاری بنا لئے گئے جو بچ نکلے وہ مائی مسجد کو سلام کرنے کے لئے چھوڑ دیئے گئے۔ کیوں کہ :-

مسلماناں در گور و مسلمانی در کتاب

کی منزل میں امت موحدہ پہنچ گئی۔ علمائے امت کی دعوت دینی کا نقشہ اس کتاب میں اس نظم سے دیکھ لیا جائے جس میں ان کا کردار نابکار فارسی نظم میں صحیح ڈھانچہ دکھایا گیا ہے۔ کس کس کا رونا رویا جائے۔ علمائے سیاست و معیشت و علمائے اخلاق، مشائخ، طریقت و حقیقت و معرفت وغیرہ سب نے امت کی کایا پلٹ کے رکھ دی۔

سینہ داغدار شد پنبہ کجا کجا نہیم   حیف صد حیف باز حیف صد حیف

اب بھی علماء سے تبادلۂ خیال کر کے دیکھ لیں خالص اسرائیلیت حلول کئے ہوئے نظر آئے گی۔ اگر کوئی توجہ دلائے گا تو اسے بے ادب، گستاخ اور معتزلی اور آزاد خیال اور بے باک وغیرہ کے کتنے بھاری بھر کم کی ڈگریاں مفت مل جائیں گی۔ اور پھر نیچری، پرویزی، اہل قرآنی اور ایجنٹ جیسی بارہ دس کیا کیا بیٹھے بٹھلائے اعزازات نہ مل جائیں۔ تو فقیر اور اس کے قلم سے سختی سے جواب طلب کر لینا کہ ثابت کرو۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اگر فقیر مر گیا تو اس کی قبر کو یہ کہہ کر بیٹ ڈالنا کہ یہ کاذب اور علمائے کرام پر بہتان باندھنے والے منحوس فقیر کی قبر ہے۔ اسے زور زور سے پیٹو۔ اس کے بعد روز حساب اللہ میاں کے سامنے

مرافعہ کریں۔ اور سزا خوب زور لگا کر دلواتا اور اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا۔ سرپھرے اور بے باک فقیر کی زبان بھی اس کے قلم کی طرح ایسے موقع پر قینچی کی طرح چلنے لگ جایا کرتی ہے لیکن اس کے منہ سے پھر "سہرا تو پھوک لو" کے اصول پر یہ الفاظ نکل رہے ہیں کہ رب کی صفت رب المسلمین ہی نہیں اور نہ ہی رب المومنین بلکہ اصل صفت "رب العالمین" ہے۔ اس کی عدالت میں جو کہ یوم الدین ہے تمہارے گھڑے ہوئے الفاظ معتزلی، نیچری، پرویزی، مجددی، قادری، حنفی، شافعی، سہروردی وغیرہ کی بائے نسبتی والی نسبتیں کسی نے نہیں پوچھنی۔ وہاں تو میزان عدل میں من یعمل مثقال ذرۃ خیرًا یرہ اور ومن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ، عمل صالح اور خدا پرستی کا معیار قائم ہوگا۔ نہ کوئی سفارش کام آئے گی اور نہ "شفاعت"، جو کہ سفارش ہی ہے اور نہ وسیلہ اور ذریعہ، ذریعہ محض اعمال صالحہ کا ہی کارگر ہوگا وسیلہ جنت میں ایک مقام ہے جہاں دیدار الہٰی ہوگا۔ انجان لوگ مثال بادشاہ اور وزیر اور دوسرے عمائد اسرداران املاءِ فرعون، ہامان وغیرہ کی دیا کرتے ہیں کہ اللہ کی مانند ہے۔ اس کے پیغمبر اور اولیاء اللہ وزراء اور عالی مرتبہ اہل کاروں کی طرح ہیں۔ جس طرح بادشاہ کسی اپنے اہل کار کی سفارش کرنے پر مجرموں کو رہائی مل جاتی ہے عین اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عدالت میں بھی سفارشیں ہوں گی۔ مولانا روم فرماتے ہیں :۔

اے بروں از عقل و قیل و قال من   خاک بر فرقِ من و داحکام من

غنیمت لکھتے ہیں :۔

بنام او کہ او نامے نہ دارد   بہ ہر نامے کہ خوانی سر بر آرد

موسائی کہتے ہیں کہ نحن ابناءُ اللہ واحباؤہٗ۔ یعنی ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔ مسیحی کہتا ہے کہ حضرت مسیحؑ نے سولی پر اپنی جان دے دی اور امت مسیحی کا کفارہ بن گئے تبھی تو چھوٹ گئے ہیں نہ زنا کی پرواہ اور نہ شراب وعیاشی، قمار بازی، ہر لہو باتی کا ان کو نہ کوئی کھٹکا۔ کیوں کہ حضرت مسیحؑ عام امت مسیحی کا کفارہ جو بن گئے۔ خود اللہ کی اولاد بلکہ بیٹے اور پیارے بن گئے۔ تلک امانیھم الباطلۃ

الضالۃ قالوا لن یدخل الجنّۃ الا کان ھوداً او نصاریٰ قُل اتّخذتم عند اللہ عھداً فلن یخلف اللہ عھدہٗ ام تقولون علی اللہ ما لا تعلمون۔ اب مسلمان بھی تو کچھ کہتے ہیں کذالک قال الذین من قبلھم مثل قولھم تشابھت قلوبھم قد بیّنا الآیات لقوم یعقلون فاللہ یحکم بینھم یوم القیامۃ فیما کانوا فیہ یختلفون۔ ولا یا ما بینھم ولا یا ما بینکم "اما بینکم" کی ضمیر کس قوم کی طرف راجع ہے؟ اس مقام پر ماتھے والی نہیں بلکہ دل کی آنکھیں کھولنے کی ضرورت ہے۔ تخیل انسانی سے اس قسم کے باریک اور دقیق مسائل حل نہیں ہوا کرتے یہ تخیلات عموماً اوہام باطلہ ہی ہوا کرتے ہیں اور انسان ان کو الہام الہٰی قرار دے لیتا ہے جو کہ عموماً نزع شیطان ہی ہوتے ہیں۔ الا ما شاء اللہ۔ ان شیطانی نزعات میں بڑے بڑے علماء اور مشائخ مبتلا ہوئے ہما شما کس شمار و قطار میں ہیں۔ "وما قدروا اللہ حق قدرہٖ" قدر کیا صحیح اندازہ اللہ عز شانہ کی ہستی کا تصوّر انسانی صفات سے مشابہ نہیں سمجھنا چاہیئے جس طرح نعائم الٰہیہ جنّت کے محض نام ہی انسانوں کو بتائے گئے ہیں کیوں کہ انسانی بولی میں سمجھنے کا ذریعہ یہی ہو سکتے تھے، ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے، مرزا غالب مرحوم نے تو خیر اپنا رندانہ ترنگ میں یونہی کہہ دیا تھا کہ :۔

ہم کو معلوم ہے جنّت کی حقیقت لیکن   دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

اور آپ جیسے تھے وحدۃ الوجود کے سالک جب صانع کی نسبت ان کا یہ خیال تھا کہ وہ ذاتِ یگانہ ہر چیز کے اندر حلول ہے۔ یہ نہ کہا کہ اس تور کا پر تو پڑ رہا ہے۔ تالاب میں سورج نظر آتا ہے تو کیا اتنا بڑا عظیم کرہ جس کی ایک لٹ کا طول بندرہ لاکھ میل ہو اور جس کا ایک غار اتنا عمیق ہو کہ کرۂ ارض جیسے ایک سو گولے اس میں کھیر دیئے جائیں تو بآسانی سما جائیں۔ اس میں ایسی لٹیں اور ایسے غاروں کی تعداد محض صانع المغارات وغیرہ کو ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ ایسا آفتاب انگشتری کے بلّوریں نگینہ کے اندر بھی سما کر نظر آ سکتا ہے۔ تو کیا اس وقت ہم کہیں گے کہ آفتاب عالم تاب ایک نگینہ کے اندر حلول کر گیا نگینہ کیا ذرات ریت کے ہر

ذرّے میں آفتاب اسی طرح حلول کئے ہوئے ہے جس طرح کہ بقول اہل ہنود (نعوذ باللہ) ہر گوپی کے ساتھ کرشن جی موجود تھے۔ ہر ذرہ ریگ جو چمکتا ہے اس میں پورا آفتاب اکیلے اکیلے ذرّے میں موجود اور نظر آیا کرتا ہے۔ اگر حلول کا عقیدہ رکھیں تو ہم ریت پہ جب ہم چلتے ہیں تو نعوذ باللہ خود ذات الٰہی کو اپنے عین جوتوں سے ہر دم روندتے ہیں اور پیشاب اور پاخانہ بھی تو اس پر کرتے ہیں۔ اس کا کیا جواب ہے۔ جس طرح صانع حقیقی کی صفات کا یہ حال ہے تو اس کی صنعت یعنی مخلوق کو بھی ہم اسی طرح خیال کر لیں۔

ایک دفعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نعائم جنّت کا تذکرہ فرما رہے تھے کہ وہاں دودھ اور شہد اور صاف پینے کی نہریں ہوں گی۔ یاقوت کے محل اور حوریں اور غلمان اور پھل ہر قسم کے ہوں گے۔ جو طلب کیا ہوگا اور جو چیز چاہو گے فوراً موجود ہو جائے گی وغیرہ۔

ایک صحابیؓ سامعین میں سے کھڑے ہو کر پوچھنے لگے کہ حضرت بس ایسا ہی کچھ ہوگا؟ حضرت مبارکؐ بھانپ گئے کہ اس کی پیاس نہیں بجھی، فوراً تقریر کا رُخ بدلا اور فرمایا کہ وہاں ایسی نعمتیں ہوں گی کہ "لا رأت عین ولا سمعت اُذن ولا خطر علی قلب بشر"۔ جب صنعت کا یہ حال ہے کہ اس کی حقیقت انسانی تصوّرات سے بالا ہے۔ تو پھر صانع کل و صانع حقیقی اور بدیع کی صفات کی کنہ کو کون پہنچ سکتا ہے۔ وہ تو عقول و افہام سے وراء الوریٰ ہے۔ وہ کہتا ہے "و فی انفسکم افلا تبصرون"؟

خاک بر فرق من و اوہام من

نہ نکلے زبان سے تو پھر اور کیا نکلے۔ جب سے انسان کرۂ ارض پر آباد ہوا ہے ایک کی شکل اور آواز وغیرہ دوسرے کے ساتھ نہیں رہتی۔ حتیٰ کہ ہاتھوں اور پاؤں کے نقوش بھی جداگانہ اور خون جدا اس کے ذرات مختلف۔ ڈاکٹر لوگ اور پولیس آفیسر مقتول کے خون کا نمونہ حاصل کر کے قاتل کے کپڑوں اور اسلحہ قتل کے خون سے مطابقت کرتے ہیں اور معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ خون مقتول کے خون سے ملتا

ہے یا کہ نہیں۔ پس بے شمار انسانوں کی ہر چیز اپنی جگہ مستقل خود نئے انداز اور شکل میں تیار کی ہے۔ ہر عضو کی رگیں اور ہر موقع کی رطوبات، غدود غرضیکہ ہر چیز اسی طرح باطنی قویٰ بھی ہر فرد کی جداگانہ تخلیق فرمائی ہیں اور ان کے افعال جداگانہ ہیں۔

ان حالات کے انکشاف سے اللہ کی معرفت کا علم اور اس کی عظمت دل و دماغ پر چھا جاتی ہے۔ بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

خون کا ذکر آیا تو حضرت یوسفؑ کے خون آلود کرتے کی بھی یاد آئی۔ جسے دیکھ کر حضرت یعقوبؑ فوراً پکار اٹھے کہ یہ تمہارے دل کی گھڑی ہوئی بات ہے "جاؤ ابدم کذب" فرمایا سولت انفسکم۔ اور خون کے علاوہ قمیض بھی ہی سالم ہی لے آئے۔ کیوں کہ یہ بھی معلوم ہوا کہ قاتل حواس باختہ ضرور ہو جاتا ہے۔ یہ خیال ہی نہ کیا بھیڑیا قمیص پھاڑے بغیر یوسفؑ کو کیسے کھا گیا۔

اور قابیل اپنے بھائیؑ کو قتل تو کر بیٹھا۔ مگر مبہوت کو اتنی بھی نہ سوجھی کہ اسے ریت کے کسی ٹیلے میں ہی دبا دے۔ یہ ترکیب کوّے نے سکھائی۔ کس کو؟ اشرف المخلوقات کو دانا بینا اور عقل کے مدعی کو مسجود ملائک کو، اور پھر ابن آدمؑ کو اور اس کے پیارے کو۔ اور پھر اس کو جو مدعی وحدت الوجود ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھ میں خود اللہ کی ذات حلول کئے ہوئے ہے۔ اور جلاد کو ہنس کر پکارتا ہے کہ

بیا بیا من ترا خوب مے شناسم ۔۔۔ بہر جامہ کہ بیائی من ترا مے شناسم

نعوذ باللہ جلاد میں اس کو خدا کا روپ نظر آجاتا ہے۔ جس طرح دربار فرعون میں جادوگروں ساحروں کی رسیاں اہل دربار اور خود حضرت موسیٰؑ کو سانپ لہراتے ہوئے نظر آئے۔ قرآن نے یہاں "فی اعینھم" کا حکیمانہ لفظ استعمال کیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ سانپوں کے غول سے نہیں ڈرے تھے۔ بلکہ اس خیال سے کہ میرا عصا بھی تو آخر اژدھا (بڑا سانپ) ہی بنے گا۔ اور لوگ میری نبوت پر ایمان نہیں لائیں گے۔ قرآن میں "سکوت ابصارھم" کا لفظ بھی آیا ہے۔ چنانچہ تفسیر ترجیب

سے ہوش سنبھالا ہے ہندوستان اور پاکستان میں مداریوں کے تماشوں اور شعبدوں میں اس قسم کے ہتکنڈے (ہیرا پھیری) یا سمریزم یا نیرنجات دیکھ رہا ہے اور سامری کے بچھڑے کی یہاں یہاں سے بھی دل کش آوازیں ربڑ وغیرہ کے پیٹ سے نکلتی سن رہا ہے۔ بعض ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے عجوبے عملاً جانتا بھی ہے۔ مثلاً کپڑے پر آگ جلانا، کاغذ پر گلگلے وغیرہ پکانا، ہاتھوں اور منہ میں انگارے ڈال لینا، تالاب یا جوہڑ یا نہر وغیرہ میں پانی کے اوپر آگ جلانا، انڈا بوتل میں سالم ڈال دینا انڈا ہوا میں اڑا دینا وغیرہ بہت سے نیرنجات اور ناٹیر سے متعلق ہیں۔ کہیں مجھے مداری فقیر نہ سمجھ لینا میں رفاعی نہیں ہوں، مگر رفاع مصری کا احترام کرتا ہوں۔ مداری گرز مار دراصل رفاعی ہیں گرز مارتا ہوا اور اپنے سر سے خون ٹپکا ہوا بھی میں نے بچشم خود دہلی کے گزری بازار میں ایک گرز مار دیکھا ہے اور حالات بہت دلچسپ ہیں۔ مگر یہاں گنجائش نہیں۔ ہاں یہ ہے یہ قسم نیرنجات بھی سحر کی بارہ اقسام میں سے ایک اور مسمریزم کا ذکر بھی عجیب حیرت انگیز ہے۔ مگر کیا کیا بیان کیا جائے۔ سحر کی تمام بارہ قسمیں ہیں۔ ہاروت ماروت بھی ساحر تھے وما یعلمان من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ وما ھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ ویتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم ولقد علموا لمن اشتراہ ما لہ فی الآخرۃ من خلاق ولبئس ما شروا بہ انفسھم بالآیۃ لو کانوا یعلمون ولو انھم آمنوا واتقوا لمثوبۃ من عند اللہ خیر لو کانوا یعلمون۔ وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت۔ یہاں ما نافیہ ہے۔ یعنی نہیں کچھ نازل کیا وما کفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا۔

اعزازی ماموں جان حاجی گلاب مرحوم اور شیخ عبداللہ قصاب لاہور آئے جیسے ستر اسی سال گزر چکے تمبو کے اندر تماشا ایک ایک آنہ کا ٹکٹ لے کر دیکھا۔ باری باری اکیلے اکیلے آئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سٹیج پہ آدھا انسان کھڑا ہے ایک آنکھ ایک کان اور ناک ایک بازو ایک ہی ٹانگ۔ تماشائی اندر داخل

ہوا تو فوراً بول اٹھا آبھئی گلاب! کالو کھو جے دیا پتّا! تو پٹیالہ شہر برات میں آیا، اہل شادی تجھے پٹیالہ ہی میں لاوارث یتیم کی حیثیت سے چھوڑ گئے، محمود خاں نے تجھے پالا پوسا اور اب تو چودھریوں کا منتظم کاروبار ہے جو محمود خاں کے نواسے ہیں۔ اور آبھائی عبداللہ قصائی غوری، اس کا بھی کچا چٹھا سب سنا دیا۔ یہ ہے مسمریزم، سحر کی ایک اعلیٰ قسم۔ جہانگیر کے دربار میں بنگال سے جادوگر آئے پلاؤ اور زردہ کی دیگیں پکا کر سارے لشکر کو کھلا گئے۔ ایک ساحر کو آسمان میں اڑا دیا، وہاں اوپر سے اس کے کٹے ہوئے اعضا خون آلود گرے۔ اس کی بیوی بادشاہ کے مونڈھے کے نیچے سے برآمد کرا کے بادشاہ کی چوری، غاصب اور مغوی بھی قرار دے گئے۔ ایک درخت پھلدار فوراً اگا یا اس کا پھل لشکر اور بادشاہ کو کھلایا، انعام لے کر چلتے بنے۔ سحر بنگال کی دھاک مغل دربار پہ بیٹھا گئے — رفاعی گنڈہ داروں کے شعبدے اور ہتھکنڈے حضرت امام ابن تیمیہؒ نے طشت از بام کئے۔ پول کھول دیا، مقابلہ ہوا، ساحر اکبر کو چیلنج کیا کہ آؤ ہم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر آگ میں کود کر لیحق الباطل ویبطل الباطل عالم انسان پہ ظاہر کر دیں کہ مناظرے میں چیز پیدا ہو گئی۔ ان کے مکر اور شعبدے لوگوں پہ ظاہر کر دیئے۔ ساحر دوڑ گیا۔ میدان حق کے ہاتھ آیا۔ اِنَّ الباطِلَ کَانَ زَهُوقًا۔

مسلمانوں کی حالت بلحاظ اصل تعلیم سلام اور دوسرے یعنی مسلموں کی رسومات سے متاثر ہو جانے کی صورت میں بیان ہوئی اور اس ضمن میں اقسام علمائے حق و علمائے سوء اور تصوف، رہبانیت، سحر، شعبدہ بازی، خلافت ملوکیت، افراط و تفریط راہ توسط و اعتدال، احادیث موضوعات تفقہ فی الدین صحیح اور غلط، اسرائیلیات غلط تسمیہ، ید خلون

فی غیر دین اللہ افواجاً، نافرض شناسی، علمائے امت، اعراض اور دعوتِ دین و اصلاح امت، وما یغیر اللہ آہ وغیرہ بہت سے عنوانات کی توضیح، امراض، تشخیص اور علاج واحتیاط (پرہیز) کافی قلم بند ہوچکا۔ اب آئندہ جو بیان شروع ہوگا اس میں بھی اسباب مرض روحانی امت مسلمہ تشخیص علاج اور پرہیز بطرز خاص بیان کیا جائے گا تاکہ یہ بیان بجائے خود مکمل ہوجائے۔

جماعت: امت مسلمہ نے خیر القرون کے بعد اسرائیلیت کی ریس سے جماعت کا شیرازہ توڑ کر بھیڑ اور انبوہ کی شکل اختیار کر لی کیونکہ الحل بالحل پر جو عمل کرتا تھا۔ الذین فرقوا دینھم: کہیں عضین کا لفظ اختیار کیا ہے، کہیں کانوا شیعا کا۔ بنی اسرائیل کی قوم کا تو ایک نمونہ پیش کیا ہے ورنہ کوئی قوم بھی یہ عمل کرے اسی پر اس کا اطلاق ہوجائے گا، نہ کسی سے دشمنی اور نہ ہی کسی سے رعایت، اس کا قانون سب بندوں پر یکساں جاری ہے حتیٰ کہ انبیائے کرام بھی یا ان کی ازواج مطہرات ہوں۔ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا کیا حشر ہوا؟ نوحؑ کے پیارے بیٹے کا انجام کیا ہوا؟ فرمایا ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا بالیمین ثم قطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین الآیۃ۔ اور حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ قل ارایتم ان اھلکنی اللہ ومن معی او رحمنا فمن یجیر الکافرین من عذاب الیم الایۃ اور اے پیغمبر کی بیویو کہیں اس (گھمنڈ) (زعم) میں نہ رہنا کہ ہم تو پیغمبر صاحب کی ازواج ہیں انہیں بلکہ اگر گناہ کرو گی تو دنیا کی دوسری عورتوں سے تمہیں دگنی سزا (عذاب) دی جائے گی کیونکہ پیغمبر کے زیر تربیت رہ چکی ہو مثلاً اگر کوئی قانون کا عالم (وکیل) قانون شکنی کرے تو بہ سبب قانون اور سزا کے عالم ہوتے کے زیادہ اور یقیناً سزا کا مستوجب ہوگا۔

علیکم بخمسۃٍ السمع والطاعۃ الجماعۃ۔ الھجرت، والجھاد حدیث
جماعت کے بغیر شیرازۂ امت قائم نہیں رہ سکتا۔ سمندر کو اگر قطروں میں تقسیم کر دیا۔
جائے تو پھر باقی کیا بچے گا؟ صفر اور کرۂ ارض کو اگر ریزہ ریزہ کر دیا جائے تو اس
کا وجود ہی مٹ جائے گا۔ یہی حال امت کا ہے، اسی لئے فرمایا: وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا اور کُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ
فانقذکم فالّف بینکم وکنتم بنعمتہٖ اخوانا الآیۃ کُلُّ مُؤْمِنٍ اِخْوَۃٌ
حدیث اخوۃ کا لفظ قابل غور ہے۔ اخوۃ اخی کی جمع ہے یعنی حقیقی بھائی جیسے
اخوان حقیقی بھائی اور امت کی مثال قصر کی دی ہے کہ اس محل کا ہر امتی ایک اینٹ
ہے، پس اگر ہر اینٹ علٰحدہ علٰحدہ کر دی جائے تو پھر امت کا وجود کہاں باقی رہے گا
نماز با جماعت کی اتنی سخت تاکید ہے کہ خدا کی پناہ۔ ایک دن نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے روبرو فرمایا کہ جو لوگ اذان سن کر مسجد میں نماز با جماعت
میں بلا عذر نہیں آتے تو اگر ان مکانوں میں بیمار بچے، بوڑھے، ضعیف اور عورتیں
نہ ہوتیں تو میں ایسے گھروں کو آگ لگا دیتا ترجمہ حدیث۔ باقی نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم تو امت کو عملاً ایسی تعلیم دے گئے کہ "تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے
ہیں" کہلانے کا سچا نمونہ دکھا گئے یعنی کہ (صلوۃ خوف) میدان کارزار میں بھی نماز
با جماعت ادا کی۔ چنانچہ پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۱۱ میں آیا ہے: فَاِذَا كُنْتَ
فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا
اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ
طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ
اَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ
فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً۔ پس اے محمد جب تو ان میں موجود ہو تو ان

کے لئے نماز قائم کر (جماعت)، پس ایک گروہ تیرے ساتھ نماز ایک رکعت جماعت میں ادا کرے اور اپنے ہتھیار سنبھالے رکھے پس جب سجدہ کر چکے تو پیچھے ہٹ جائے اور دوسرا گروہ اس کی جگہ آجائے جس نے بھی نماز کی رکعت ادا نہیں کی پس اپنے ہتھیار اور حفاظت قائم رکھے کافر تو چاہتے ہی ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے بچاؤ سے غافل ہو جاؤ اور وہ تم پر ناگہاں ٹوٹ پڑیں۔

اگر تین فرض والی نماز ہے تو پہلی جماعت دو رکعت اور دوسری ایک رکعت امام کے ساتھ ادا کرے باقی اپنی اپنی پوری کریں۔

ایک مسلمان جنگل میں اکیلا ہے نماز کا وقت آجائے تو اذان کہے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اذان سُن کر وہاں پہنچ جائے اور نماز با جماعت ادا ہو جائے اور ستائیس گنا زیادہ ثواب مل جائے۔ فقیر کا تجربہ ہے کہ کوئی نہ کوئی آہی جاتا ہے جو کہ شان و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ یہ تجربہ چولستان میں ہُوا۔ ورنہ فرشتے تو شامل ہو ہی جاتے ہیں اور اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات کے اصول پر اذان کہہ کر نماز ادا کرنے والے کو ضرور ستائیس گنا ثواب ملتا ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت کے سکران سے ذرا ہوش آنے پر دریافت فرمایا کہ نماز جماعت آخر سہارا لے کر مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ کو مصلّے پر کھڑا کر دیا کیوں نہ ہو سہ ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادیٰ وَهُوَ مکظوم ولولا ان تدارکہ نعمتہ من ربہ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُوم فاجتباہُ رَبُّہٗ فَجَعَلَہٗ مِنَ الصّٰلِحِین۔

حکم الٰہی جو ہوا فتباء اعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ یقین کے لفظ کو عرب موت سے تعبیر کرتے ہیں جس طرح یتخبطہ الشیطان من المس سے مراد مرض صرع مرگی لیتے ہیں۔

مسلمان نوزائیدہ بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر کیوں سنائی جاتی ہے؟ کیا وہ شعور رکھتا ہے؟ یا تین جمروں پر منیٰ کے مقام پر حاجی صاحبان جو کنکر پھینکتے ہیں کیا وہ شیطان کے ماتھے، سر، آنکھ یا جسم کے کسی اور حصے پر لگتے ہیں؟ نہیں، بلکہ یہ محض تعمیل ارشاد ربانی ہے اور اظہار اطاعت حق یا اصول ایمان بالغیب۔

اذان کے متعلق بھی کچھ عرض کرتا ہے اگر قارئین کرام اذن دیں۔ کتاب الحیل کے مصنفین کے مسلک پر فرضی اذان (ہر دو کان) سے فرضی آواز متصور کر کے گوش گزار کیے دیتا ہوں۔ یہ مسئلہ تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچے ہر بالغ اور تندرست مسلمان کو جماعت میں آکر شامل ہو کر نماز ادا کرنا چاہیے ورنہ اس کا گھر نذر آتش ہونے کے لائق ہے۔ مگر آواز انسان کی فطری ہو۔ آلات لاؤڈ سپیکر وغیرہ کی آواز شرعاً قابل پذیرائی نہیں ہے۔ جس طرح عیدین کا رویت ہلال انسانی آنکھوں سے دیکھنا مقصود ہے نہ کہ دوربینوں سے دیکھا ہوا معتبر نہیں ہے۔

گزشتہ بیان قرنیب میں بنی اسرائیل کا کہیں ذکر آیا ہے اور یہود کی نسبت، مسلمانوں میں یہ خیال عام پایا جاتا ہے کہ ضُرِبَتْ عَلَیْہِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ اس سے دوام سمجھ لیا گیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین ہے نہ کہ محض رب المسلمین۔ اس کا قانون فطرت اٹل ہے۔ ومایغیر ما بقوم حتی یغیر ما بانفسہم عروج و زوال کا قانون بلا تغیر و تبدل ہے ہمیشہ جاری و ساری ہے۔ کسی شخص یا قوم یا جماعت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ آدمؑ سے لغزش ہوئی، اس سے جنتی زندگی چھن گئی۔ حضرت یونسؑ طیش میں آئے۔ ناراض ہو کر بھاگ گئے کہ میری قوم پر اللہ نے جب ایسا عذاب نازل کیوں نہ کیا۔ وہ تباہ و برباد کیوں نہ ہوئی بھاگتی جاگتی کیوں ہے؟ دور گئے۔ کشتی پر سوار

ہو گئے۔ کشتی ڈوبنے لگی، قرعہ اندازی سے تین دفعہ انہی کا نام نکلا۔ اپنے آقا کے باغی کو دریا بُرد کیا گیا۔ مچھلی نگل گئی۔ اس کے پیٹ میں کئی دن رہے۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ورد کرتے رہے آخر اللہ تعالیٰ نے خلاصی دی۔ مچھلی نے کنارے پر اگل دیئے۔ پھوس کی کٹیا میں رہے۔ ارنڈ کا درخت یا کدو کی بیل وہاں پیدا ہوئی، سایہ فگن رہی۔ آخر اس کی جڑ میں کرم لگ گیا اور وہ سوکھ گیا۔ سورج کی روشنی اور حرارت محسوس ہونے لگی اور درخت سوکھنے جانے کا افسوس کرنے لگے۔ جواب بذریعہ وحی ملا کہ تجھے صرف اس ایک پیڑ کے سوکھ جانے کا افسوس ہُوا مجھے تیری قوم کی آبادی ایک لاکھ اور مویشی وغیرہ اس کے علاوہ کا ان کی تباہی اور ہلاکت پر کتنا افسوس ہوتا۔ واقعی میں نے ہی تجھے بذریعہ وحی بتایا تھا کہ تیری خطا کار قوم تباہ و برباد کر دی جائے گی۔ یہ تقدیر تھی۔ پھر جب اس شہر کے بسنے والوں نے آثار عذاب دیکھے تو وہ سب بچہ بچہ بلکہ مع مویشی اور حیوانات شہر سے باہر کھلے میدان میں ہمارے حضور تائب دل سے ہوتے، اُوڑ گئے۔ میری رحمت جوش میں آئی۔ با اصول غلبت رحمتی علٰی غضبی عذاب مبدل بہ ثواب ہو گیا۔ یہ بھی تقدیر تھی۔ اور میں ہی ہوں خالق کل جس میں تقدیر بھی ہے۔ تقدیر خدا نہیں بلکہ خدا کی مخلوق ہے۔ کیوں کہ میری شان بھی ہے اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

مخالفین نے کچھ سوال کئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بتقاضائے بشریت نکل گیا کہ کل بتا دوں گا۔ انشاء اللہ نہ کہا۔ اس کے بعد اٹھارہ دن تک وحی نازل نہ ہوئی۔ مخالف مذاق اڑاتے لگے کہ محمدؐ کا خدا محمدؐ سے ناراض ہو گیا۔ ایک جگہ فرمایا۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا من الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ اور

ایک جگہ خود فرماتے ہیں: قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔

یہ تو حال تھا انبیائے کرام کا، اب امتوں اور قوموں پر خود ہی اندازہ لگا لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا کیا حال ہے، کیا مقام ہے۔ اس ذات عزوجل کو کسی فرد یا قوم کا نعوذ باللہ ڈر نہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ہم سب مخلوق اس کی اور محض اسی کی محتاج ہے۔ اس کا قانون تو یہ ہے کہ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِیْمٌ۔ بلکہ جو زیادہ شرارتیں اور سرتابیاں کر کے آ کر پاؤں پڑ جائے اس پر زیادہ دل پگھلتا ہے۔ یہ درست ہے قرآن حکیم سے ثابت ہے کہ یہود نے احکام الٰہی کی سرتابی کی۔ کبھی فَضَّلْنَا عَلَی الْعٰلَمِیْنَ تھی اور یاغی بھی اوّل درجہ اور نمونہ کی ہوئی۔ یہ کہیں ثابت نہیں کہ کسی فرد یا قوم کو اللہ میاں نے اپنی خدائی سے عاق کر دیا ہو۔ عروج و زوال کا قانون جملہ بنی آدم کے لئے یکساں جاری ہے اور جاری رہے گا۔ خلافت ارضی یا حکومت و دولت تا قیامت نہ مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے اور نہ ہی یہود و نصاریٰ یا ہنود وغیرہ کے لئے یہ جو فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم سرتابی اور ناشکری کرو گے تو تم سے یہ منصب چھین لیا جائے گا اور کوئی دوسری قوم تمہاری جگہ لائی جائے گی۔ اس دوسری قوم میں بنی اسرائیل بھی ہو سکتی ہے۔

امتِ مسلمہ میں بعض غلط نظریے اور مفروضے جاری ہیں اسی طرح شفاعت کے سہارے بزعم خود فسق و فجور سیر حاصل ہو رہا ہے جس طرح کفارہ مسیح کے غلط عقیدے۔ امت مسیح کو دیکھ لیجئے آج کس فسق اور کس فجور اور کس ظلم اور کس غرور سے مصئون و مامون ہے کہتے ہیں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ اور لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی اور لَنْ تَمَسَّنَا

النّارُ اِلاَّ اَیّامًا معدودات۔ کیا بعینہٖ یہ عقیدہ آج امت مسلمہ کا نہیں ہے؟ مگر حالت کیا ہے، سب پر عیاں ہی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
حکیم مطلق نے صاف صاف بتا دیا کہ نہ تو ان کی آرزوؤں کے مطابق کچھ ہوگا اور نہ ہی مسلمانوں تمہاری آرزوؤں کے مطابق ہوگا، سب قانونِ فطرت اور قانونِ عدل کے موافق ہوگا۔ زیادہ وضاحت کی ضرورت ہی نہیں۔ قوموں کا نقشہ سب کے سامنے ہے۔ عیاں را چہ بیاں۔ پدرم سلطان بود کہنے سے کہتے والا سلطان خلیفہ عمر فاروقؓ یا خلفائے راشدہ یا عمر بن عبد العزیزؒ ہرگز نہیں بن سکتا۔ اور فَضَّلْنَا عَلَی الْعَالَمِین والی قوم ضروری نہیں کہ ہر زمانہ میں فضیلت مآب ہی رہے گا۔ جیسی کا ہے چناں کا قانون تا قیامت جاری رہے گا۔ قانون ابدی ہے چونکہ ذات لایزال کا جاری کردہ ہے۔

یَدُ اللّٰہ فوق الجماعت۔ واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا ولا تفشلوا و تذھب ریحکم حدیث میں ہے ھُم و یَدٌ عام انگلیاں ایک ہاتھ کی بند کر کے گھونسا تا نا لوگوں کو سمجھایا کہ مسلمان اس مُکّے کی مانند ہیں۔ مثال سمجھائی کہ اکیلی اکیلی انگلیاں کمزور ہوتی ہیں، دشمن آسانی سے انگلی توڑ سکتا ہے لیکن مُکّے یا مٹھی میں مربوط انگلیاں دوسری طاقتور حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔ ھُم میرے اُمتی یَدٌ ایک مُٹھی یا بند ہاتھ کی مانند ہیں یعنی کَاَنَّھُم بُنْیَانٌ مَّرْصُوص۔ حکم ہے یعنی مشورہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اکیلا آدمی سفر نہ کرے۔ کم از کم دو ہوں۔ تین ہوں تو ان میں کا ایک امیر بنا لیا جائے تاکہ یَدُ اللّٰہ فوق الجماعۃ کی برکت شامل حال رہے۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا عَبِثًا
توضیح: تخلیق کائنات میں خالق کل اور حکیم مطلق نے بے شمار حکمتیں

اور مصلحتیں پنہاں رکھی ہیں۔ پھر انس وجن کی پیدائش میں خالق حقیقی کی عبادت اصل مقصود ہے، فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ اس کی تکمیل کے لئے انسان کو اکرام خلافت ارضی بخشا اور مسجود ملائک کا مشرف بنایا خلافت عبادت، طاعت، اطاعت وغیرہ ہر حالت میں توحید روح کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کے بغیر ہر چیز مردہ ہے، کالعدم ہے، اکارت ہے، فضول ہے، بارجان ہے، منحوس ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ خَلِیْفَه" اور "وَلَقَدْ کَرَّمْنَا" کی نورانی پیشانی پر ظلمت شرک کا بدترین، گہرا اور نمایاں داغ ہے بدترین اور سیاہ ترین، گہرا اور نمایاں داغ ہے۔ اسی لئے خاتم النبیین رحمتہ اللعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اولین اور اہم ترین فرض نبوت یوں ادا کیا: قَالَ یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا۔ زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں، عقلمند را اشارہ کافیست فقیر کا مسلک تو یہ ہے کہ ؎

کار دنیا کسے تمام نہ کرد   ہر چہ گیرید مختصر گیرید

جب خود انسان مختصر ہے اور اس کی زندگی بھی کلمح بالبصر تو پھر وہ چار گنتی ہیں جو کہ دو انگلیوں کے درمیانی فاصلہ کی عمر رکھتی ہے اپنی آرزوؤں کے پاؤں طویل کر کے کیوں بچھائے؟ شملہ بمقدار علم تو بزرگ ہی دراز کر سکتے ہیں چنانچہ ایک بزرگ نے تو خود خدا کو بھی اپنی طلبی پر یہ جواب دیا تھا کہ ؎

کار جہاں دراز ہے اب میرا انتظار کر

یہ تو بڑے آدمیوں اور امیروں کی ہی جرأت اور حوصلہ ہے۔ فقیر تو فقیر ہی ہے اس کا قلم بھی اتنی سکت نہیں رکھتا کہ منتظر کتاب کو یہ بھی کہہ سکے کہ" کار کتاب ہے بہت اب ذرا انتظار کر"۔

اقامِ الصّلوٰۃ: فاعبد ربك كانك تراه فان لم تراه فانه

بیرالئ . . . . الخ نماز کا اوّل اور اصلی درجہ تو یہ ہے کہ بحالتِ نماز گویا تو اللہ تعالیٰ مالکِ حقیقی کی ذات کا عینی مشاہدہ کر رہا ہے۔ یعنی اپنے دل کی آنکھوں سے تصورِ الٰہی میں محو ہے۔ ورنہ مادی آنکھوں سے اس مادی دنیا میں اللہ کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے تو حضرت کلیم اللہؑ کو رَبِّ اَرِنِی کے جواب میں من وراء حجاب آواز آئی تھی کہ "لَن تَرَانِی"۔ پس ہم کلیم اللہؑ سے درجہ میں بلند نہیں ہیں بلکہ بے حد پست ہیں، ہیچ ہیں۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ دنیا میں اللہ کا دیدار ممکن نہیں ہے اور الامن وَرَاءِ الحجاب سے بھی ثابت ہے۔

دوسرا درجہ نماز کا یہ ہے کہ نمازی ایسا تصوّر رکھے کہ میرا آقائے حقیقی مجھے اس عبادت کرتے وقت بنفسِ نفیس خود دیکھ رہا ہے۔ تیسرا اور آخری درجہ یہ ہے کہ ظاہر ارکان صحیح طور پر ادا کرے۔ قیام، رکوع، سجود، قعدہ وغیرہ کیونکہ ظاہر کا باطن پر اثر پڑنا لازم ہے۔ کوشش کرے کہ جو عمل وہ کر رہا ہے اور جو کلمات زبان سے نکل رہے ہیں ان کو سمجھنے اور یاد رکھنے کی پوری کوشش اور سعی کرے۔ جہاں غفلت ہو جائے وہیں سے پھر شروع کرے حتیٰ کہ دل میں بھی الفاظ کا مطلب یا کم از کم الفاظ کی یاد تازہ رکھے۔ یہی مشق جاری رکھے حتیٰ کہ مشق اور عادت طبیعت ثانیہ ہو جائے۔ جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میرا نفس مسلمان ہو گیا ہے۔

قرآن میں اقیموا الصّلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ سنا ہے کہ سات سو مرتبہ آیا ہے دونوں الفاظ میں جمع کا صیغہ اور "امر" ہے۔ ثابت ہوا کہ دونوں کا حکم اجتماعی شکل میں مقصود ہے نہ کہ انفرادی۔ نماز قیامِ روح کے لئے اور زکوٰۃ نظامِ معیشت کے لئے ضروری ہے۔ جس طرح نماز کی جماعتی حیثیت مطلوب ہے ورنہ بلا عذر انفرادی میں آگ سے ایسے گھر کو نذرِ آتش کر دینے کی سخت تہدید ہے اسی طرح

زکوٰۃ بھی اجتماعی مقصود و مطلوب ہے۔ انفرادی زکوٰۃ ہی نہیں، وہ کچھ اور چیز کہلا سکتی ہے۔ حملۂ تاتار کے بعد اس کی حالت بدل گئی۔ ہنگامی حالات سے تبدل ضروری تھا مگر علمائے امت نے سستی اور غلط تاویل سے اس کو اہمیت ہی نہ دی اور یہ ایک اہم اسلامی فریضہ شکل اختیار کر گیا، کیوں کہ امت سے حرارت ایمانی اور بصیرت بدعملی اور مداہنت کے سبب سے تقریباً مفقود ہو چکی تھی الا ماشاء اللہ۔ مگر الا ماشاء اللہ الا قلیل منھم کی حیثیت بن رہے اور رہیں گویا کہ ڈھولوں اور نقارخانوں میں طوطی کی آواز ہے۔ فقیر یہاں بھی محض اشارات پر ہی اکتفا مجبوراً کرے گا ورنہ یہ بیان تفصیل طلب اور اہم ہے، اس مقام پر گنجائش نہیں۔ علمائے حق قدم آگے بڑھائیں، لٹھیا پکڑ کر ایک ضعیف اور بوڑھا بھی چلنے کی جرأت کرے گا ورنہ کمزور ترین طوطی کی آواز کو سوائے "السمیع" کے اور کون سن سکتا ہے جس نے حضرت کلیمؑ اور اس کے کمزور ساتھیوں کو عین ضعف کی حالت میں ڈنکے کی چوٹ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کے روبرو اور اس کے اعیان وملا کے سامنے برملا کہہ دیا تھا: لا تخف انی اسمع وَ اَرٰی وَ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی۔

آج کا عالم زکوٰۃ کو اجتماعی تسلیم نہیں کرتا۔ میں پوچھتا ہوں کہ وہ کونسی زکوٰۃ تھی جس کی وصولی کے لئے منکرین زکوٰۃ سے مقاتلہ کرنے کے لئے صدیق اکبرؓ تن تنہا طیار ہو گئے تھے کہ زکوٰۃ کی اونٹ کی مہار کی ایک رسی تک وصول کر کے چھوڑ دوں گا، خواہ میرا اس جہاد اور معرکہ میں کوئی مسلمان (صحابہؓ) بھی ساتھ نہ دے۔ اور خواہ مدینہ خالی ہو جائے اور اگرچہ ازواج رسول اللہ کو بھی بے حفاظتی کے سبب جنگل کے درندے چیر پھاڑ کر کھا جائیں۔۔۔ رہا یہ سوال کہ زکوٰۃ کا وصول کرنا خلیفہ یا امیر کا کام ہے اور مرکزی خلافت کا شیرازہ یلغارِ تاتار سے بکھر چکا ہے، بیت المال

ہی نہیں رہا۔ سوال ہے کہ سفر میں جب پانی وضو کے لئے نہ ملے تو کیا تیمم کی اجازت نہیں ہے؟ اِن لَّمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ۔ آیۃ۔ نماز جمعہ با جماعت کا بھی تو آخر انتظام علماء نے کر ہی لیا تھا نا معیشت کے بغیر قیام و بقائے امت نہیں رہ سکتا۔

فقیر نے بھائی حکیم محمد خاں صاحب اور عزیزم مظہر الحق اور بشیر الحسن کے تعاون سے ریاست پٹیالہ جیسے فرعون کے عہد میں زکوٰۃ اور عشر کا نظام اجتماعی طور پر کچھ قلیل سی ترمیم کے ساتھ باقاعدہ جاری کر دیا تھا جو بہت کامیاب اور مفید رہا۔ مفلس لوگوں کو بنیے کی ڈیوڑھی سوائی کے پنجہ سے مخلصی مل گئی ضرورتمندوں کو سودی قرض سے نجات ملی، کاشتکاروں نے زکوٰۃ فنڈ سے بیل اور بیج خریدے قرض واگذار ہوئے۔ زمین مرہونہ فک کرانے کے کنارے تک اور بیت المال بھرال خدا کے فضل سے پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ تقسیم ملک کے انقلاب میں قصبہ گھرال بھی تباہ ہو گیا۔ اجڑ کر ہم لوگ مالیر کوٹلہ کیمپ میں رہے۔ رجسٹر حساب زکوٰۃ و عشر اب تک میرے پاس موجود ہے، جس صاحب کو خواہش ہو وہ شوق سے ملاحظہ کر سکتا ہے۔ جو روپیہ موجود تھا وہ مالیر کوٹلہ کیمپ میں مہاجرین کو تقسیم کر دیا۔ اللہ اللہ خیر سلاّ

وَلَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۔ اسوہ مہمات

اُسوۂ حسنہ: بیں ثبات قدم بر حدیث ہے: بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔ حضرت عائشہؓ سے کسی صحابیؓ نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق کیا تھا؟ جواباً فرمایا کہ اگر کسی نے خلقِ رسولؐ (محمدؐ) دیکھنا ہو تو کتابی شکل میں قرآن موجود ہے۔ اور اگر قرآن مجسم دیکھنا ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات موجود ہے اسے دیکھ لے۔ اسلام کا دوسرا نام حسنِ خلق ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ تخلقوا باخلاق اللہ حدیث میں ہے کہ خوش خلق انسان کے پاس

جاؤ وہاں برکت ملے گی ۔ ایک عورت تہجد گزار تھی مگر اس کے ہمسائے اس کی بدخوئی سے نالاں تھے ۔ فرمایا کہ وہ جہنمی ہے ۔ اور ایک عورت زیادہ عبادت نہیں کیا کرتی تھی مگر اس کے ہمسائے اس سے خوش تھے اور امن و عافیت میں تھے اور وہ عورت جنتی ہے ۔ تخلقوا باخلاق اللہ ۔ بدخو کو بئس القرین فرمایا ۔ خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاس ۔ ایسا انسان نعم القرین ہے ۔ حسن المرء ترک ما لا یعنی اسے حضرت مولانا الیاسؒ نے بطور پرہیز قرار دیا ہے ۔ اور یہ صحیح ہے ۔

حسنِ عادت کے لئے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

اس کا مادہ ہے سلم (سلامتی) سلم بمعنیٰ سلامتی ہے ۔

اسلام کیا ہے ؟ خود بھی سلامت اور اس سے ہر قسم کے بنی نوع انسان ہی نہیں بلکہ ہر مخلوق سلامت ۔ اللہ تعالیٰ کا نام السلام ہے ۔ مسلمان کو حکم ہے ۔ تخلقوا باخلاق اللہ ۔ اسلام کا ایک اصول تشہیر سلام ہے ۔ السلام علیکم اس کا شیوہ ہے ۔ آزما کر دیکھو سلام میں سبقت کرو ، بدظن بھی تمہارا دلی دوست بن جائے گا ۔ حسنِ خلق کے مظاہرہ کا بہت مؤثر ذریعہ ہے ۔ السلام علیکم کہنے والے کو دس نیکیاں ملتی ہیں ، وعلیکم السلام والے کو بھی دس ۔ جو سبقت سلام میں کرے گا وہ دوسرے کو دس نیکیاں دلانے کا بھی سبب بنے گا ۔ پس اس چیز کا اجر بھی سبقت کرنے والے کو مزید ملے گا ۔ حضرت مبارک سبقت سلام کرتے ہیں کرتے ، بچوں کو بھی سلام کرتے ۔ افشائے سلام مومن کا شیوہ ہے اور جنتیوں کی خصلت ۔ قَالُوْا سَلَامًا سَلَامًا ۔ آپس میں جنتیوں کا کلام سلام ہی سلام ہوگا ۔

تحریک ختم نبوت میں جسٹس منیر نے کوہ مری سے بھی اونچے پاکستانی علمائے کرام سے اسلام کی تعریف دریافت کی ۔ سنا ہے کہ اس سوال میں تقریباً سب فیل ہو گئے ۔

کتنی شرم کا مقام ہے۔ ان میں سے بعض تو خدا کو پیارے ہو گئے اور بعض قربانی کی کھالیں حکماً جمع کر کے اپنا حلوہ مانڈا چلا رہے ہیں۔ اور ایسے بھی ہیں جو اسلام کے ساتھ سوشل ازم کا پیوند لگا کر اپنی اغراض ملک سے باہر سے نہایت مخفی اور پر اسرار طریق سے پوری کر کے قوم کو اُلّو بنا رہے ہیں اور زبان حال سے کہتے ہیں آخری آیتِ قرآنی الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا میں تحریف معنوی کر کے التحل یا لنحل اور اکلاہون السمت کی تکمیل واتمام اور رضا کر رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مولوی عبدالعزیز ملسیانی ساہی وال فارم والوں نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا۔ کہ ایک بزرگ کے کوئی مہمان آیا۔ اسے یہ کہہ کر بازار میں ساتھ لے گئے کہ چلو کچھ کما لائیں۔ وہ ساتھ ہولیا۔ پہلے دکاندار کو مولوی صاحب نے السلام علیکم کہا اس نے جواب دیا۔ اسی طرح دوسرے، تیسرے چوتھے۔ الغرض تمام دکانداروں کو سلام کرتے اور جواب لیتے ہوئے تمام بازار میں گشت مقدس کرتے ہوئے واپس گھر مع مہمان آ گئے۔ مہمان نے پوچھا کہ حضرت سودا تو کچھ لی نہیں کیا یونہی خالی جھولی واپس چلے آئے۔ فرمایا کہ یہ تھوڑی کمائی ہے کہ ایک سو دکاندار کو سلام کیا اور دس دس نیکیاں مفت حاصل کیں (۱۰۰×۱۰=۱۰۰۰) ایک ہزار نیکیاں چند منٹوں میں حاصل کر لیں۔ فاعتبروا ایسی بصیرت قلبی لا یلقاھا الا الصابرون۔

علم

عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ فَقَالَ اَنْبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ ھٰٓؤُلَآءِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ قَالُوْا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْم ـ قَالَ يَآ اٰدَمُ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّا اَنْبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۔ قرآن حکیم کی پہلی آیت یہ نازل ہوئی ۔ غارِ حرا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مبارکؐ کو اپنے سینے سے بھینچا اور فرمایا : اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ وَرَبُّكَ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔

خیر القرون میں عالم وہ شخص کہلانے کا مستحق ہوتا تھا جو جتنا جانتا تھا اس پر عمل پیرا بھی ہوتا تھا ، ورنہ نہیں ۔ قرآن کی جتنی آیات پر جو عمل کرنے میں حاوی ہو جاتا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ میں نے اتنی آیات سیکھ لی ہیں اگرچہ اسے پورا قرآن پڑھنا آتا تھا ۔ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور عربوں کی مادری زبان ہی عربی تھی ۔ خیر القرون میں جس شخص کو سورۂ بقر آتی تھی تو اسے لشکر کا امیر اور ملک کا گورنر (حاکم) بنا دیئے جانے کے قابل سمجھا جاتا تھا ۔ اس پر اس منصب کا بھروسہ کر لیا جاتا تھا ۔

علم کیوں کر اور کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

علمنا ومن لدنا علما کی یونیورسٹی یا دار العلوم کے ذریعے سے ۔ یہاں صرف ایک مثال ملاحظہ فرمایئے ۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ (حق اور باطل میں فرق اور امتیاز کرنے والے) ان پڑھ تھے ۔ ایک دفعہ ان کے عہدِ خلافت میں اثنائے سفر ساتھیوں کے ہمراہ ایک جنگل سے ان کا گزر ہوا ۔ اچانک ایک درخت کو تاکنے لگے ۔ لوگوں نے سبب پوچھا ، بتایا کہ ایک وقت تھا جب میں اپنے اونٹ چرایا کرتا تھا ۔ میرے ابا جان نے مجھے اس درخت کے

تیرے اس جرم میں بیٹا تھا کہ تجھے تو اونٹ چرانا بھی نہیں آتا۔ اور وقتِ الٰہی دیکھو کہ اب میں قوموں کی رہنمائی اور جہاں بانی کر رہا ہوں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی استاد کے آگے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا خدائے تعالیٰ نے اس میں یہ حکمت رکھی کہ چالیس سال کی عمر میں جب دعویٰ نبوت و رسالت کریں گے تو مخالف لوگوں کو یہ بات کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ تو فلاں شخص سے سیکھا ہوا ہے۔ اسی لیے تو اُمّی (مادر زاد اَن پڑھ) کہلائے اور غارِ حرا میں بھی صاف اور حق گوئی سے کام لیا، یعنی اقراء کے جواب میں فرمایا: مَا اَنَا بِقَارِیٍ (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں)

خیر القرون کے اکثر حضرات بظاہر اَن پڑھ تھے مگر عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَا کُلَّھَا سے عملی متصف۔ تاہم امت کو علم کی ترغیب و تحریض دلائی۔ العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان یعنی سامان روح وجسم حاصل کرو۔ العلم فریضۃ عَلٰی کُلِّ مُسلم ومُسلِمۃ۔ اطلبوا العلم ولو کان فی الصین۔ علومِ دین جس طرح ضروری ہیں علومِ دنیوی بھی اسی طرح لازم ہیں۔ روح جسم کے بغیر نہیں رہ سکتی جس طرح مغز بادام چھلکے کے بغیر پرورش پا کر مکمل نہیں ہو سکتا۔ اصل مقصود دین اور آخرت ہے، اس کے حصول کے لیے جتنے علوم اور زبانیں سیکھی جائیں گی، وہ عین دین ہی متصور ہوں گی۔

ایک دفعہ جنگی قیدیوں کی رہائی کی یہ شرط ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کی تھی کہ ایک قیدی اپنی زبان دس دس مسلمانوں کو سکھائے اور قید سے رہائی پائے۔ ظاہر ہے کہ جب ہم غیر قوموں اور مخالفوں کی زبان اور رسم و رواج اور قانون سے ناواقف ہیں تو ان سے صلح اور جنگ کی بات اور شرائط اور سیاسی فیما بین معاملات کیسے طے کر سکیں گے؟ ترجمان کون بنے گا؟ ہمارا وزیر خارجہ اور سفیر

کون بنے گا؟ کیوں کہ غیر زبان پڑھنی سیکھنی تو حرام قرار دی ہوئی ہے۔ سب سے بڑھ کر تبلیغ اسلام غیر اقوام اور ممالک میں کیسے کریں گے؟ مصنوعات زندگی آلات حرب وضرب، علم ایٹم بم، ہوائی اور سمندری آلات حرب، سیاست بین الاقوامی کیسے سمجھیں گے؟ اطلبوا العلم ولو کان فی الصین سے کیا مراد تھی۔ کیا اس وقت ملک چین میں نماز روزہ وغیرہ کے مسائل سکھائے جایا کرتے تھے۔ فَاعْتَبِرُوا یَا اَیُّهَا النُّسَامُون "انگریزی پڑھنا حرام ہے" کے مفتیان اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرمائیں۔ ہندوستانی مسلم دوسری قوموں سے پچاس سال پیچھے رہ گئے، افسوس صد افسوس۔

علم تفسیر است وفقہ است وحدیث ہر چہ داند غیر ازیں گردد خبیث

کی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ ایک ایمانی بزرگ نے فرمایا ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں بباید گفت اینک ماہ پروین

گفتہ او گفتہ اللہ بود، فقیر تو کم از کم کہنے کو طیار ہرگز نہیں ہے۔

یورپ کے علوم سیکھ کر لوگ کمیونسٹ بن جائیں یا اور کسی گمراہی اور غلطیوں میں بھٹک جائیں اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں، ورنہ تحصیل علوم وفنون کا کوئی قصور نہیں۔ کہیں قصور شہر ضلع لاہور والا نہ سمجھ لیا جائے۔ جیسا کہ حضرت بلھے شاہ نے اُچ والے سید صاحب کو کسی خط کے جواب میں لکھا تھا کہ آپ اُچ میں رہ کر اپنے (اُدھ بیچے) ہیں اور میں قصور میں رہ کر قصوری (گنہگار خطا کار) ہوں۔

علم رحمانی ترا یارے بود علم شیطانی ترمارے بود

علم وفنون کا کوئی قصور نہیں۔ جیسے تلوار کو لیجیے، یہ ظلم کے راستہ میں چلتی ہے اور حق کے راستہ میں بھی یہی حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت حسینؓ کا سر قلم کرتی ہے اور یہی تلوار ابوجہل فرعون مکہ اور اس قسم کے اعداء اللہ اور اعداء الدین کو

بھی کیفرِ کردار تک پہنچا دیتی ہے۔ گھوڑا اس کی قسم خود اللہ تعالیٰ نے کھائی ہے۔ والعادیات ضبحاً ۔۔۔ الخ اور خیل مسوّمۃ اور کئی جگہ عزت و توقیر سے ذکر کیا ہے۔ مجاہدین اسلام اور صلاح الدین ایوبی اور انور پاشا کے بھی گھوڑے ہی تھے، ادھر فرعون اور اس کے سرداروں اور لشکر رسالے نے بھی تو مظلوم موسیٰؑ اور بنی اسرائیل پر چڑھائی کی تھی۔ ہر چیز میں خیر بھی ہے اور شر بھی، اعتماد نوعیتِ استعمال پر ہوا کرتا ہے۔ اب تو بہت دوڑ دھوپ ہو چکی، اس توسن مضمون کو بھی اس کے اصطبل اسلام کے تھان پر اگاڑی پچھاڑی لگا کر چرنے یا توبڑے میں دانہ یا نہاری ڈال یا پانی پلا کر باندھ کر آرام دلانا چاہیے۔ فقیر کی تو یہی رائے ہے، امید ہے ناظرین کتاب بھی کرھاً نہیں بلکہ خدا کے فضل سے طوعاً ہی مجھ غریب کے حق میں اپنا قیمتی ووٹ دے کر مشکور نہیں بلکہ شکریہ کے مستحق ہوں اور مشکور تو فقیر ہوگا اور ممنون بھی۔ پیشگی جزاکم اللہ قبول فرمائیے۔ باصول اعصر حمراً

ہاں ابھی ایک شبہ کا حل کرنا ضروری ہے۔ غور فرمائیے گھوڑے کی جو قسم کھائی ہے وہ نہ تو عمر فاروق کے اور نہ ہی فرعون کے گھوڑے کی بلکہ جس جانور سے خیر کا عمل سرزد ہو اس کی تعریف کی ہے، وہ چاہے فرعون کے گھوڑے سے عمل میں آئے۔ اور نہ قسم فاروق اعظمؓ کے گھوڑے کی، اگر اس سے برا عمل نمایاں ہو۔ اسی طرح وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ ہر آدم کو شرافت و کرامت نہیں بخشی بلکہ جس آدم سے کرامت کا عمل ظاہر ہو اس عمل کی تعریف ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ نے تو فیصلہ ہی کر دیا۔ اب فقیر بھی آئندہ شیخی نہ بگھارے، سوچ سمجھ کر ہی وَلَقَدْ کَرَّمْنَا دعوے کیا کرے، نہ زیادہ ڈینگیں نہ مارا کرے۔ اللہ ملہم غیبی نے ابھی ابھی یہ نکتہ فقیر کے قلب سیاہ پر روشن کیا ہے یعنی ایک سنہری اصول موصیت

کر دیا۔ اور فقیر نے بخل سے کام نہیں لیا، باصول خیر الناس فی الفور افشا کر دیا۔ ہر بھائی اس سے مستفید ہوا کرے، یہ اللہ کی بخشش میرے ذریعہ سے فیض ہو رہی ہے۔ الحمد اللہ۔

اصحابی کالنّجوم

میرے اصحاب کی مثال آسمانی ستاروں کی ہے جس صحابی کی پیروی کروگے۔ راہ ہدایت پالوگے۔ کیوں کہ خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم اس لئے کہ وہ بشیراً و نذیراً و قمراً منیرا کے نور سے منور ہوئے ہیں اور مجسمۂ قرآن اور خلقہ القرآن، بالمومنین رؤف رحیم اور صادق و مصدوق رحمۃ اللعالمین کے تربیت یافتہ تھے، بلحاظ ستارہ کی سمت اور بلحاظ روشنی کے۔ اسی لئے جہاں جہاں اسلام بذریعہ صحابہؓ پہنچا اصل شکل میں تھا، حشو اور زوائد سے پاک رہا۔ فروعات میں جو اختلاف ہوا وہ قدرت کی طرف سے مصلحت تھی۔ مختلف ممالک کے مخصوص حالات اور مختلف الطبائع اور خلاف اور آب و ہوا وغیرہ کی عدم یکسانیت سے ہوا جو کہ اکثر عبادات میں تھا۔ علمائے عادلین اس کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں کرتے، کم علم اور کم فہم لوگ ہی اس کو ہوا دیتے رہتے ہیں کیوں اس کے بغیر ان کو کوئی نہیں پوچھتا اور اکالون السحت کی حرام خوری کا بازار ماند پڑ جاتا ہے۔ ایسے علمائے سوء کا نقشہ ایک فارسی نظم میں حصّہ دوم کے اخیر میں دکھایا گیا ہے، وہاں ملاحظہ فرمایئے۔

کتاب و سنّت

الکتاب قرآن حکیم سُنّت عمل و قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قرآن

مکمل ضابطہ حیاتِ انسانی ہے اور سنّت اس کی تفسیر ہے سنت اور اخلاص کا
آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور لازم و ملزوم ہیں چنانچہ خلق الموت والحیات
لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ احسن، عملا میں احسن عمل کی احسن عمل کی تعریف یہ ہے کہ سنّت
کے مطابق ہو اور عمل میں اخلاص ہو، پھر اگر عمل سنّت کے مطابق ہو مگر اس میں اخلاص نہ ہو
تو اسے احسن عمل نہیں کہہ سکتے، اور اگر اس میں اخلاص تو ہو مگر سنت کے مطابق
نہ ہو تو اسے بھی عمل احسن نہیں کہہ سکتے۔ ہر عمل کا یہی حال ہے۔

ہم جتنے اعمال بھی سنت کے مطابق اور مخلصانہ کریں گے ہمارے دلوں میں
اسی قدر نورِ ایمان بابصیرت قلبی کا اضافہ ہوگا، اور جس قدر ہمارا عمل سنّت اور
اخلاص سے خالی ہوگا اسی قدر ہماری روح (قلب) پر ضلالت کی ظلمت چھائی
رہے گی اور ظلمات علی ظلمات کا اضافہ ہوتا رہے گا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ
ھٰکَذَا الظُّلُمَات۔ اور پہلی صورت میں نورِ ہدایت سے ہمارے قلوب نور
علی نور ہوتے جائیں گے۔ اَللّٰھُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِکَ وَرُشْدِکَ
کیسا بابرکت دور تھا وہ کہ ایک مسلم (اُمّتی اپنے نبی کریمؐ سے ایک ہدایت، حکم
سُن کر فوراً بے ساختہ، بغیر پس و پیش، بے سوچے سمجھے بے "چہ" و "چوں" پکار ا
اٹھتا تھا، کیا؟ لا لذید فیھا ولا القص کیوں کہ انہوں نے اپنے مالک کا یہ
حکم پڑھا یا سُنا ہوا تھا۔ اَمْ تسئلوا رسولکم کَمَا سُئِلَ مُوْسٰی مِنْ قَبْل۔
قَالُوْا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ مَا ھِیَ پھر کہا مَا لَوْنُھَا پھر بھی باز نہ آئے کہا
مَا ھِیَ ان البقر تشابہ علینا الخ قال انہ یقول بقرۃ لا ذلول
ولا تسقی الحرث ولا شیۃ فیھا قالوا الئٰن جئت بالحق فذبحوھا
وما کادوا یفعلون۔

لا نزید فیھا ولا ننقص کا اصول امت نے بھلا دیا اس لئے ٹبے ٹوبیاں

کھا رہی ہے اور ذلیل ہو رہی ہے۔ تنقیص الارض اور غیر مسلموں کے زیر سایہ ہو رہی ہے اور انتم الاعلون کی بجائے اسفل ہے۔ جہاں کہیں بھی ہے یہود کی طرح بندوں کی رسی میں بندھ گئی ہے۔ امریکہ، روس اور چین کی مضبوط زنجیروں میں مقید ہے۔ توسط اور عدل اور حسن عمل چھوڑا۔ لتنسوا اللہ فالنسا کتم یعنی تم نے اللہ کا دامن چھوڑ دیا اس نے بھی تمہیں بھلا دیا فاعتبروا یا ولی الالباب، لعلکم تکونون توابون وتکونون عباد اللہ مخلصین له الدین حدیث۔

اعجاز قرآنی

گوئٹے" جرمنی کا ایک مشہور فلسفی اور شاعر لکھتا ہے کہ میں نے قرآن کا مطالعہ کیا تو بے جوڑ اور بے ربط الفاظ کا مجموعہ نظر میں آیا پھر میں نے اس کے مدعی کی سیرت پڑھی جس کا دعویٰ ہے کہ قرآن مجھ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے میں متحیر رہ گیا کہ ایک عربی ان پڑھ انسان نے عالم انسانی میں ایک انقلاب کم مدت میں کیوں کر کر دیا پھر قرآن پڑھا تو اس کی بے مثال گہرائی سے متاثر ہوا، اور تیسری دفعہ پڑھا تو میں اس کتاب میں گم ہو گیا، بالکل کھو یا گیا۔

اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔

سبعہ معلقہ زمانۂ جاہلیت میں مشہور شعرائے عرب اپنا کلام دروازۂ کعبہ پر اس ادعا کے ساتھ آویزاں کر دیا کرتے تھے کہ اس کے مقابلہ

میں لائے۔ چنانچہ سبعہ معلقہ یعنی سات قصیدے عربی مشہور ہیں اور اب بھی وہ اونچے درجہ کی عربی درسگاہوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں نے بھی سورہ کوثر لکھ کر کعبہ شریف کے دروازہ پر لٹکا دی۔ معاملہ بعینہٖ ویسا ہی ہوا جیسا کہ ساحرانِ فرعون کے ساتھ عصائے موسوئؑ کا ہوا۔ اسے دیکھ کر چوٹی کے ساحر فوراً پکار اُٹھے کہ اٰمَنَّا بِرَبِّ مُوسٰی مَا هٰذَا السِّحر چنانچہ باکمال شعرائے ہر چند طبع آزمائی کی مگر اس میں ناکام رہے۔ آخر ان تین آیتوں کے آگے مزید ایک فقرہ بطور شکست اور بہ اعترافِ صداقت لکھ دیا۔ مَا هٰذَا قول البشر۔

یہ جزیرۃ العرب کی ادبی ہزیمت تھی اور اعترافِ غلبۂ اسلام

پیشگوئیاں قرآنی

تمام صحیح ثابت ہوتی رہیں اور ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی، مثلاً

الف۔ غُلِبت الروم فی ادنی الارضِ وَهُمْ من بعد غلبہِم سَيَغْلِبُونَ فی بضع سنین۔

ب۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ فَعَلِمَ مَا فِی قُلُوبِہِم فانزل السکینۃ علیہم و اثابہم فتحاً قریبا و مغانم کثیرۃ یاخذونھا و کان اللہ عزیزاً حکیما۔ وعدکُمُ اللہ مغانم کثیرۃً تاخذونہا فَعَجَّلَ لکم ھذہ وکف ایدی الناس عنکم ولتکون آیۃً للمومنین

ج۔۔ ولو قاتلکم الّذین کفروا لوَلّوا الادبار ثم لا یجدون وَلیاً وَلَا نصیرا۔

د۔ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُولَہُ الرّوئیا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شٓء اللّٰہ آمنین محلقین رؤسکم ومقصدین لاتخافون فَعِلمَ مَا لَمْ تَعلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُونِ ذَالِکَ فتحاً قریباً۔

احادیث میں بھی اکثر پیشنگوئیاں موجود ہیں، طوالت کے سبب حوالہ نہیں دیا گیا۔ فقیر

مسجد

اَوّل بَیْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ بِبکّۃ مُبارکۃً۔ اللہ کی عبادت کے لئے بندوں کے لئے سب سے پہلا گھر بیت اللہ شریف یا مسجد الحرام (حرمت والی مسجد) شہر مکہ معظمہ میں تعمیر کی گئی، جسے بیت العتیق بھی کہا گیا ہے اِذْ یَرْفَعُ ابراھیم القواعد من البیت واسماعیل۔ واذجعلنا البیت مثابۃ للنّاس وامنا۔ واذعھدنا الی ابراھیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطّائفین والعاکفین والرّکع السجود۔ امتداد زمانہ سے بتقاضائے حالات اس قبلہ کی بجائے مسجد الاقصیٰ قبلۂ مومنین قرار پائی۔ حتٰے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور نبوت آیا اور یہ قبلہ تبدیل ہو کر قبلہ اوّل پھر بحکم الٰہی اختیار کیا گیا۔ چنانچہ اس میں سچے اور پکے مومنین کی آزمائش بھی ناگہاں انضباط حکم کی تعمیل تھی آیت نازل ہوئی۔ قَدْ نرىٰ تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبلَۃً تَرضٰھَا فَوَلِّ وَجھکَ شَطرَ المَسْجِدِ الحَرام۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبلَۃَ الّتِی کُنْتَ عَلَیْھَا اِلّا لِنَعلَم مَنْ یتبع الرّسول مِمَّنْ یَنْقَلِبُ عَلیٰ عَقِبَیْہِ وَاِنْ کانت لَکَبِیرَۃً اِلّا علی الَّذِینَ ھدی اللّٰہ وما کان اللّٰہ لِیُضِیعَ ایمانکم انّ اللّٰہ بالنّاس لَرَؤُفٌ رَّحِیم۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پہلی مسجد جو تعمیر ہوئی وہ مسجد قبا ہے جس

کی نسبت قرآن میں آیا ہے ، مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی ۔ اس کے بعد مسجد نبوی تعمیر ہوئی ۔ تین مسجدیں مسجد الحرام، مسجد اقصٰی اور مسجد نبوی ایسی ہیں ۔ کہ جن کی زیارت کے لئے سفر اختیار کرنا جائز ہے جسے حدیث اصطلاح میں شدُّ الرحال کہتے ہیں، یعنی اونٹ کے کجاوے کسنا ۔ مراد یہ کہ سامان سفر مکمل کرنا ، جو یوسف[؏] نے اپنے بھائیوں کے لئے طیار کیا ۔ قرآن میں آیا ہے جھز بجھازہ ۔

ان تین عمارتوں کی زیارت کے سوائے اور کسی بھی جگہ بہ نیت ثواب ارادۂ سفر کرنا منع ہے ۔ حدیث میں "الا ثلاثہ" کا لفظ موجود ہے " من حج البیت ولم زار قبیری جفا رنی " حدیث نہیں ہے موضوع ہے ۔ ہاں مسجد نبوی کی زیارت کا ارادہ کر کے جائیے ۔ اس عمارت سے ملحقہ قبر مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہے ، مگر اس عمارت کو جس کے اندر قبر اطہر ہے اسے چومنا جائز نہیں درود شریف مسنون ، اور مسنون طریقہ اختیار کرنا چاہیئے ، قبر مبارک کچی تھی اور اب بھی اندر اصلی شکل میں ہے ۔ اس کے اوپر جو شاندار عمارت موجود ہے وہ خلفائے بنی اُمیہ نے تعمیر کرائی بمع سبز قبہ (گنبد) اور موجودہ پختہ مسجد نبوی جس کی تعمیر کے سلسلہ میں ہرقل عیسائی بادشاہ روم نے ایک سو اونٹ لاد کر عمارتی قیمتی پتھر اور دوسرا سامان بطور دوستانہ تحفہ یا اعانت بھیجا تھا ۔ مسجد بیت الحرام مکہ میں ایک نماز یا ایک نیکی مالی یا قولی یا بدنی کرنا لاکھ گنا حصول اجر کا درجہ ہے اور اسی طرح مسجد نبوی میں پچاس ہزار نماز اور مسجد اقصٰی میں پچیس ہزار گنا ۔

مقام غور ہے اصحابہ کرام[رض] اکثر تبلیغ دین کے لئے عجمی ممالک میں دور دراز یعنی چین تک پھیل گئے اور ان کی قبریں بھی ممالک غیر میں ہی بنیں ، اکثر کا تو پتہ اور نشان بھی کہیں نہیں ہے ۔ اس سے ثابت ہوا کہ فریضہ تبلیغ کا کام کتنا

اونچا ہے۔ اس راستہ میں چلنے سے جو گرد وغبار جسم پر پڑتا ہے وہاں جہنم کی آگ تو درکنار بلکہ دوزخ کا دھواں لگنا بھی حرام ہے۔ ایک صبح یا ایک شام اس راستہ تبلیغ میں چلنے والے کے حق میں چیونٹیاں دریا میں مچھلیاں، پرندے ہوا میں یعنی سب جاندار دعائیں بدرگاہ رب العلمین بخشش کے لئے مانگتے ہیں۔

سنا ہے کہ بیت المعمور خانہ کعبہ مشرفہ کے عین اوپر آسمانوں میں موجود ہے جہاں دن رات اَن گنت فرشتے عبادت الٰہی میں مسرور رہتے ہیں۔

اِنَّ المَسَاجِدَ لِلّٰہِ فَلا تَدعُوا مَعَ اللّٰہِ احدا۔ یہ اُس کا حکم ہے جس کی عبادت وطاعت کے لئے مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں۔ اس میں اور کسی ہستی کا نام اس احترام سے لینا جس طرح اللہ تعالیٰ کا لیا جاتا ہے حرام ہے، شرک ہے۔ مثلاً یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ وغیرہ۔ یا مسجد کے دروازے پر کلمہ بالا لکھنا یا یہ مسجد حنفی ہے یا اہل حدیث ہے یا شیعہ ہے، بریلوی ہے، دیوبندی ہے جہلائے مکہ کہا کرتے تھے نحن سَقَایَۃَ الحاج وعمارت لمسجد۔ مسجد کے آباد کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہاں لوگ بکثرت عبادت کیا کریں نہ کہ شاندار عمارت قیمتی محض تیار کر دینا اور پھر اُس کے دروازے میں باری باری آکر کھڑے ہوکر جھکنا اور رمائی مسجد کو سلام کرکے یکے بعد دیگرے واپس لوٹ جانا یا دور تک رجعت قہقری مسجد کے احترام میں اختیار کرنا اور بیٹھ اس معصوم بے زبان مائی کی طرف نہ کرنا۔ یا اس عمارت کو بجائے عبادت کے کلب بنا لینا اور محض سیاسی بحثیں اور دنیاوی بہبودی یا خوش مذاقی کی تفریحی باتیں کرنا، مناظرے، مجادلے اور مقابلے کی باتیں کرنا۔

اگر

خلاف اور ناموافق عقیدہ کا مسلمان بے خبری سے وہاں عبادت کے لئے اتفاقاً

آنکلے تو اسے ذلیل کر کے معاندانہ اور سخت رویہ اختیار کر کے اسے فوراً مسجد سے باہر نکال دینا۔ مثلاً کوئی اہل حدیث یا سلفی کہلانے والا حنفی نامی مسجد میں آجائے تو اسے غیر مقلد اور وہابی بلکہ کتا وہابی کہہ کر حقارت سے دھکے دے کر نکال دینا اور یا بزعم ان کے ایک مسجد اہل حدیث نے تعمیر کی۔ رجسٹری بھی تیس روپے فیس سب رجسٹرار کے دفتر میں داخل کر کے قبضہ اپنا یعنی جماعت کا یعنی معصوم فرشتوں کا جما لینا اور دعویٰ عمل حدیث اور توحید کا۔ اگر کوئی بھول کر حنفی عقیدہ کا مسلمان وہاں عبادت کے لئے آنکلے تو داخل ہونے سے پہلے اسے متنبہ کرتا کہ بھائی مسافر یہاں تو کھونسٹروں کے ساتھ نماز پڑھائی جاتی ہے، کیا تجھے قبول ہے، یہ کلمہ امام مسجد اور مولوی امام مسجد کا ہے۔ یہ مولوی صاحب جن کا ذکر ہے اوڈ قوم کے تھے اور عالم تھے، مالیر کی مسجد اہل حدیث کے تھے۔ جب ایک عالم مولوی نور محمد مرحوم مصنف رسالہ "شہباز شریعت" بمقابلہ "رنگیلی بلبل" صوفی مولوی ان کے ہم جماعت کے لکھا گیا۔ ان کی مسجد قصبہ بیگڑ ضلع حصار میں یہ امام مسجد تھے۔ جب کوئی مسلمان وہاں باہر سے ناواقف پہنچ جاتا تو مولوی صاحب کا پہلا سوال یہ ہوتا کہ تو رومیؒ اور جامیؒ کو کیسا سمجھتا ہے؟ اگر اس کے منہ سے نکل جاتا کہ سنا ہے کہ وہ دونوں بزرگ تھے، عالم تھے۔ تو اپنا کھونڈا اٹھا کر نکالنے کا اشارہ کر کے فرماتے کہ لوگو اسے نکالو مسجد (پاک) میں گدھیر (ناپاک) آپڑی۔ وہ مسافر بے وردی سے نکال دیا جاتا کیونکہ مولانا رومؒ اور عبدالرحمٰن جامی صوفی منش تھے اور ہمہ اوست کا عقیدہ رکھتے تھے۔

ایک زمانہ تھا حنیفاً مسلماً حضرت ابراہیمؑ کے پاس مہمان آئے، جو کہ انسانی شکل میں فرشتے تھے۔ حضرت کی مہمان نوازی کا کیا ٹھکانہ، ان کو پوچھا بھی نہیں بلکہ فوراً گھر میں اچھی چیز بچھڑا نظر آئی، ذبح کیا اور اس کے کباب بنا کر مہمانوں

کے سامنے پیش کر دیئے۔

اور رسول امین رحمۃ اللعالمین ؐ کے ایک مشرک بدو مہمان آیا۔ اسے حجرے میں ٹھہرایا، خوب کھلایا۔ اُسے دست آئے، بستر لت پت کر دیا۔ ندامت سے منہ اندھیرے ہی کھسک گیا۔ مگر غلاظت خود مبارک ہاتھوں سے دھوتے رہے وہ تلوار بھول گیا تھا۔ ڈرتا ہوا آگے نہ بڑھا، پہچان لیا، خوف ہٹایا، تلوار دے کر محبت سے رخصت کیا۔ اس منظر نے اسے متاثر کیا، کلمہ توحید پڑھ کر دائرہ اسلام میں آگیا۔ پس اسلام لوہے کی تلوار کے زور سے نہیں احسن اخلاق کی تلوار کے زور سے دنیا میں پھیلا ہے۔

سنا ہے ہندوستان میں پہلے پہل اگر کوئی اہل حدیث کہلانے والا حنفی مسجد میں نماز ادا کر لیتا تو اس کے فرش کو پانی سے دھویا جاتا اور وضو کے لوٹے توڑ پھوڑ دیئے جاتے کیوں کہ بزعم ان کے یہ چیزیں نجس ہو گئی تھیں۔ یہ کرشمہ اکالون الحستی اسرائیل نما عالموں اور مولویوں کی تعلیم کا تھا۔ خود شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو مسجد فتح پوری میں گھیر لیا، جبکہ وہ وہاں نماز ادا کر رہے تھے، بیرونی دروازہ کلاں پر تلواریں سونت کر ان کو شہید کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وہ جب نماز سے فارغ ہو کر دروازے کے پاس آئے اور دشمن بری نیت والے نظر پڑے تو جوش ایمان سے منہ سے لفظ "اللہ" کا نعرہ بے اختیارانہ نکلا۔ "سنلقی الرعب" کا قانون جاری ہوا۔ حضرت شاہ صاحب صحیح سلامت دروازہ والے مسلح مجمع میں سے فوراً باہر نکل گئے یعنی نکال لئے گئے باصول "واللہ یعصمک من الناس" جو کہ سنت اللہ ہے۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا، تا دوام جاری و ساری ہے۔ ایسی ہستیوں کی زبان سے کبھی نکلا "لا تحزن ان اللہ معنا"، کبھی فرعون اور اس کے لشکر کے حملہ کے وقت کمزور ایمان والوں نے جب کہا "انا لمدرکون"

تو اس وقت کلیم اللہ نے کہا اِنَّ اللّٰہَ مَعِی ۔ یعنی اپنی ذات پہ ہی بھروسہ اور اعتماد رکھا ۔

مسجد نبوی

میں بنی نجران مسیحی وفد کو بحیثیت مہمان عزت سے ٹھہرایا گیا، بلکہ ایک وقت ان کی نماز کا بھی وہیں ہو گیا تو انھیں ان کے طور طریق مذہب مسیحی عبادت کرنے کی اجازت بھی۔ گویا مسجد نبوی میں دی۔ یہ تھا اثر رحمۃ اللعالمینی کا وہ محض رحمۃ المسلمین ہی نہ تھے ۔

بیگرٹھ یا مالیری کی مسجدیں مسجد نبوی کے مقابلہ میں کیا درجہ رکھتی ہیں ؟ اگرچہ کل روئے زمین کی مسجدیں مسجد الحرام کی بیٹیاں ہیں اور سب خانہ خدا ہیں ۔ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰہِ ان یذکر فیھا اسمہٗ وسعیٰ فی خرابھا اُولٰئِکَ ما کان لھم ان یدخلوھا الا خائفین لَھُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ لَھُمْ فِی الآخرۃ عذاب الیم ۔

شان مسجد

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ آہ ۔ آگے ہے فِی بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۔ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ مراد ان گھروں سے مسجدیں ہیں ۔

ایک وقت تھا

کہ امت مسلمہ کے لئے مسجد ہی سب کچھ تھی ۔ عبادت گاہ عدالت، دینی اور دنیوی علمی، سیاسی، معیشی، معاشرتی، اخلاقی، حربی، صلحی، بین الاقوامی، ثقافتی

وغیرہ۔ الغرض ہر قسم کے امور مسجد میں طے پایا کرتے تھے۔ اصل مرکز مسلم کا مسجد ہے، معبد، دیوان خانہ، قلعہ، تسکین گاہ، کمیٹی گھر، سرائے و دائرہ اور تکیہ بھی امن کی جگہ مسجد ہی ہے۔ جس کا کوئی گھر یا در نہ ہو تو اس کا مامن و مسکن محض مسجد اور مسجد ہی ہے۔ انجعلنا البیت مثابۃ للناس وامنا والی بڑی مسجد کی یہ مسجدیں بیٹیاں ہیں۔ اصحاب صفہ کا مسکن و ماوی کونسی جگہ تھی؟ مسلم کا بیشتر وقت مسجد میں ہی گزرنا چاہیئے۔ المومن فی المسجد کالحوت فی الماء۔

مسجد خیر القرون

مسجد الحرام کی نسبت ثابت ہے من دخل فیہ فقد آمن۔ شہری بدوی، شاہ و گدا، آقا و غلام وہاں سب کو امن ملتا ہے حتیٰ کہ ہر ذی حیات امن میں ہو جاتا ہے۔ قمل (جوئں) تک مارنے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح دُنیا کی تمام مسجدیں بھی اس کی بیٹیاں ہیں، یعنی اس کی نقل ہیں۔ اس لئے ان میں رہنے کا امن حاصل کرنے کا سب کا حق ہے۔ متحدہ ہندوستان میں عنایت اللہ مشرقی لیڈر خاکسار جماعت نے بھی مع جماعت تحریک خاکسار کے زمانے میں سنہری مسجد لاہور میں پکڑ دھکڑ کے وقت کافی دن پناہ لی۔ ان دنوں فقیر نے جمعہ کے دن مسجد کے اندر کئی گھنٹے گزرے اور خطبہ مجاہدانہ ہی نہیں بلکہ مسلح تیاری اور آلاتِ جنگ کو تیز اور [illegible]ر کرتا دیکھا۔ وہ الگ چیز ہے کہ اس تحریک کا حشر کیا ہوا؟ یہاں تو یہ ثابت کرتا ہے کہ مسجدیں مسلم کی پناہ گاہیں ہیں اور رہیں گی۔

شیخ سنوسی

کی مسجد گویا کہ ایک جنگی قلعہ جو بوب تھی۔ اس میں بیک وقت ایک لاکھ نمازی یا مجاہد سما سکتے تھے۔ انگریزی فوج کا بڑی مدت تک ناک میں دم کئے رکھا۔ دنیا

اسے افریقہ میں پراسرار طاقت سمجھتی رہی۔ مسجد نمرہ بھی اتنی وسیع ہے کہ میدان عرفات کے ایک بہت بڑے حصہ حجاج کو بارانِ ابر کے وقت بارانِ رحمت رحمان میں لپیٹ لیتی ہے۔ اور اسی طرح مسجد خیف منا میں اپنی وسعت کے لحاظ سے لاثانی ہے۔

اَلْمُهَيْمِنُ

اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام ہے، یعنی بے خوف کرنے والا۔ یہی صفت اسی مسجد کی بھی ہے۔ جس مسلم خدا کے بندے کا کوئی ذاتی مکان ملکیتی نہ ہو تو اس کا ٹھکانا مسجد ہے۔ جس طرح اصحاب صُفّہ کا گھر مسجد نبوی تھی اور صفّہ مسجد میں اب بھی موجود ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ نے ان کی تعداد چونتیس لکھی ہے۔ لیکن وہ نورانی اور مخلص پروانگانِ شمع نبوّت اس صُفّہ پر تعلیم دین مکمل کر کے کوئی میدان قتال کو چلا جاتا، کوئی نشر و اشاعت دین کے لئے دوسرے ملکوں میں پھیل جاتے۔ اس درسگاہ "علمناہُ مِن لَدُنّا علما" سے فارغ ہو کر رخصت ہوتے اور نئے داخل ہوتے رہتے۔ یہ بات نہیں کہ وہ مخصوص اور مقررہ نیک طینت ہستیاں تھیں جیسا کہ عوام کا خیال چلا آرہا ہے۔

مسجد کا دروازہ ہمیشہ ہر آن چشمِ مجنوں کی طرح لیلائے مسلم کے انتظار میں بلا جھپکے وا (کھلا) ہی رہتا۔ مُغلّق ہوتا تو روزِ ازل سے اس کے دونوں کانوں نے کبھی حنّانہ کی باریک آواز میں بھی نہیں سُنا تھا۔ یہ تھی ایک فطری شکل لیکن

مسجد غیر خیر القرون

پر مسلم نے غیر فطری ظلم کیا کہ اُس کے دروازوں پر جیل خانہ ساہی وال کے مانند آہنی دروازوں پر اس لوہے کے بھاری بھر کم قفل چڑھا دیئے جس کا ذکر خود مصنفِ قرآن حکیم نے سورۃ حدید میں یہ نفسِ نفیس ان الفاظ میں فخریہ بیان فرمایا

ہے کہ "انزلنا الحدید" اور سیدؑ ذوالقرنین کے سلسلہ میں تدبیر الحدید سے یاد فرمایا اور حضرت سلیمانؑ کے جنات کے ذکر میں فرمایا "مقرنین فی الاصفاد" "جفان کالجواب"، "لبوس الحرب قدرنا فی السرد"،

"روحانی راشن"

کے ڈیپو بھی چینی، چاول، آٹا وغیرہ کے حصول کی مانند مقررہ وقت پر کھلتے ہیں جیساکہ ڈیپو ہولڈر صاحبان سائلین کو ان کے راشن کارڈوں کے مطابق اپنے عملہ سے راشن تقسیم کروا کر ڈیپو بند کر کے مقفل کر دیتے ہیں، بعینہٖ اسی طرح مساجد کے روحانی راشن کے ڈیپو بھی نو بجے شب بعد از نماز عشاء گھڑی دیکھ کر مسجد کے ڈیپو ہولڈر یعنی امام مسجد اپنے عملہ مؤذن یا خادم مسجد وغیرہ کے نام آرڈر جاری فرما دیتے ہیں کہ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ پر عمل نہ ہونے پائے۔ یہ چودہ سو سالہ حکم (نعوذ باللہ) پرانا اور فرسودہ ہو چکا ہے۔ جس طرح جلال الدین اکبر شہنشاہ ہند کے عہد جلال و کبر تک ایک ہزار سال ایک نہ دو صدی بلکہ کامل دس صدیاں دین اسلام پرانا اور ناقابل عمل ہو چکا تھا اور اس کا نعم البدل یا بئس البدل "دین الٰہی" جاری کر کے اللہ کے بندوں سے اس لیٹسٹ دین کی بیعت لی گئی۔ پس اسی طرح اب دور جدید اور عہد ترقی و ترفع ہے۔ ترقی اور رفعت کا یہ عالم ہے کہ اٹھائیس جولائی کو بمطابق وقت نارورن امریکہ واقع کرۂ ارض بوقت ٹن او کلاک ڈے سے چاند کی سطح پر گورنمنٹ ڈیموکریسی امریکہ کا جھنڈا گاڑ کر لہرا دیا جائے گا جو کہ زبان حال سے لاؤڈ سپیکر کی صور اسرافیل کی آواز (تو ائز) بیں پکار پکار کر کہے گا لمن الملک الیوم؟ اور پھر نو نز سیکنڈ میں خود ہی زور سے (لاؤڈلی نہ کہ سلولی) پکارے گا۔ ولال مسٹر نکسن پریذیڈنٹ آف امریکہ جسے چاند کی پہاڑیاں، وادیاں اور غاریں

ڈسٹ وغیرہ سُن کر حیرت سے ایک دوسرے کو پوچھیں گی "ماذا تسمع الیوم ؟"
عذر کیا جاتا ہے کہ اگر مسجد کو مقفل نہ کریں تو کلاک، دریاں وغیرہ مسجد میں سے کوئی چرا کر لے جائے۔ خیر القرون قرنی میں مسجد کی کیا حالت تھی ؟ پہلے مسجد نبوی کا حال سُن لیجیے، پھر اس کے بعد اور دوسری مساجد کی تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ سب مسلمان ہمیشہ سنتے رہتے ہیں کہ فرش قدرتی یعنی زمینی مٹی کا تھا
تنبوت: ایک دیہاتی بدوی صحرائی جانگلی انجان شخص مسجد نبوی مبارک کے فرش پہ بیٹھ کر پیشاب کرنے لگ گیا۔ صحابہؓ اسے مارنے کو دوڑنے لگے رحمۃ اللعلمینؐ نے انھیں روک دیا اور فرمایا کہ پیشاب کر لینے دو، مت روکو۔ جب وہ فارغ ہو گیا تو نرمی سے اسے اپنے پاس بلا کر، اپنے پاس بٹھا کر محبت سے سمجھایا کہ اس جگہ اللہ کی عبادت (پوجا) کی جاتی ہے اس لئے یہاں پیشاب وغیرہ کرنا بے حرمتی ہے، اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ بات اس کے ذہن نشین ہو گئی اور پیغمبر خدا کے اخلاق اور حسن عمل کا سکہ بیٹھ گیا۔ صحابہؓ کو حکم دیا کہ پیشاب کی جگہ ذرا کھود کر باہر پھینک دو، قصہ ختم۔ اگر تم اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے تو اس کا پیشاب رک جاتا اور ہو سکتا تھا کہ یہ بیمار ہو جاتا۔ یہ اشرف المخلوقات ہے اس لئے اس کا وجود کسی بھی مسجد کے وجود سے مکرم ہے۔ مسجدیں انسان کے لئے بنائی گئی ہیں۔ دوسرے اس بدوی پہ اس برے برتاؤ کا اثر برا پڑتا اور یہ ہم سے اور ہماری دعوت دینے سے متنفر ہو جاتا اور اسلام سے محروم رہ جاتا۔
اُدْعُوا اِلیٰ سَبِیلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ کا یہ اعلیٰ نمونہ امت کو دکھایا گیا۔
انسان ہی کے لئے سب کچھ پیدا کیا ہے ؎

دل بدست آور کہ حج اکبر است	از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہِ خلیل آذر است	دل گزرگاہِ جلیل اکبر است

دنیا کی ہر چیز انسان کے لئے اللہ نے پیدا کی ہے اور انسان اپنی طاعت اور خلافتِ ارضی کے لئے بنایا۔ کعبہ حجرِ اسود، زمزم، رکن یمانی، عرفات، جبل رحمت اور تمام کائنات۔ خلق لکم ما فی الارض جمیعاً۔ حتیٰ کہ ملائکہ، جنت اور جملہ نعائم جنت مکمل۔ اور حور و قصور و ملائکہ سب انسان کی خدمت اور حفاظت کے لئے ایداع کئے ہیں۔

یہ حال تو تھا فرش مبارک مسجد نبوی کا دیواریں بھی گِلی اور سادہ، کوئی ساڑھے پانچ یا چھ فٹ اونچی، ان پر کھجور کے پتوں کی چھت جو بارش کے وقت ٹپکنے لگتی، اس سے فرش بھیگ جاتا اور قدرے گارا سا ہو جاتا۔ اسی حالت میں نماز ادا ہوتی اور گھٹنوں پر گیلی مٹی چپک جاتی۔ یہ سب ناداری یا بخل کے سبب سے نہ تھا، بلکہ اسی مسجد کے صحن میں مالِ غنیمت کے ڈھیر لگ جاتے جس میں سونا اور چاندی ہی اکثر ہوتا حضرت مبارک اسے تقسیم فرما کر پلہ جھاڑ کر ہی دم لیتے ایک دفعہ ایک درہم (چونی) جیب میں رہ گئی۔ رات کو یاد آئی، اسے جب تک کسی محتاج کو دے نہ دیا چین نہ آئی۔ پس اگر صحابہؓ چاہتے تو مسجد مبارک کو مجسمۂ طلائی بنا ڈالتے۔

خیر القرون میں مسجدوں کے منارے نہیں ہوا کرتے تھے۔ یہ ما بعد خلفاء اور بادشاہوں کی ایجاد و اختراع ہے۔ ممکن ہے مسیحی کلیساؤں کی نقل و تقلید ہے یا کسی اور قدیم پرانے مذاہب کے معبدوں کی، جن کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے۔ تبنون بکل ریعٍ آیۃً تعبثون و تتخذون مصانع لعلکم تخلدون۔ تم ہر اونچی جگہ پر یادگاریں تعمیر کرتے ہو، گویا کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گے حالانکہ ؎

سامان لاکھ سال کے کل کی خبر نہیں

("کے" کے آگے "ہیں" مقدر و محذوف ہے)

راوی دریا کے کنارے "اقبال پارک" سابقہ منٹو پارک میں "یادگار پاکستان" کے نام سے ایک بہت اونچی عمارت حال ہی میں تعمیر ہوئی ہے جس میں لفٹ اور زینہ کا انتظام ہے۔ اس کی اونچائی ۱۹۶ فٹ ہے اور اکل حلال کے اصول سے اس پر خزانہ پاک سے مبلغ پندرہ لاکھ روپیہ پاک نقد خرچ ہوا ہے۔ یہ عمارت اس چیز کی یادگار ہے کہ عین اس جگہ ۱۹۴۰ء میں "مسلم لیگ" کا ایک جلسہ ہوا جس میں ایک تجویز پیش کی کہ ہندوستانی مسلمانوں کے قیام کے لئے ایک ایسا آزاد خطہ مخصوص ہونا چاہیئے جہاں وہ اپنی آزادانہ زندگی بسر کریں اور اس پر کسی بیرونی طاقت کا انتداب نہ ہو۔ چنانچہ یہ ریزولیوشن باتفاق رائے پاس ہوا۔ اور اس خطہ کا نام پاکستان تجویز ہوا۔ آخرکار ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان نامی حکومت عالم وجود میں آئی۔ الحمد للہ المالک الملک علی کبیر۔

انسان کی عادت قدیم سے ایک ہی چلی آرہی ہے یعنی بڑائی اور شیخی کا اظہار۔ فرعون نے بھی تو اپنے وزیر ہامان سے کہا تھا کہ میرے لئے ایک ایسا اور اتنا اونچا محل طیار کر دے کہ جس پر چڑھ کر میں خدا کو دیکھ پاؤں کہ کہاں ہے؟ یہ کیا کر رہا ہے اور کیا وہ انا ربکم الاعلیٰ سے بھی اونچا اور طاقتور ہے؟ اور کیا ارادہ رکھتا ہے؟ اگر اس وقت فقیر لاہوری موجود ہوتا تو جناب فرعون صاحب کی خدمت میں نہایت مؤدبانہ انداز سے یوں عرض پرداز ہوتا کہ حضور والا، انا ربکم الاعلیٰ مآب! کیا عرض کروں، گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل ایک کہاوت سنی ہے کہ گھسن تے ڈر دائیں یا کہ رب تے۔ کہا کہ گھسن نیڑے اے اور نظر آرہا ہے اور خدا نظروں سے دور ہے۔ تاہم بات یہ ہے کہ خدا کا ارادہ حضور کی بابت حتمی اور یقینی یہ معلوم ہوا ہے کہ خدا کو کہتے سنا گیا ہے۔

کہ اغرقتاہ فی الیمّ۔ اب جناب والا آپ جانیں اور خدا جانے۔ مگر پاکستانی دنیا میں یہ چرچا زور شور سے ہو رہا ہے کہ ؎

تہدید دلگداز فقیر از کجا شنید
در حیرتیم از کہ شنید و چہا شنید

اگر فقیر لیگ کا کوئی بڑا چودھری (قائد) ہوتا تو اس جناب گردن فراز کی یوں مدح سرائی کرتا کہ "یادگار پاکستان" ۱۹۶ فٹ بلند مینار ہے۔ لفٹ اور زینہ کا انتظام ہے۔ اشارہ یہ ہے کہ پاکستان سر بلند ہے اور رہے گا، اور اس کا ارادہ بلند اور نیک ہے۔ بگ مینار کی طرح اس کی بنیاد بھی مضبوط ہے اور اس کا سہارا اور توکل اعلیٰ اور بلند ہستی پر ہے جو "علی العظیم" ہے۔ اس مختصر قصیدہ کے نیچے لکھ دیتا: ابوالحسن فقیر لاہوری مفسر یادگار پاک ۱۴ جولائی ۱۹۶۹ء ایک ماہ قبل از جشن پاک نمبر ۲۲۔

مساجد علاقہ سعودیہ

اب مسجدیں پکی ہو گئیں، نمازیں کچی ہو گئیں، پہلے مسجدیں کچی ہوتی تھیں اور نمازیں پکی تھیں ـــــ کا حالیہ نمونہ کراچی ایک جماعت عربستان تبلیغ دین کے لئے روانہ جب سعودیہ عرب میں داخل ہونے لگے تو امیر جماعت نے ماہورین کو ہدایت کر دی کہ دانہ دار تسبیحیں اپنے کھیسوں میں چھپا لی جائیں، یہاں اسے بدعت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ جتنے دن تبلیغی جماعت اس علاقہ میں رہی جس شیطان لاحول تعوذ سے بھاگ جاتا ہے اور یا جس طرح سُراقہ بن مالک ابن جعشم میدان سے بھاگ گیا تھا یا کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورہ یا سلیمان کے لشکر کو دیکھ کر لشکر نملہ کا وادی نمل میں بلوں میں جا

گھُسا تھا۔

دانہ دار تسبیح ہاتھ میں لٹکا کر اس پر ذکر الٰہی کرنا بدعت ہے کیوں کہ اس کا ثبوت خیر القرون میں نہیں ملتا۔ یہ چیز بدھ مذہب کی ایجاد ہے اور سکھ مذہب کے پیروؤں نے بھی اسے اہل ہنود کی اور دوسری رسوم کی طرح اپنا لیا، جس طرح اور دوسرے عقائد بھی قبول کر لئے، جیسا کہ مسئلہ تناسخ اور چھوت چھات وغیرہ۔ پس مسلم کو تخالفوا الیہود والنصاریٰ کے اصول پر اسے ترک کرنا ہی مناسب ہے تاکہ اشتباہ نہ ہونے پائے۔ عجمی علماء بہت دور کی تاویلیں کر کے اسے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں کہ حضرت زینبؓ یا کسی اور ام المؤمنین نے کھجور کی گٹھلیاں تسبیح کے لئے جمع کر رکھی تھیں تو مان لیتے ہیں کہ ایسا ثبوت ملتا ہے۔ مگر دانوں میں سوراخ نکال کر ڈور میں منسلک کر لینا کہاں ثابت ہے؟ لا ازید و لا انقص کا اصول کہاں باقی رہتا ہے؟ اگر کسی بات کے لئے کوئی ذرا سا دروازہ کھول دیا جائے تو کچھ مدت کے بعد کایا پلٹ ہی ہو جاتی۔ اسی لئے قرآن حکیم نے متعدد جگہ فرمایا ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الفواحش، لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں صالح بندے تھے۔ ان کے بعد آنے والی نسل نے نرم زمین پر اپنی انگلیوں سے ان کی شکلیں اور تصویریں بنانا شروع کیں۔ اس کے بعد بتدریج لکڑی یا پتھر کے بُت بنانے شروع کر دیئے جن کے نام تھے۔ چنانچہ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَلَا نَسْرًا۔ یہ تھی ابتدائے شرک جو دنیا میں پھیل گیا گوتم بدھ کی تعلیم توحید کی تھی۔ مگر اس کے پیروؤں نے پہلے ایک گدی بنائی، پھر بدھ کے پاؤں بنائے، بتدریج بدھ کا پورا مجسمہ بنا ڈالا۔ اور آج اس مرحلہ کے نام بت کا لفظ بدھ سے بگڑا ہوا کس قدر جاری ہے کہ کثرت بت پرستی میں

اس کا نمبر فسٹ ہی نہیں بلکہ سپیشل ہے۔

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

جب جماعت سعودیہ عرب سے گزر کر دوسرے علاقے میں داخل ہوئی تو تسبیحات دانہ دار یا جنیو دار فوراً عین اس طرح کیسوں میں سے باہر نکل آئیں جس طرح حاتم طائی کے قبیلہ کی محبوس عورتیں حاتم کی صاحبزادی کے اثر و رسوخ سے مجاہدین اسلام کی قید سے بہ حکم پیغمبر اسلام باہر نکل آئی تھیں۔ یا جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے کھڑے کھڑے زمین پر گر جانے سے مسجد اقصیٰ کی تعمیر پر لگائے ہوئے بیگاریوں کو باخبر ہو کر فوراً فوت ہو کر کام چھوڑ چھاڑ کر اپنی اپنی راہ لینے کی مانند یا مضمون پر عمل کرنے والے کی طرح یا یَوم تشقق الارض عنھم سراعاً اور کانّھم جراد منتشرۃ یا کسی مرغوب کے ختم کے حلوے پر "اکالون السحت" کے گرد اور چیلے کسٹر تگر کی طرح برسات میں پر لگا کر نکل آتے ہیں یا ٹڈیوں کا لشکر کبھی کبھی پاکستانی پکی ہوئی فصلوں پر ٹوٹ پڑتا ہے۔

"الوقف للہ لملک"، مگر پاکستان کا خدا ہی نرالا ہے، پھر اس کی مسجدیں بھی کیوں نرالی نہ ہوں۔ کسی کے باہر کے دروازے کی محراب میں لکھا ہوا ہے یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ جو کہ صریح کلمہ شرک ہے یہ اللہ وحدہٗ کے ساتھ محاربہ ہے کیوں کہ وہ تو کہتا ہے۔ ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا مگر تحریر بالا اس کی ضد ہے۔ کسی پر لکھا ہے یہ مسجد اہل حدیث ہے، نفیس روپیہ فیس انسانی حکومت کی دے کر سب رجسٹرار صاحب سے رجسٹرڈ کرالی ہے، سوائے مخصوص عقیدہ اہل حدیث کا دفتر کو یہاں او نگھ آگئی تھی۔ لا تاخذہٗ سنۃٌ ولا نوم تو محض اللہ جل شانہٗ کی شان ہے اور بندہ ضعیف

ہے کیوں کہ خُلِقَ الانسان ضعیفا) رکھنے والے کے اور کسی مسلمان کو اس کے اندر مداخلت کا حق نہیں پہنچتا۔ کسی پر لکھا ہوا ہے کہ یہ حنفی مسجد ہے، کوئی شخص بھی بغیر متولّی اور امام صاحب دعوتِ دین کا وعظ نہیں کر سکتا۔ بعض مسجدوں سے تبلیغی جماعت کو باہر نکال دیا جاتا ہے، یہ مبالغہ یا کذب بیانی نہیں ہے۔ کہیں لکھا ہے یہ شیعہ مذہب مسجد ہے۔ کہیں ہے کہ یہ احمدی ہے، دیوبندی، بریلوی، حالاًہے یا عملاً ہے مگر ہے ضرور اور بالضرور۔ ایسا کیوں ہے؟ مصنف کی سمجھ میں تو اس کا خاص سبب واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً سے بغاوت اور ھُوَ سماکم المسلمین سے سرتابی، گریز اور نافرمانی ہے۔ جس کی سزا ملنا ضروری اور لازمی تھی۔ ان تعُودُو نعُد کا قانون فطرت حاضر ہے۔ پس بنی اسرائیل والی ذلّت اور مسکینی اور بقیۂ انسانی موجود یعنی یا تو اللہ کی رسی میں بندھے رہو یا پھر بندوں (غیروں) کی رسّی یعنی کرم و رحم اور خوشامد اور متابعت میں بسر کرو۔

مشرکین بھی کہا کرتے تھے کہ رب ہمارا اللہ ہے مگر اِلٰہ (معبود) اور بھی ہیں اسی طرح اللہ رب تو ہے مگر اور بھی آلھتنا موجود ہیں۔ فقیر کی شوخی اور بے باکی کا خدا ہی حافظ ہے کیوں کہ اسی کی رضا کے لئے یہ سب کچھ لکھا جا رہا ہے اور وہ علیم بذات الصدور و النّیات اعلیٰ درجہ کا ہے۔ اگر تفرقہ امت سے مٹ جائے تو جملہ مساجد اللہ کی بن جائیں، پھر ان میں داخل ہونے سے کوئی کسی کو نہ روکے مَنْ اظلم ممن منع مساجد اللہ کا فردِ جرم کسی مسلم پر نہ لگے۔ فاعتبروا یا یا لغیت المسلمین ان ید خلون فیھا۔ جس مسلمان کا کوئی گھر، در اور ٹھکانا نہ ہو اس کا ٹھکانا اور رگھر اور جائے پناہ مسجد ہے۔ امت میں ایسی مثالیں مومنین مخلصین کی موجود ہیں اور بہت اثر انداز اور ایمان افروز ہیں۔ سید سے

پہلی شاندار اور ایمان سے بھری ہوئی نورٌ علیٰ نور اصحاب صفہ کی مثال موجود ہے، اس سے اونچی مثال اور محکم ثبوت اور کیا ہوگا۔

فقیر کا خیال ہے کہ مناروں کے رواج کی تحریک اہرام مصر سے ہوئی ہو۔ ہرم پرانے کو کہتے ہیں، سو اہرام مصر بھی جب سے تاریخ مدوّن ہوئی ہے یہ اس سے پہلے دَور کے تعمیر شدہ ہیں۔ عمل تنقیب کے ذریعے سے معلوم ہوا کہ یہ منار بادشاہوں کی قبروں پر بطور یادگار اور فخر اور بہ عقیدۂ مذہبی بنا دیئے گئے، کیوں کہ ان کی جڑوں میں قبر پائی گئی۔ یہ قبریں فراعنہ مصر کی ہیں۔ فرعون یا دشاہِ مصر کا لقب ہوتا تھا، اس کا مادہ ہے "فارع" جس کا ترجمہ سورج یا آفتاب ہے۔ آفتاب کے ذریعے سے چونکہ دنیا میں حرارت روشنی، اناج، پھل، پانی، گیسیں وغیرہ پیدا ہوتی ہیں جن پر انسانی اور حیوانی زندگی کا دار و مدار ہے۔ عالم نباتات کی حیات کا بھی اسی پر دار و مدار ہے اور بظاہر اس میں اس دنیا کی جملہ قوتیں موجود ہیں، اسی لئے بادشاہ کے وجود کو سورج سے تشبیہ دی گئی۔ دنیا کا سب سے بڑا بت "ابوالہول" نامی مصر میں طیار ہوا جو کہ فلزات سے بنایا گیا، دریائے نیل کے کنارے گرا پڑا ہے۔ اس بت کی بلندی کا اندازہ لگا یئے یعنی پاؤں سے گھٹنے تک چھتیس ۳۶ فٹ سے بنے ہوئے ہیں۔ اسی طرح فرعونِ موسیٰ کی نعش بھی قاہرہ (مصر) کے عجائب گھر (میوزیم) میں شیشے کی الماری میں لیٹی ہوئی ہے، منہ پر ڈاڑھی ہے، چہرہ گرد آلود ہے اسی کی نسبت قرآن میں آیا ہے۔ "اغرقناہ فی الیم" اور "ننجیک ببدنک" کہ آنے والے انسان تا قیام قیامت اس انا ربکم الاعلیٰ کے مدعی کے جسدِ خبیث کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں، یعنی خود مرضِ کبر سے بچتے رہیں۔ یہ وہی فرعون ہے جس نے حزب اللہ کا تعاقب کیا، بندگانِ حق پسند اور حق پرست

مظلوم بنی اسرائیل کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل اور ذبح کردایا اور لڑکیوں کو زندہ رکھا، اس لئے کہ ان کو لونڈیاں بنا کر ان سے ہر قسم کی خدمت لی جائے۔ حتیٰ کہ ان میں سے جو چشم دار و موزوں اور لب و رخِ گلگوں جو قد میں سہی و سرو رواں اور عشوہ و ناز میں حورِ جناں ہوں، ان سے محلاتِ شاہی (فرعونی) میں لکھنؤ کے جانِ عالم (واجد علی شاہ اودھ) یا کسی اور رنگیلے بادشاہ کی طرح کچھ اور مشغلہ بھی جاری رکھا جائے۔

جب اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا مدعی اور اس کا تمام لشکر اسفل السافلین ہو کر کیفر کردار کو پہنچا تو قضا کی زبان حال سے آواز بلند ہوئی "کم ترکوا من جنّٰتٍ و زروعٍ و مساکن طیبۃٍ" لفظ "کم ترکوا" کتنا دردناک اور عبرت انگیز ہے۔ زہرہ آب آب ہے۔ جس طرح مرزا غالب مرحوم کے قلم سے بھی ایک دفعہ بے ساختہ نکل گیا تھا۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں

"سب کہاں" کا لفظ کتنا درد انگیز ہے۔

قانونِ فطرت "ہر فرعونے را موسیٰؑ" ہر دور کائنات میں جاری ہے اور جاری رہے گا۔ مگر چشم عبرت بند ہے۔ ہندی راجپوت کا لقب رانا اس رعنا فرعون والے سے لیا گیا ہے یعنی رانا سانگا، رانا اودے پور، رائے خورشید علی خاں آف بھنگالہ ضلع ہشیار پور، شاید "رائے" "راجہ" اس کا مخفف یا بگڑا ہوا ہو۔ اس کی مؤنث رانی مثلاً رانی آف جھانسی، رانی جنداں لاہور رانی نور النساء رائے کوٹ وغیرہا۔ گل رعنا (شوخ رنگ تازہ پھول) راجپوت سورج بنسی مدعی ہیں کہ ہم سورج دیوتا کی اولاد ہیں جو کہ رامچندر جی کی نسل سے ہیں، اور جو کرشن جی کی اولاد میں سے ہیں وہ چندرمان کی اولاد کہلائے چنانچہ

فقیر لاہوری بھی انہی میں سے ہے ۔ مگر یہ قرینہ عبارت کے حقیقت اور مجاز میں عدم تمیز کا نتیجہ ہے ۔ میرا خیال ہے کہ چندر مان یعنی چاند جیسا روشن (نورانی) اور مشہور عالم ایک خاص انسان تھا، ہم لوگ اس کی اولاد ہیں، نہ وہ چاند جس پہ امریکہ اٹھائیس جولائی کو اپنا قبضہ کر کے امریکن ریپبلکن کا جھنڈا گاڑنے والا ہے ۔ اگر چندر بنسی کا معنی حقیقی لیں تب تو نعوذ باللہ اس کا یہ مطلب ہوگا کہ ہم کرۂ ارض پہ بسنے والے چندر بنسیوں کے جد امجد کے شریر (جسم) میں کسی جگہ جھنڈا گاڑ دیا جائے گا ۔ نہ معلوم کہ جسم کے کس حصے میں گڑے گا ؟ جگہ میں یا قلب میں یا سر میں یا آنکھ وغیرہ میں ۔ اگر بالفرض واقعی ہی ایسا ہوا تو ہم جملہ چندر بنسیوں کو، خواہ دھرتی ماتا کے کسی بھی حصہ پہ آباد ہیں، جیتے جی چٹینی میں پانی ڈال کر اور اس میں مارے غیرت کے ناک ڈبو ڈبو کر فوراً سے بھی پیشتر مر جانا چاہیئے، صور اسرافیل کے انتظار کی ضرورت نہیں ۔ اور دھرتی ماتا جو کہ ہماری ماں ہے مگر چندر مان کی بھورانی ہے اپنی غیور راجپوتی آنکھوں کے سامنے اپنے شوہر سے (خسر) کے پوتر شریر پر امریکن راون راکشش (ظالم) کے جھنڈے کے نیزے سے چھدتے ہوئے تاب لائے گی اور زندہ درجیتا نہ ہو جائے گی، چتا میں جل کر بھسم ہو کر سر گباس نہ ہو جائے گی ؟ کیا اس کے پاس جوالا مکھی، کوہ ایلبس اور جاپانی آتش فشاں کی کمی ہے ؟

خانہ خدا کے ذکر کی برکت سے مضمون بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرح بہت پھیل گیا کیونکہ "وسعت رحمتی علیٰ غضبی" ثابت ہے ۔ آخر فقیر کو ہی ہار مان کر اپنے عجز اور ضعف کا کھلا اعتراف کر کے اپنا رتی قلم جاپلوسی کر کے روکنا ہی پڑا ، مگر قلم پھر بھی عالم مستی میں پکارتا ہی رہا :

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتیم

گداگری اور اسلام

اس کے متعلق چند باتیں قابل فہم ہیں۔ فقیر وہ ہے کہ جو قطعاً خالی ہاتھ نہ ہو گیا ہو، بظاہر سفید پوش بھی ہو اور گھر میں بھی کچھ اثاثہ موجود ہو مگر مالی حالت تنزّل پذیر ہو۔ اسی لئے ہے کہ "ولو کان فرسان" اگرچہ سوالی گھوڑے پر ہی سوار ہو۔ اور مسافر بھی مستحق ہے اگرچہ گھر میں مالدار و تونگر ہی ہو مگر سفر میں حاجت مند ہے۔ مسکین کی تعریف یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ سخی وہ ہے جو کہ سائل کو سوال کرنے پر کچھ دے۔ اور جوّاد کی تعریف یہ ہے کہ بغیر مانگے بخشش و نوال جاری رکھے۔ وہاب وہ ہے جو زیادہ دے۔

فقیر کی نسبت آیا: لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِیْمٰهُمْ لَا یَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ۔ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ میں ایسے علماءِ دین بھی شامل ہیں جو اشاعت و خدمت دین کے امور تصنیف و تالیف و درس و تدریس میں مصروف ہیں، اور کسب معیشت کے لئے ان کے پاس وقت اور فرصت نہیں ہے۔ جوّاد کا ترجمہ ہندی میں داتا ہے حضرت علی ہجویریؒ زندگی میں ہی جوّاد (داتا) کا لفظ سے ملقّب کر دیئے گئے تھے۔ سُنا ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مجھے داتا داتا پکارتے ہیں مگر فقیر میں تو ایک تنکا دینے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ یہ ان کی کسی خود تصنیف کردہ کتاب میں لکھا ہے۔ کشف المحجوب فارسی کا تو فقیر نے بھی کسی امتحان کی تیاری میں ۱۹۲۶ء میں مطالعہ کیا تھا۔ مگر یہ عبارت یاد نہیں کہ اس میں ہے یا نہیں۔ ویسے یہ کتاب فنِ تصوّف کے

متعلق بہترین اور مکمل کتاب ہے۔ اصطلاحات متصوفہ میں ایک کامل تصنیف ہے۔ اب یہ حال ہے کہ انہیں اور ان کی قبر کو امتِ موحدہ کی اکثریت نے "مراد" اور "جواد" (داتا) بنالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ معطی حقیقی سے نہیں، بلکہ اس فوت شدہ بزرگ سے اولاد، مال، صحت، خوبرو اور خوش روش رفیقۂ حیات و ہمخوابہ، اور مقدمات میں فتحمندی، زندگی بھر کی بدمعاشیوں اور شیطنت و بدعنوانیوں کی بخشش اور ہر قسم کی ایرہ وغیرہ چیزیں جو خود معطی حقیقی، الرزاق مطلق اور وہاب وجواد حقیقی سے اس کا عاجز بندہ بن کر مانگنا چاہیئے تھیں وہ سب لاکھوں من اینٹوں اور چونوں کے نیچے دبے ہوئے اور جبراً داتا دیے (مانگے دینے والا) بنائے ہوئے ایک خدا رسیدہ اور روحانیت میں بہت اونچا درجہ رکھنے والے بزرگ سے جبراً دن رات مانگا جاتا ہے۔ حالانکہ زندگی میں وہ خود بھی اصل معطی حقیقی سے مانگا کرتے تھے۔ جب زندہ تھے روحانی شیر تھے اور اب ان کا جسم تو مٹی میں ریختہ ہو چکا ہے، مردہ شیر کیا کر سکتا ہے، نہ اس میں اب سننے کی طاقت اور نہ ہی دیکھنے کی۔ کیوں کہ ان کی روح مبارک تو مقام علیتین میں راحت و سرور اور نور و ظہور کی حالت میں ہے۔ ایسی جنت الفردوس کو چھوڑ کر اب اس تیرہ و تار خاکدان میں تمہیں بیٹے، دولت اور چھوکریاں دینے کہاں آسکتی ہے۔ اگر آنا بھی چاہے تو اس کے اختیار میں ہی یہ بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے محافظ فرشتے اس کو اللہ کی اجازت کے بغیر کیسے آنے دیں گے۔ یہ عالم کچھ اور خاصیت رکھتا ہے اور وہاں کا عالم تو ایسا ہے کہ اس کی حور و غلمان اگر ایک انگلی بھی اس دنیا کی طرف نکال کر دکھا دے تو تمام عالم انسانی تاب نظارہ نہ لا سکے اور بے ہوش ہو کر خر موسیٰ صعقا ہی ہو جائے۔

فرض کیجئے کہ اگر حضرت علی ہجویریؒ کی قبر مبارک بمطابق منشائے اسلام

کچی اور صرف ایک بالشت اونچی ہوتی، جیسی قبریں اور اُمتیوں کی ہیں ویسی ہی ملی جلی یہ بھی ہوتی اور کوئی امتیازی نشان نہ اس کے اوپر اور نہ ہی ارد گرد ہوتا، تو کیا پھر اس پر اتنا ہجوم ہوتا جو آج ہو رہا ہے اور اس قبر کی اہمیت اتنی ہوتی جو اب ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ لاکھوں تھے، ان میں سے کتنوں کی قبروں پر میلے لگتے ہیں؟ اور یہ فقیر پوچھتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کو بھی ثابت کیا جائے کہ ان قبروں والوں سے مرادیں مانگی جاتی ہوں۔ حضرت امیر حمزہؓ حضرت مبارکؐ کے بہت پیارے چچا تھے اور شہید اعظم تھے، ان کی قبر اب بھی دنیا میں موجود ہے اور خلفائے راشدین کی بھی موجود ہیں امہات مومنینؓ اور دوسرے اکثر صحابہؓ کی کسی قبر کا ثبوت دیا جائے جہاں ہندو پاک میں بزرگان دین کی قبروں پر مشرکانہ حرکتیں ہو رہی ہیں ایسی وہاں ہیں؟ خواجہ معین الدین اجمیریؒ، حضرت علی ہجویریؒ، حضرت احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانیؒ، حضرت علی احمد صابر کلیریؒ، بابا فریدؒ پاک پتنی وغیرہ کہیں بازاری رقاصاؤں کے رقص ہو رہے ہیں، کہیں بہشتی دروازہ اور جنتی گلی ہے۔ کہیں دو دفعہ زیارت کے لئے جانے سے حج کا ثواب ملتا ہے۔ کہیں انگریزنی (میم) کے کتے کی قبر گجرات کاٹھیاواڑ میں پوجی جا رہی ہے۔ مشرکین اہل ہنود سے نہیں بلکہ مدعیان دین توحید کے مجمع سے افسوس کروڑ نہیں سنکھ ہا بار افسوس۔

اللہ تعالیٰ کی پکار بھی سُن لیجئے: اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیومنوا بی لعلھم یرشدون ۔ ہر چیز اللہ ہی سے مانگنی ہے۔ الآیۃ۔

غنی وہ ہے جس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ ساڑھے سات تولے سونا یا باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو۔ منقولہ ہو یا غیر منقولہ اور اس نصاب پر پورا ایک سال گزر جائے تو اس مال پر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ دینا ہو گی۔ اور اگر اتنا مال ہو مگر ایک سال نہ گزرا ہو اس پر صدقہ فطر نہیں ہے وہ صدقہ لے سکتا ہے غلہ پر عشر (دسواں حصہ) ہے۔ زکوٰۃ اور عشر جس مال کا ادا ہو چکا، پھر سال بھر چاہے لاکھوں روپے ہوں وہ مباح ہے۔ "کنز" کا اطلاق اس پر نہیں ہوگا۔ یہ دھوکہ حضرت ابوذر غفاریؓ کو عہدِ خلافتِ عثمانؓ میں ہو گیا۔ اپنے غلام کو ساتھ لیتے، راستہ یا چوراہے پر کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرماتے: الذین یکنزون الذھب والفضہ فتکوی بھا جباھھم الخ۔ عوام میں کمیونسٹی اشتراکیت کے خیالات پھیلنے لگے۔ جس حصہ ملک میں وہ تھے وہاں کے گورنر (حاکم) نے دربار خلافت میں شکایت کی۔ ابوذرؓ طلب کر لئے گئے۔ حضرت ذوالنورینؓ نے تبادلہ خیالات کیا تو صحیح نکلا۔ مصلحتاً مدینہ کے قریب کسی گاؤں میں نظر بند کر دیئے گئے۔ یہ لطیفہ کنز کے ذکر میں یاد آگیا۔ اسی طرح مویشیوں پر بھی زکوٰۃ ہے جس کی وضاحت اس فن کی کتابوں میں دیکھئے، یہاں گنجائش نہیں ہے۔

انفاق فی سبیل

کی ترغیب بہت دلائی گئی۔ زکوٰۃ تو فرض ہے، وہ تو لازماً ادا کرنا ہی ہے۔ الذین ینفقون فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبعہ سنابل سنبلۃ فی کل سنبلۃ مأۃ حبہ واللہ یضاعف لمن یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔ اس میں اخلاص لازم ورنہ مال

اکارت ہوگا۔ چنانچہ یا ایُّہا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لا تبطلوا اموالکم بِا لمَنِّ وَ الاذیٰ کا الذی ینفق مَالَہٗ ریاءَ النَّاس فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہا وابل فترکۃ صلد الا یقدرون علیٰ شَیْئًا و اللہ لا یھدی القوم الظالمین۔ ان الذین ینفقون فی سبیل اللہ ھم لبتغاءَ مَرْضَاتِ اللہ و تثبیتا انفسھم فمثھم کمثلِ جَنَّۃٍ بِرَبوۃٍ فَاصابھا وابل فَاٰتَتْ اُکُلُھَا ضِعفین فَاِن لم یصبھا وابل فطلّ و اللہ بما تعملون بصیر۔

سائل دو قسم ــــ مستحق و غیر مستحق

امت مسلمہ میں اگر نظام اقامت الصلوٰۃ صحیح معنی میں ہو جائے تو تکمیل روحانی عروج کے ساتھ ملک اور خلافت ارضی بھی فوراً حاصل ہو جائے۔ جس طرح کہ مکان کا کواڑ کھولتے پر دھوپ فوراً اندر چلی جاتی ہے۔ کیونکہ قوانین فطرت اٹل ہیں۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ تو سر تا سر ہمیشہ سچا ہی سچا ہوتا ہے ان وعد اللہ حق۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ ومن اصدق من اللہ قیلا۔ اور اگر زکوٰۃ کا نظام مکمل ہو جائے تو نظام معیشت بھی مکمل ہو جائے۔ قیام روح کے لئے نماز تو قیام جسم کے لئے زکوٰۃ لازم ہے تبھی تو سات سو دفعہ قرآن میں دونوں ارکان کا یک جا اکھٹا ہی حکم آیا ہے اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ اور وہ بھی جماعتی حیثیت سے نہ کہ انفرادی ادائیگی۔

پس اگر زکوٰۃ کا حکم صحیح معنوں میں جاری ہو جائے تو امت کی مالی

اصلاح ایک ہی دن میں ہو جائے پیشنگوئی حدیث کی ہے کہ ایک ایسا وقت امت میں آئے گا کہ ایک شخص زکوٰۃ کا ایک سونے کا ڈلا ہاتھوں پر اچھالتا ہوا شاید مدینہ سے صنعا تک چلا جائے گا مگر زکوٰۃ لینے والا اُسے کوئی شخص نہ ملے گا۔ چنانچہ ایک صحابی نے خود اپنا ایسا واقعہ لکھا ہے کہ میں گھر سے چلا کہ کوئی مسکین ملے، مگر صنعا تک میں گیا اور کوئی مسکین ہی نہ ملا۔

آج

تقریباً آدھی امت سوالی ہے اور آدھی مسئولی۔ دنیا میں سب مذاہب سے زیادہ مسلمان زیادہ سوالی یا دریوزہ گر ہیں۔ اس کے بعد اہل ہنود اور عیسائی بہت کم، سکھ کوئی سوالی نہیں۔ اسی طرح چکلہ میں سب سے زیادہ شیطانی پیشہ ور مسلمان عورتیں، اس سے کم ہندو، سکھ شاید صفر کے برابر۔

سب سے کاہل آج مسلمان ہے۔ ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک فقیر جوان آیا اس نے ہاتھ نکالا تو اُسے دیکھ کر فرمایا کہ تم اس مال کے مستحق نہیں ہو، کماؤ اور کھاؤ۔ اسی طرح ایک اور سائل آیا تو اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا کہ کچھ نہیں۔ فرمایا کہ ٹاٹ اور پیالہ تو آخر ہر شخص کے پاس ہوتا ہے۔ اس نے کہا ہاں ہے، فرمایا کہ لاؤ چنانچہ وہ نیلام کر دیا، جس کا ڈیڑھ روپیہ، فرمایا کہ ایک کلہاڑی اور رسی لے کر جنگل وقف ہے اس میں سے لکڑیاں کاٹ لاؤ۔ شام کو کچھ پیسے اس کے کھانے کے لئے دیئے اور کچھ جمع کئے، کچھ مدت کے بعد فرعیال

خرید دیں۔ پس وہ جلد مالدار ہو گیا۔ ایسی اور مثالیں بھی ہیں ۔ حدیث میں ہے کہ جب قیامت کو غیر مستحق سوالی پیش ہوگا تو اس کے منہ پر گوشت کی بوٹی بھی نہ ہو گی ۔ فقیر لاہوری کو دیکھو حالت اس کے برعکس ہے جادو وہ جو سر چڑھ کے بولے، وہ خود کہتا ہے :

اِدّعا یہ کہ اک فقیر ہوں میں ہاتھ میں لیک قرص زر بھی ہے
لا اُبالی فقیر بھی ہے عجب پاس انبارِ مال و زر بھی ہے

پس امّا السّائل فلا تنھر کا اطلاق فقیر لاہوری ٹیمیلی جیسے ہٹوں کٹوں پر ہرگز نہیں ہوتا۔ لاتوتوا السّفھاء اموالکم الّتی الخ ایسوں کو خیرات صدقہ دینا گناہ موجب گرفت ہے۔ لاتعاونوا علی الاثم والعدوان ۔

خیر الناس من ینفع الناس ہے۔ الخلق عیال اللّٰہ جو اللّٰہ کے بندوں کو بلا تمیز نفع بخش ہے وہ سب بندوں میں بہتر ہے۔ حاتم طائی کی لڑکی کو مجاہدین کی قید سے حضرت مبارک نے یہ فرما کر رہا کروایا کہ اس کے باپ میں ایک صفت مومنین کی تھی وغیرہ۔ جس حضرت خضرؑ نے شکستہ دیوار اور مدفن (خزینہ) والے لڑکوں کی بابت فرمایا تھا کہ ابوھما صالحا۔ نیکی ایک حقیقت ہے، وہ ضائع نہیں ہوتی ۔ حدیث میں ہے کہ سات پشت تک نیک شخص کی نیکی کا اثر جاری رہتا ہے ۔

نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فخریہ اظہار کیا کہ میری پیدائش ایک عادل بادشاہ کے عہد میں ہوئی ہے، یہ بادشاہِ عادل کون تھا؟ ایران میں ساسانی خاندان کا نوشیروان کسریٰ عظیم تھا۔ جو کہ آتش پرست

بھی تھا اور حاتم طائی (قبیلہ کا نام) ایک بُت پرست بھی تھا۔ یہ بات
ذہن میں رکھیئے۔

ایک نیک دل پارسی

دوسری جنگ عظیم کے دوران غالباً ۱۹۴۲ء کا زمانہ تھا۔ ساحل بمبئی
کے قریب ایک برطانوی جہاز پر پچاس بم لدے ہوئے تھے، نہ معلوم سب
یک لخت کیوں پھٹ گئے۔ رُخ شہر کی طرف تھا اور جہاز پر سونا بھی
موجود تھا۔ سونے کی ایک بڑی اینٹ کسی پارسی کے چبارہ کی چھت پر
زور سے گری۔ چونکہ وزن زیادہ تھا۔ اس لئے چھت میں شگاف پیدا ہُوا۔
اور اینٹ طلائی نچلی چھت کے فرش پر آکر گری، جہاں پارسی مالک مکان
اور اس کی بیوی نیم نیکدل دونوں بیٹھے ہوئے تھے وہ دیکھ کر حیران رہ گئے
اب سوال یہ پیدا ہُوا کہ اس کا کیا کیا جائے؟ مرد نیک دل نے کہا کہ ہمارا
اس پر کوئی حق نہیں ہے اس لئے اسے حوالۂ سرکار کر دینا چاہیئے۔ مگر نیم
نیکدل عورت نے مخالفت کی اور کہا کہ ہمیں ہمارے خدا نے چھت پھاڑ
کر سونا دیا ہے اور مرد نے کہا کہ ہم نے کسی شکل میں بھی اسے نہیں کمایا،
پس ہمارا اس میں کسی طرح کا کوئی حق نہیں ہے۔ اور چوبیس گھنٹے بہت
سرگرم بحث جاری رہی، آخر ع "زن پہ نر غالب ہُوا" اور نیک ترین
دل رکھنے والے اپنی قناعت و دیانت و صداقت کی ایک بہت اونچی
اور "یادگار پاکستان" سے بھی بلند اور درخشاں اور ایمان سے لبریز مثال
قائم کر دی کہ نیک عملی کسی خاص مذہب سے مخصوص نہیں ہے۔ کوئی مسلم
دینی رہنما اور مسیحی پادری اور یہودی راہب راہنما، ہندو، پنڈت وغیرہ

ممکن ہے کہ ایسی مثال پیدا نہ کر سکے۔ البتہ ایک ہندو کی مثال مندرجہ ذیل موجود ہے۔ فقیر اس واقعہ سے دوسرے ہی دن بمبئی پہنچا اور تین ہفتے متصل تھانہ پائے دھونی ہاشم بھائی سیٹھ کے مکان کی تیسری منزل پر مقیم رہا۔ یہ سفر فتاوی امام ابن تیمیہؒ وغیرہ کے مطالعہ کی غرض سے لائبریری جامع مسجد بمبئی کے لئے اختیار کیا گیا تھا۔

گاندھی جی

کینیا (افریقہ) میں تھے۔ ہندی آباد کاروں کے حقوق کے حصول کی خاطر وہ وقف ہی ہو گئے تھے۔ صفائی کی مہم بھی صبر و استقلال کے ساتھ جاری رکھی اور قوم کا وقار یورپینوں میں بڑھا دیا۔ قوم نے ایک دعوت میں گاندھی جی کو بہت تحفے دیئے، حتیٰ کہ کستورا بائی جی کو ایک طلائی ہار بھی قیمتی پانچ ہزار روپیہ دیا۔ اب دس پندرہ ہزار روپیہ کا مال ان کے لئے تکلیف دہ نظر آیا۔ اپنے لڑکوں کو اور ان کے ذریعے سے ان کی ماں کو مشکل سے رضامند کیا گیا اور پندرہ بیس ہزار روپیہ کا مال ایک اقرار نامہ یعنی وقف نامہ کے ساتھ کینیا کے ایک معتمد اور نیک شخص کے سپرد کیا گیا کہ جمع کنندہ اور ٹرسٹیوں کو اختیار ہو گا کہ یہ رقم بہبودیٔ انسان پر خرچ ہو گی اور خود ہندوستان چلے گئے۔

اتنے قیمتی تحائف اگر کسی مسلمان داعیٔ دین کو اس زمانہ میں مل جاتے تو کیا وہ بھی وقف کر دیتا؟

حاتم طائی کون تھا؟ ایک بت پرست، مشرک۔ اوتھانٹ جنرل سیکرٹری انجمن اقوام کون ہے؟ ایک برہمنی ہندو، لیکن تمام کرہ ارض پر

لینے والوں نے اسے صادق و امین اور رحمدل اور خیر الناس کی سند دے دی ہے۔ انسان کی نااتفاقی پر آئندہ سیکرٹری بننے سے انکار کر دیا تھا، لیکن بمشکل تمام دنیا نے رضامند کیا کیوں کہ اس سے بہتر بلکہ اس جیسا اچھا انسان تمام عالم انسانی میں اور کوئی نظر نہ آیا۔ فاعتبروا یا ایہا المامون۔

اور

نوشیروان عادل کون تھا۔ ایک آتش پرست

لیکن

ہمارے رسولؐ نے ان کو کن الفاظ میں یاد کیا کہ مجھے فخر حاصل ہے کہ میں ایک عادل بادشاہ کے عہد میں پیدا ہوا ہوں۔ اور حاتم طائی کی بیٹی کی عزت کی اور طائی قبیلہ کی تمام عورتوں کو اس لڑکی کے ایما پر رہا کر دیا۔ فاعتبروا

مسلم خواہ زانی، شرابی، ظالم، سود خوار اور پنجوں عیب شرعی ہو وہ گاندھی، نوشیروان اور حاتم سے افضل اور مستحق جنت، اور حاتم، نوشیروان، پارسی اور گاندھی جہنمی اور ناری۔ ڈاکٹر پی سی رائے بنگالی آٹھ سو روپے تنخواہ پاتے تھے مگر اس میں سے صرف چالیس روپے خود خرچ کرتے اور باقی سات سو اٹھ روپے رفاہی کاموں میں خرچ کر دیتے۔ سر گنگا رام اور سردار دیال سنگھ جیسے مخیر غیر مسلم کافی گزرے ہیں۔ اور تھا نٹ عہد حاضر کا ایک خصوصی اور ممتاز محسن انسانیت۔

امت مسلمہ

یہ خیر الناس کی کمی نہیں۔ خیر القرون کو تو بلا مبالغہ "این خانہ تمام آفتاب است" بلا جھجک کہہ سکتے ہیں مگر ما بعد بھی بہت درخشاں مثالیں اکثر ملتی

ہیں ۔ مثلاً زبیدہ خاتون ملکہ خلیفہ ہارون الرشید کے مخیرّہ ہونے کی نشانی نہر زبیدہ رہتی دنیا تک قائم رہے گی اور جنت کی کوثر و تسنیم کا مزا "عیال اللہ" کو دیتی رہے گی ۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی تمام جاگیر اور مال و متاع بہت بھاری قیمت والا اور اپنی اہلیہ کے تمام طلائی اور جڑاؤ ہیرے جواہرات بھی اس سے حاصل کر کے سب بیت المال کی نذر کر دیا ۔

قرآن حکیم میں ایک مشہور ترین اور اہم آیت

ایسی ہے جیسا کہ ۲۱ جون کو دن کے ۱۲ بجے کا سورج ، جس دن مطلع صاف ہو اور انسانوں کو فبصرھم الیوم حدید (تیز) ہو ۔ اللہ ! اللہ ! وہ ایسی آیت قرآنی مہتم بالشان کونسی ہے ؟ لیجئے ذرا غور اور انصاف سے ملاحظہ فرمایئے تاکہ آیت کا مطلب اخذ کرنے میں سہولت رہے ۔ رب کا معنی ہے پرورش کرنے والا ۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی صفاتی نام ہیں جس طرح اس کی ذات لامحدود اور کامل و مکمل ہے اور عقول و افہام سے وراء الورٰی ہے اسی طرح اس کے اسمائے صفاتی بھی یہی درجہ رکھتے ہیں ۔ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ رب کا معنی بہت وسیع ہے ۔ یعنی جس طرح جسم کو پالتا ہے اور تربیت دیتا ہے اسی طرح روح کی بالیدگی ، ترقی ، عروج و کمال پر برابر ہر آن بلا تمیز و تفریق شخص و قوم ، ملت و مذہب جاری رہتی ہے استثنا کہیں ثابت نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ انسانوں نے اپنا دائرہ عمل و تصرف محدود و محض اپنے خیال کی بنا پر بنا رکھا ہے ۔ کوئی کہتا ہے نحن ابناؤ اللہ و احباؤہٗ دوسرا کہتا ہے : لن یدخلوا الجنۃ الا من کان ھوداً او

نصاریٰ۔ کسی نے کہا: قالت الیھود لیست النصاریٰ علیٰ شیءٍ و هم یتلون الکتاب ۔ اسی طرح مسلمان بھی جنت کی ٹھیکہ داری کا نعرہ لگا رہا ہے۔ مگر خود خالق کل اور حاسب یوم القیامت سے بھی تو ذرا دریافت کریں کہ وہ کیا کہتا ہے، لیجئے سنئے، لیس یا مانیّھم ولا یا مانیکم اب کُم کی ضمیر خیال فرمالیجئے کہ کن کی طرف راجع ہے۔ الہامی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم تاکیدی ہے اور لازم ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کتابوں کی حالت گرد و غبار میں اٹ گئی ہے، لیکن وقلیلٌ منھم سے استثنا قرآنی بھی صاف ظاہر ہے جو کہ تا قیامت قائم رہے گا۔

اکل حلال وصدق مقال

یا ایھا الذین آمنو اکلوا من طیبات ما رزقنا کم حلالاً طیّباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ یا مرکم بالسُّوٓءِ والفحشاءِ وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون۔ یا ایھا النّاس کلوا ممن طیبات وممارزقنا کم من الارض حلالاً طیباً ولَا تیمّموا الخبیث مِنْہُ الخ

حدیث میں آیا ہے کہ تمہاری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں، اس لئے کہ تمہارا کھانا حرام کا اور لباس بدن پر حرام سے۔ اسی طرح مکان پر جو خرچ ہوا وہ بھی غصب اور قمار بازی اور سٹہ بازی اور لاٹری، بیمہ زندگی وغیرہ سے حاصل شدہ۔ بھیرس

چو تخم حنظلے کارید وقاش خربزہ خواست | خیال بیہودہ پخت وامید باطل بست
گندم از گندم بروید جو زجو | از مکافاتِ عمل غافل مشو

قانون فطرت صوری اور معنوی ایک ہی نہج پر جاری ہیں اور نتائج بھی یکساں ہی نکل رہے ہیں۔ آگ جلا دیتی ہے۔ پانی پیاس بجھا دیتا اور ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ جب صورت حال یہ ہے تو پھر حلال اور حرام چیزوں کا اثر کیوں نہ ہو۔ حضرت خضرؑ اور موسیٰؑ نے دو یتیم لڑکوں کی پرانی دیوار مسمار کر کے نئی اسی جگہ تعمیر کر دی کہ جوان ہو کر وہ اپنے دفینہ کو پا سکیں کیوں کہ "ابوھما صالحا" اس مال کی بقا کا سبب بنایا اور پھر اس کی حفاظت کا سامان دو نبیوں کے ہاتھوں کرایا۔ برکت اور رحمت اور کس چیز کا نام ہے "لیحق الحق ویبطل الباطل" یمحق اللہ الباطل ویربی الصدقات اور زکوٰۃ کے معنی بڑھنا اور پاکیزہ ہونا۔ ایک نیک شخص کی نیکی اس کی اولاد میں سات پشت تک نیک سرایت کرتی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو ترکہ چھوڑا اس کے بیٹوں کو صرف چودہ چودہ دینار حصہ میں آئے۔ انہوں نے تجارت کی اور بہت جلد مالا مال ہو گئے۔ اور حجاج نے بے شمار دولت چھوڑی مگر اس کے وارث دنوں ہی میں قلاش ہو گئے۔

ایران پر حملہ کے وقت مسلمان دریا میں کود پڑے۔ کنارے پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ ایک مجاہد کا پیالہ دریا برد ہو گیا ہے۔ ذرا دیر کے بعد موجوں نے تھپیڑے مار مار کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیالہ صحیح سلامت کنارے پر پہنچا دیا۔ ایسی بہت سی مثالیں غور کرنے پر مل سکتی ہیں۔

حضرت مولانا الیاسؒ نے ایک کمرے میں پلنگ بچھا ہوا کسی مرید کو دکھایا، بتایا کہ میری نانی جان کا ہے۔ اور اسی سال سے یہیں بچھا ہوا اور ابھی جاری ہے۔ اسی طرح فقیر کے استاد اول حضرت میاں جی نظر محمد مرحوم

جو کہ آخری ساٹھ سال مسجد ہی میں مقیم رہے، ان کے پاس ایک کنالی مٹی کی بہت بڑی تھی، ماہ رمضان میں اس میں افطاری کا سامان ہمیشہ ڈالتے اور صاف کر کے الٹی رکھ دیتے۔ عید کے دن مستقل طور پر مسجد ہی میں آئندہ ماہ رمضان تک یعنی ایک سال کے لئے الٹی رکھ دیتے۔ فرمایا کہ اسی سال سے یہ کنالی بدستور اسی طرح استعمال ہو رہی ہے۔ تقسیم ہند کے بعد ہم تو اسی حالت میں خدا کے حوالہ کر آئے تھے مابعد کا حال عالم الغیب کو معلوم ہے

وَمَا تفعلوا من خیرٍ تجدوہ عند اللہ۔ اِنَّ اللہ شاکرٌ علیم

خلل بو ؤگے تو اس سے پھل حنظل ہی حاصل ہوگا۔ غور کرنا چاہیئے کہ قزاق، جواری، زانی، شرابی، دغاباز، ظالم، بدقماش اور اوباش لوگ جلد ہی کیوں فنا ہو جاتے ہیں۔ ڈاکو آخر یا تو پولیس کی گولیوں کا نشانہ بنتے ہیں یا مکانوں میں محصور شدہ مع مکان جلا دیئے جاتے ہیں اور پکڑے بھی جاتے ہیں تو یا تو پھانسی کی سزا دے موت یا عمر قید یا کالا پانی کی سیر۔ اور جواری کبھی پھلتے پھولتے کسی نے کبھی دیکھے ؟ آخر تکیوں میں بیٹھے، دوسروں کے ٹکڑوں پر باقی ذلیل زندگی گزارتے ہیں۔ فقیر صرف ایک مثال دیتا ہے۔

فیض محمد خان عرف فیجے خاں پٹھان ساکن مالیر رئیس جواریاں کھلا اپنے مکان پر قمار بازی کراتا تھا۔ جو بھی جیت جاتا فی روپیہ ایک پیسہ فیس مقررہ مدامی حاصل کرتا۔ تمام دن رات آخر کوئی بھی جیتتا مگر اس کا پیسہ ہرا رہتا۔ اس ناجائز کاروبار کی فیس ایک سو روپیہ روزانہ سرکاری خزانہ میں داخل کرتا شدہ شدہ اس قدر دولتمند ہو گیا کہ شہر کے متصل موتی بازار کے عقب ایک زمین خرید کر اس میں باغ لگایا اور عمدہ کوٹھی درمیان میں تعمیر کرائی۔ مکان کی الماریوں کے تمام خانے، تھیلیاں نوٹوں کے بنڈلوں سے بھرے رہتے تھے

بڑے صاحبزادے کی بزازی کی شاندار دکان موتی بازار میں کھلوادی وغیرہ رئیس مالیر کوٹلہ کے برابر طعام خانہ وغیرہ اور سامان تعیش کے مصارف تھے۔ اب ذرا نظر عبرت آگین سے قدرت قادر و قدیر کا تماشا ملاحظہ ہو کہ اس سب فرعونی ٹھاٹھ کا حشر کیا ہوا! یہ دولت و ثروت ساون کی روئیدگی کی مانند جلد ہی سوکھنے اور پژمردہ قانون ایزدی کے تحت ہونے لگی۔ فرعون یا قارون عہد موت کا شکار ہو گیا۔ چونکہ مال میں برکت تو ہے ہی نہیں تھی، اس لئے سب پھر سے اُڑ گئی۔ باغ اور کوٹھی، دکان ساہوکاروں نے قرق کرالی۔ مردکی مایہ برچھ کی سایہ ثابت ہوئی۔ اسی کے ساتھ یعنی درخت سوکھ کر گر گیا اور اس کا سایہ خود بخود ہی ختم ہو گیا۔ دونوں بیٹے امیر سے فقیر بن گئے۔ کہیں فقیر لاہوری کو بھی ان کے زمرے میں نہ شامل کر دینا، وہ تو اللہ کی خیر کا فقیر یعنی حاجت مند اور بھوکا ہے، اسی لئے وہ غنی ہے، یعنی اس کا دل غنی ہے، ظاہر والا ڈھانچہ فقیر نظر آرہا ہے۔ دونوں لڑکے دوسرے سیٹھانوں کے کبھی کسی کے کبھی کسی کے طویلوں میں گھومتے رہتے۔ کھانے کے وقت محتاجوں کی طرح وہاں سے کھانا خیرات صدقہ اور مفت تناول فرماتے رہے پھر تقسیم کے وقت ان میں سے ایک بدقسمت محتاج ادھر چلا آیا۔ نہ گھر نہ در، نہ انگ نہ ساک — یہ ہوا اس عمل شیطانی کا انجام۔ اس سے اہلِ بصیرت کو بہت اچھا سبق ملتا ہے۔

یہی حال شرابیوں کا ہوتا ہے۔ یورپ کے اقیونی جرسی مال روڈ پر اور اچھے ہوٹلوں میں سوال کرتے پھرتے ہیں۔ " مائی لارڈ گومی وَن روپی، آئی ایم وَیری ہنگری "۔

قارون کی دولت نے اس کو کیا نفع دیا، وہ اس کو بھی لے ڈوبی اور

زمین میں زندہ ہی غرق ہو گیا جبکہ اس کے سر پر اس کی دولت لدی ہوئی تھی۔ یعنی اس کے مرتے وقت اس کے خیال اور دماغ میں اس کی دولت ہی کا تصوّر تھا۔ اس سے مراد سر پر دولت لدی ہوئی استعارہ قرآنی ہے۔ حقیقت بھی ممکن ہے۔ انسان جس خیال اور دُھن میں مرتا ہے اسی دُھن میں قیامت کو قبر سے اٹھے گا۔ مومن اللہ تعالیٰ خالق حقیقی اور معبود برحق کے جذبہ و شغف اور یاد میں فوت ہو گا تو قبر سے بھی اسی فاذکرو اللہ کذکرکم آباءکم او اشد ذکرہ ہی میں اٹھے گا۔ فرعون کی تباہی کا سبب "امرہ فرطا" قرآن نے بتایا ہے۔ قرآنی اصول اٹل ہوا کرتا ہے۔ پس ہر عمل بد کا نتیجہ جو برا نکلتا ہے اس کے عامل پر امرہ فرطا کا اطلاق ضرور ہوتا ہے۔ زانی کو مرض آتشک، سوزاک اور اس سے بھی اوپر جذام ہو جاتا ہے۔ یہ "چسکہ" کا پھل ہوتا ہے۔ جو اسی دنیا میں مل رہتا ہے۔ امرہٗ فرطا ہی تو ہوتا ہے۔

قبر

مرقد، مقبرہ، خواب گاہ (موت کی خواب گاہ) قبر موجودہ نسل انسانی کی پہلی قبر حضرت ہابیل کی نرم زمین پر تھی، جس کی رہنمائی کوّے نے کی یہ پہلا محسن انسان کا ہوا۔ اس سے کئی باتوں کا استدلال ہو سکتا ہے۔ اوّل یہ کہ کوّا انسان کا اہم عنصر ہے، یعنی اس کی تخلیق دوسرے تمام جانوروں اور چوپایوں وغیرہ سب سے پہلے ہوئی۔ دوسرے یہ اوّل محسن انسان ہے اور ہر چیز میں خیر اور شر کے دونوں پہلو موجود ہوتے ہیں۔ یہ فصلوں کو تباہ کر دیتا ہے اور پرندوں کے انڈے پی جاتا ہے۔ انسان کے نیکوں کے

ہاتھوں سے روٹی کا ٹکڑا دلیری سے چھین لے جاتا ہے۔ کھانے کی چیزیں نجس اور خراب کر دیتا ہے وغیرہ۔ تو فصلوں کو تباہ کرنے والے کیڑوں مکوڑوں کو بھی تباہ کر کے خدمت انسانی کا ثبوت دیتا ہے۔ وادی کاغان فرحت بخش اسی "کلاغ" کے نام سے مشہور ہے۔ پہاڑی کوّے میدانی نسل کے عمالقہ یا عوج بن عنق ہوتے ہیں۔ ایک مہجور بہن اپنے پردیسی پیارے بھائی کے نام سندیسے اسی کوّے کے ہاتھ ہی تو بھیجا کرتی ہے۔ وہ کیا کہتی ہے: آجا آجا کاواں تینوں ٹھنڈیاں چھاواں (نصیب ہوں)۔ مہجور بہن کا ذکر آیا تو ملک عرب کی ایک دائمی مہجور بہن کا شعر یاد آگیا، ذرا سنیئے اور اپنا سر دھنیئے لیجیے

ذکرتک اذ طلوع الشمس صخرا ذکرتک اذ غروب الشمس صخرا

(صخرا اس کے بھائی کا نام تھا) کتنا درد انگیز کلام ہے۔ وہ فراق زدہ بہن تمام زندگی اسی شعر کو ہمیشہ پڑھا کرتی اور مجمعوں کو رلایا کرتی۔ حتیٰ کہ وہ اسی منزل موت میں داخل ہوئی جہاں اُس کا بھائی اس بیچاری کو چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا تھا۔

کوّے کی قدامت پسندی کی بھی حد ہو گئی۔ مشہور ہے وہی کوّے کی کالی وردی، وہی کوّے کی کائیں کائیں۔ فقیر مست الست کو تک سے تک ملانا خوب آتا ہے، ذرا توجہ فرمایئے۔

طبیبوں کا مقولہ ہے کہ طبیعت مدبر بدن ہے مگر بے شعور"۔ اسی طرح انسان مقلد ہے۔ مگر بے شعور یعنی آندھی تقلید کرنے والا، الا ماشاء اللہ قبر پرستی انبیاء اور بزرگان دین کی قبروں سے شروع ہوئی۔ جس طرح پکے موحد گوتم بدھ کے پیروؤں نے بدھ ہی کا مجسمہ بنا ڈالا، بگڑ کر بدھ کا بت بن گیا۔ آج دنیا میں سب سے زیادہ تعداد میں بت انہی کے نام پر بنے ہوئے

ہیں۔

فتح مکہ کے دن اللہ کے گھر بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بُت رکھے ہوئے پائے گئے۔ ابراہیمؑ کا بُت سب سے اونچی جگہ حفظ مراتب کا لحاظ رکھتے ہوئے موجود تھا۔ کیوں نہ ہو، وہ ابوالانبیاء جو ہوئے۔ حضرت علیؓ نے اپنے نبی اکرمؐ کے شانہ مبارک پر قدم رکھ کر اسے اتارا اس کے ہاتھ میں ایک ترکش اور کمان تھی۔

ایک دفعہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ پر کسی نے اعتراض کیا کہ آپ کی تصویر اخباروں میں چھپتی ہے۔ جواب دیا کہ مارو اس کے بیس جوتے، وہ بخاری نہیں ہے۔

عبدالعزیز ملک الحجاز نے مدینہ اور مکہ شریف مکہ انگریز کے پٹھو کے مقابلہ میں یلغار کی۔ غالب آتے آتے ہی نجدی موحدین نے "مڑھی مسانی ڈھائے کے کردیو ملانا" کا قدم اٹھایا۔ کافی کامیابی ہوئی۔ مگر دنیا کے باقی مسلمانوں نے شور بے ہنگام مچا دیا کہ لا تذرت الھتکم ولا تذرت ودًا و سُواع ولا یغوث و یعوق و نسرًا۔ چنانچہ اگلا قدم نجدیوں کا سلطان نے مصلحتًا روک دیا۔

قبر پرستی اور پیر پرستی امت کے لئے افیون کا درجہ رکھتی ہے اور یہ مسلمانی کا معیاری قرار پا گیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ اور لاتتخذ وا قبیری وثنًا امت بھول بیٹھی۔

مرض الموت میں ہمارے نبی اکرمؐ نے ہمیں کیا کیا وصیتیں کیں۔ ترکت فیکم امرین کتاب اللہ و سنتی۔ ان دونوں چیزوں (کسوٹیوں) میں ہر چیز دینی اور دنیوی تحقیق کر لینا چاہیئے کہ کیا حکم ہے، کیا ہدایت ہے۔ لا

تتخذوا "قبری وثن" اس کسوٹی میں موجود ہے (وثن استھان پوجا) لاتتخذوا قبری عیداً عید (میلہ) یعنی جمگھٹا۔ ہاں شدالرحال تین مسجدوں کے لئے جائز ہے جس میں مسجد نبوی بھی ہے۔ مگر قبر نبی کے لئے شدالرحال ثابت نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قبر مبارک و اطہر سی مسجد کے برابر اسی عمارت کے اندر ہے مگر قصد یعنی ارادہ اور نیت مسجد نبوی ہی کا کیا جائے گا۔ ذالک لمن لم یکن حاضر المدینۃ الصیبۃ۔ اہل مدینہ کسی وقت بھی زیارت کے لئے جائیں۔

حضرت عائشہ رضی سے کسی صحابی نے دریافت کیا کہ قبر مبارک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چھت کے اندر کیوں بنائی گئی (یعنی حضرت عائشہ رضی کے کمرے میں) سبب بتایا کہ اگر قبر کھلے میدان میں بنائی جاتی تو لوگ اس کی پوجا شروع کر دیتے۔ جس طرح مقام حدیبیہ میں ببول کے ایک درخت سے پشت مبارک لگاکر مسلمانوں سے مرن بیعت لی تھی۔ حضرت عمر فاروق اعظم کے عہد خلافت میں لوگ سفر حج میں اس درخت سے تبرک اور استحباب کے طور پر بار بار اپنی پشت لگانے لگے۔ امیرالمومنین نے سبب پوچھا تو بتایا کہ حضرت مبارک نے ایسا کیا تھا۔ اس پر حق اور باطل میں فرق کرنے والے نے اس درخت کو اکھڑوا کر اس کا نشان ہی مٹا دیا کہ کہیں امت میں یہ نیا فتنہ پرستی کا پھر نہ اٹھ کھڑا ہو۔

اس مقام پر یہ یاد رہے کہ "اصحابی کالنجوم" جس کی پیروی کروگے راہ ہدایت پالوگے۔ اور دوسری جگہ آیا ہے "سنتی وسنت صحابی" وہ صحابی کون تھے؟ انہوں نے اپنی اپنی شمع ایمان براہ راست مشکوٰۃ نبوت سے روشن کی تھیں۔ خیرالقرون میں کسی پکی قبر کا ثبوت نہیں ملتا۔ اگر ہو بھی تو وہ

کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی کی قبر نہیں ہوگی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کسی کا کفن قیمتی بنادیا، لیکن حضرت مبارکؓ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ اچھا کپڑا پہننے کا حق تو زندہ انسانوں کا ہے، مُردوں کا نہیں۔ تو جب کوئی قبر چونہ سنگ مرمر وغیرہ کی تعمیر ہوتی، اگر ہمارے نبی مکرم دیکھ پاتے تو یہی فرماتے کہ ایسی عمارت میں رہنے کا حق تو زندہ انسانوں کا ہے نہ کہ مُردوں کا۔

قبروں پر پختہ عمارتوں کا ذکر چل نکلا تو آیئے خادم قوم فقیر اپنی قوم کو جس کا بنیادی اور آخری کلمہ محض لا الہ الا اللہ ہے دنیا کی عجیب و غریب پرشکوہ، سربفلک اور حیرت افزا شاہانہ عمارتوں کی سیر کرائے جن پر ہزارہا سال کے مرے ہوئے انسانوں کے قبضہ میں و لقد کرمنا کے خطاب یافتگان اور اولوالالباب و اولوالابصار سے ملقب زمرہ نے جبراً دی ہوئی ہیں اور مفروضہ قابضین و صاحب ملکیت ہستیوں کے کراماً کاتبین تک کے کانوں میں کبھی اس مہمل خبر کی بھنک بھی نہیں پڑی۔ اور ان عمارتوں کا نام "دربار" یا درگاہ" رکھا گیا ہے اور حیات النبیؐ کے برابر برابر "حیات الاولیاء" کا عقیدہ بھی کھڑا کیا گیا ہے۔ اور کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ کے الفاظ کی قرآن سے عملاً نفی کی گئی ہے۔ مسلمان ہندی اہل ہنود کو حقارت سے اور طنزاً کہتا ہے کہ وہ دریا، پہاڑ، درخت، سانپ، سانڈ، آگ، سورج، چاند وغیرہ ہر چیز کی پوجا کرنے لگ جاتا ہے مگر موحد کہلاتے ہوئے اپنے تئیں شمع ایمان مدھم پڑ جانے کے سبب بھول جاتا ہے کہ وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چل رہا ہے۔ ان کا تو عذر کسی حد تک قابل شنوائی ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس نہ تو کوئی ہادی اور نہ ہی روشن کتاب ہے مگر مسلمان

کے رہنما حضرت محمد بشیر و نذیر و نور دیا دیا اور کتاب مبین ، امام مبین ، اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی اور تبیاناً لکل شیء نور مبین موجود ہے، یہ کیوں گمراہ ہوا ؟ بے عملی کے سبب جو کہ بنی اسرائیل نے اختیار کی تھی ، جن کی نسبت ہے : الا من بعد ما جاء تہم البیّنات۔ اب یہی حکم ایسے مسلم پر بھی عائد آتا ہے علم کی کمی یہود میں نہیں تھی مگر عمل سے کورے تھے ۔ اب یہی حال بزعم خود مسلم کہلانے والوں کا ہے الا ماشاء اللہ ۔

اب سیر عمارات حاضر ہے ۔ سب سے پرانی عمارتیں قبروں پر ملک مصر میں اہرامِ مصر کے نام سے مشہور ہیں ۔ انسان کی خو خصلت ہر زمانہ میں تقریباً یکساں ہی پائی گئی ہے ۔ قبر پرستی ، لگاؤ پرستی ، شخص پرستی ، اصنام پرستی ۔ یہ چار پرستیاں مل کر ایک مکمل پرستان بن گیا ہے ، اس کی سیر کا نام "سیر پرستان" ہونا چاہیئے ۔ یہاں مکمل سیر پرستان کی نہ وقت اجازت اور گنجائش نہیں دیتا ، ہاں حسب وعدہ سیر قباب قبور حتی الوسع کراؤں گا ۔ کہیں قباب القبور کو "کشف القبور" نہ سمجھ لینا ۔ فقیر میں اتنی طاقت نہیں ہے ، اس کا شوق ہو تو اسی لاہور یا پاک پتن ، یا کلیر ، یا اجمیر وغیرہ میں کسی مجذوب کی خدمت کر کے یہ راز جذب و انجذاب معلوم کر سکتے ہیں ۔ مجذوبین کی شناخت کی صوری علامات چند مشہور خلائق یہاں درج کئے دیتا ہوں اور ڈر ہے کہ الدال علی شر کفاعلہ نہ ہو جاؤں اَعَاذَنَا اللّٰہ مِنْ ھٰذَا ۔ لیجئے ایفاءِ عہد پورا کرتا ہوں ، مگر ایک آیہ شریفہ قرآنی بھی گوش گزار کئے دیتا ہوں ، اس پر پہلے غور فرما لیجئے ۔ اب تطبیق معاملہ آپ کا کام ہے ، فقیر اس سے بری الذمہ ہے ، آپ جانیں اور آپ کا کام ۔

وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ حَتّٰى يَقُوْلَا
اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فيتعلمون منهما مَا يُفَرِّقُوْنَ
بِهٖ بين المرءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا يُضَارِيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا
باذن الله ويتعلمون مايضرهم ولا ينفعهم ولقد علموا
لمن اشتراهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خلاق وَلَبِئْسَ مَا شروبه
بِالْاٰخرة ولو كانوا يعلمون وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لمثوبة
مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَوْ كَانُوْا يعلمون ۔ اب مجذوب ولی اللہ کی
زیارت جاذب نظر، عقیدت اثر اور نقد ۵ اور سیر بھر مٹھائی کی نذر
کے ساتھ کریں ۔ پہچان کے لئے علامات مندرجہ ذیل یاد رکھیں: شاہ صاحب
موٹے تازے میلے کچیلے سر پر بال پریشان اور گنجان، چہرے پر بھی بکھرے
ہوئے، بدن عریاں مگر طفق یخصفان من ورق الجنۃ کی جگہ ایک
موٹا سا میلا کچیلا لنگوٹ کسا ہوا، بغلوں اور چھاتی بلکہ اس کے اسفل ہر حصہ
پر بھی بال ساون کے گھاس کی طرح اُگے ہوئے، آنکھیں سُرخ اور متوالی،
گلے میں سرخ سیاہ اور سفید موٹے دانوں کا کنٹھا، گردن جھکی ہوئی اور نظر
نیچی مگر اپنے شکار کو کنکھیوں سے تاک لینے میں ہوشیار، اور اگر کسی رخ زیبا
پر جا پڑے تو جذبہ محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کر دیتی ہے اور پھر بار بار
شاہ صاحب کی برکتوں بھری نظر اسی نشانہ پر پڑنے لگتی ہے اور نظر شاہی سے
گدائی میں تبدیل ہو کر رہ جاتی ہے اور "پہلی نظر تھی دل کا مول" بن جاتی ہے
اور "اب آنسو کے موتی رول" رولنے لگ جاتی ہے جسے ملا لوگ "اسراف
ہے" کہتے ہیں ۔ اگر پھر دوبارہ، سہ بارہ اور بارہ بار اٹھائے تو وہ زہر میں
بھرا ہوا تیر بن جاتی ہے اسی طرح ہر دفعہ زہریلا تیر ہو جاتی ہے ۔ زبان

من سکت نجی پہ عامل مگر مندرجہ ذیل شعر کی راز دان ہے

دو چیز طیرۂ عقل است لب فرو بستن   بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

آواز میں گونج اور بے نیازی، مردوں کے مجمعوں میں من سکت نجی پر سختی سے عمل اور جہلائے مطلقائے اور خالص عورتوں میں کلمات کرامت ما آپ کی رفتار چاند گاڑی جیسی ہو جاتی ہے خصوصاً جبکہ خاص شکار یا کوئی چاند سا مکھڑا مدنظر ہو تو بس پھر تو مجذوب صاحب کا جذب و انجذاب قانون باطنی طور پر جاری ہو جاتا ہے اور ایسی رموز اسرار باطنی کو لوگ اور بے چارے ملّا لوگ کیا سمجھیں۔ کوئی بھاری پاؤں والی بیٹا مانگتی ہے، کوئی تسخیر شوہر یا غیر شوہر کی طالبہ ہوتی ہے، کوئی شوہر پردیسی یا غیر شوہر کے ہجر و فراق کو وصال و الفت میں تبدیل کرانے کی التجائیں کرتی ہے، بعض اپنی سوت کو اللہ کی پیاری کروانے کی آرزو مند ہے اور خود اللہ کی بے پیاری ہی رہنا چاہتی ہے وغیرہ۔ اور جاہل مرد سٹہ اور لاٹری کے لئے عددی ہندسہ معلوم کرتا ہے۔ کوئی کسی کی محبت کا تیر خوردہ اپنے صیاد کو نخچیر بنانے کا طالب، کوئی کیمیا کے نسخہ کا حاجتمند وغیرہ۔ کسی ہسٹیریا دباؤ گول کی مریضہ میں سے جن نکلوانا اور تخلیہ میں لے جا کر اس کا جن نکال دینا۔ اگر پھر بھی جن آ پکڑے تو مریضہ کی ماں کا کنواری یا نامرد شوہر والی کو پھر شاہ صاحب کے پاس لے جانا اور شاہ صاحب کا تخلیہ میں لے جا کر پھر جن نکال دینا اور نذرانہ اور خدا ترسی میں بھی معاف کر دینا۔

اب معنوی شناخت مختصراً یہ یاد رکھیں کہ چوں بخلوت میروند آں کار دیگر مے کنند۔ کار دیگر کی کیا تعریف کروں، اس کی بڑی سحر آگین اقسام ہیں چکلہ یا تکیہ، یا فقیر کی پھوس کی کٹیا دگر فقیر لاہوری کو معاف رکھیں)۔

مئے دو سالہ و معشوق چاردہ سالہ   ہمیں بس است مرا صحبت صغیر و کبیر

مے نوشی اگر میسر نہ ہو تو" انگور کھٹا ہے" کہہ کر چرس کے چند کش اور بھنگ کا پیالہ جس میں سیخ نہ سمائے اور چٹیا مُنیا کا ماوا یا کم از کم پوست کا آب کثیف اور فلک سیر کو ڈنڈا اور کونڈی میں رگڑتے وقت یہ شعر مالکوس یا دیش میں الاپتے جاتا۔ شعر رموزی ؎

زور زور سے دے رگڑے باقی سب مٹ جائیں جھگڑے

جس کو ملا لوگ کہتے ہیں اِلَّا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب ۔ مجذوب کہتا ہے کہ منزل ہم دونوں کی ایک ہی ہے صرف اس تک پہنچنے کے راستے دو ہیں۔ (استغفر اللہ نعوذ باللہ من ذالک ۔ فقیر)

باز آمدم بر سرِ زیارتِ قباب مصر کے بعد خلفائے عباسیہ نے عراق میں حضرت امام حسینؓ وغیرہ کے قبے شاندار تعمیر کرائے۔ اس سے پہلے خلیفہ بنی امیہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر پختہ عمارت کرائی تھی۔ امام حسینؓ کا قبہ اونچے تخت پر ہیڈ سینیر مجاور یا رئیس المجاورین شان میں بیٹھا دیکھ کر ایک بدوی اپنے استاد سے دریافت کرنے لگا کہ اھذا اللہ؟ (اس کا مفصل ذکر صفحہ ۲۳ پر ملاحظہ فرمایئے) پھر ایران اور ہندوستان میں افغان اور مغل بادشاہوں نے بہت شاندار عمارتیں بزرگوں کی قبروں پر زرِ کثیر سے بغرض ایصال ثواب وعقیدت تعمیر کرائیں۔ مثلاً ملتان میں حضرت بہاؤ الحق ملتانی، حضرت علیؒ ہجویری لاہور، حضرت خواجہ معین الدینؒ چشتی اجمیر، حضرت بابا فریدؒ پاک پتن، حضرت علیؒ احمد صابر کلیر، حضرت نظام الدینؒ اولیاء دہلی، حضرت احمدؒ سرہندی مجدد الف ثانی سرہند وغیرہ۔ کچھ فرضی قبروں پر بھی عمارتیں بنا ڈالیں۔ مثلاً حضرت شیخ عبد القادر گیلانی کا فرضی مقبرہ لودھیانہ میں اور

ایک اور شہر میں بھی سنا گیا ہے۔

ان جملہ حضرات کی قبروں پر شاندار عمارتیں متوفیاں کی مرضی کے خلاف تعمیر کی گئیں۔ اس کا ثبوت اور دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جو سبب بیان فرمایا کہ اگر قبر رسولؐ کھلے میدان میں بنائی جاتی تو لوگ سابقہ انبیاء کے امتیوں کی طرح اس قبر کی بھی شاید پرستش ہی کرنے لگ جاتے۔ خام عمارت کے ایک کمرے کی چھت کے نیچے دفن کرنے کا جو سبب ام المومنینؓ نے بتایا اس سے زیادہ خطرہ شاندار عمارت کے ہونے سے تھا۔ اور یہ حکم تمام امت کے لئے کہ قبر ہر امتی کی کچی ہو اور صرف ایک بالشت سے اونچی نہ ہو، سے کچھ یہی اشارہ ملتا ہے کہ قبر کی کو نمایاں خصوصیت قابلِ برداشت مذہب علمبردار توحید میں نہیں ہے۔ اگر عمارت جائز ہوتی تو حضرت نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر سونے چاندی کی عمارت صحابہ کرامؓ ضرور بنواتے۔ کیونکہ مال غنیمت بہت آنے لگا تھا۔ حتیٰ کہ وہ بیشین گوئی بھی پوری ہو چکی تھی کہ امت میں ایک ایسا دور آنے والا ہے کہ ایک شخص زکوٰۃ کی سونے کی ڈلی ہتھیلی پہ رکھ کر مستحق زکوٰۃ کی تلاش میں گھر سے صنعا (شہر) تک کا سفر اختیار کرے گا لیکن زکوٰۃ کا مال لینے والا کوئی شخص بھی نہ ملے گا یعنی سب صاحب نصاب ہوں گے۔ یہ واقعہ بعینہٖ ایک شخص کے پیش آیا اور اس نے بیان کیا، اس شخص کا نام علماء بتا سکیں گے۔

اب اس کے بعد یہ نتیجہ ہے کہ جب صاحب امت کی قبر کا یہ حال ہے تو تمام امتیوں میں سے خواہ کوئی کتنا بھی بلند درجہ رکھتا ہو آخر ہو گا وہ امتی ہی، چاہے لوگ اسے پیران پیر ہی کہتے ہوں اور خواہ بزعم ان کے تمام اولیاء کے کاندھوں پہ ہی اس کا قدم ہو آخر ہو گا "امتِ محمدیہ" کا ایک

فرد۔ نعوذ باللہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" ہرگز نہیں کہلائے گا۔ اگر بالفرض ایسا کہلائے گا تو پھر وہ امتی نہیں رہے گا کوئی نبی ہی کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے مقربین اکثر مردہ بدست زندہ ہیں۔ ان کی وفات کے بعد لوگوں نے ان کی نسبت غلو کیا۔ کسی کو کچھ بنایا، کسی کو کچھ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ کو اللہ کے بیٹے نہیں بنایا؟ اللہ پوچھے گا: یاعیسیٰ أنت قُلتَ اتخذونی و امی الٰھین۔ قال رب انك انت اعلم مافی نفسی وَمَا اَعْلَمُ مَافِی نفسك ان قُلتُ اتخذونی و امی الٰھین۔

اسی طرح یہ اولیاء اللہ بھی جواب دیں گے کہ میرا پاؤں یا اللہ! کسی اولیاء کے کندھوں پر کبھی نہیں رکھا گیا اور نہ ہی کوئی برات کی بھری ہوئی کشتی ڈوبی اور وہ سب خدارسید ہو گئے ہوں اور میں نے اپنی اولیائی کرامت سے ان کو دوبارہ دنیا رسید کر دیا یعنی زندگی بخشی ہو وغیرہ۔ اور خدا کو پیارے ہو چکوں کو پھر اللہ کے لیے پیارے بنا دیا ہو ——

کوئی بزرگ عرض کرے گا کہ "ربی انت اعلم" کہ میری قبر پر اینٹ یا چونے وغیرہ کی عمارت بناتا، پھر اس میں ایک دروازہ ایک گلی بہشتی بنانے کی مجھ پر بہتان لگانا۔ ھٰذا افك و بھتان عظیم —— کوئی بزرگ عرض کرے گا کہ خدایا! میں نے اپنے کسی خلیفہ یا مرید کو کبھی نہیں بتایا تھا اور نہ ہی اپنی کسی تصنیف یا دیوان میں کوئی ایسی غزل تصنیف کی کہ میری قبر درو ضہ پر ایک دفعہ شد الرحال کر کے زیارت کر لینے پر آدھے حج کا ثواب ملے گا۔ میں تو کانوں پر ہاتھ رکھتا ہوں میں بری الذمہ ہوں —— شیخ سدو بھی یہی جواب دیں گے کہ بکرے کا چڑھاوا (اُھِلَّ لِغَیۡرِ اللّٰہِ) چڑھاتا، کہیں گھوڑے (گھوڑے) چڑھتے ہیں تو کسی گنبد پر روٹیوں کی کاتریں چلتی ہیں۔

بنی نوع انسان جاری کر دیا جاتا تو ساری امت خیر الناس بن جاتی، کیوں کہ خود ہمارے نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے: خیر الناس من ینفع الناس۔ اگر اس رقم کا منتظم یا اختیار فقیر ہوتا تو "دار الفلاح" کی نبی نوع انسان کے لئے ترجیح دیتا اور فوراً منظور کر کے طیار کرا دیتا۔

ایک لطیفہ

یاد آیا۔ نواب صدر الدین خاں بڑودہ نے اپنی ایک تصنیف میں لکھا تھا کہ گجرات کاٹھیاواڑ میں پیر پرستی اور قبر پرستی بسبب جہالت زیادہ سے ایک چھاؤنی میں کرنل صاحب کی میم نے ایک کتا پال رکھا تھا، اسے وہ بہت پسند تھا۔ اتفاق سے وہ کتا مر گیا۔ اس کو عزت سے دفن کرایا۔ کفن عمدہ کپڑے کا اس پر ڈالا اور قبر پکی بنوائی۔ ایک سپاہی اتفاقاً بارہ سال کے بعد تبدیل ہو کر پھر اسی چھاؤنی میں آگیا۔ وہ سخت حیران ہوا جب اس نے دیکھا کہ اس سگِ اصحابِ کہف نہیں بلکہ "سگ صحابیہ برطانیہ" کی قبر سگی کی پرستش ہو رہی ہے اور اس پر چڑھاوے چڑھ رہے ہیں اور مجاور صاحب وصول کر رہے ہیں۔ اس سپاہی نے بتایا کہ یہ کسی ولی کی قبر نہیں، یہ فلاں میم صاحبہ کے کتے کی قبر ہے اور میں نے خود چونہ مسالہ اینٹ معمار کو دیا تھا۔ لیکن سپاہی کو لوگوں نے یہ کہہ کر دھتکار دیا کہ یہ کوئی کٹر وہابی اور ولیوں کا گستاخ ہے۔ ممکن ہے فقیر اور اس کا قلم بھی وہابڑے ہی بن جائیں۔

کہاں کابل کہاں سرہند، کابلی بادشاہوں کے مقبرے بھی یہاں بنائے گئے اور ان پر مرنے کے بعد شاہانہ عمارات تعمیر ہوئیں۔

دینی بزرگوں سے معلوم ہوا ہے کہ حدیث شریف سے قبر خام اور صرف

ایک بالشت اونچی بنانے کا حکم ثابت ہے، اور فقیر نے اپنی اہلیہ مسماۃ زینب مرحومہ کی قبر ۱۹۶۳ء میں صرف ایک بالشت اونچی رکھی۔ اللّٰھم تقبل منی عمل تمسک بالسنۃ۔

فقیر کا ایک اہم اور نافع ترین منصوبہ

علمائے کرام و مفتیان عظام عادلانہ، سکون قلب، تحمل اور تعصب سے پاک رہ کر بنظر محققانہ، غیر جانبدارانہ، خدا لگتے خیال سے سوچ کر فیصلہ کریں۔ یہ فقیر کے علاوہ تمام امتِ مسلمہ پر احسان بے پایاں ہو گا اور حقاق حق او یبطل الباطل کرنے والے بزرگان امت کا اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات پر جو بصیرت دہندۂ قلب و شرح کنندۂ صدر مومنین ہے، پر اجر عظیم ہو گا۔ اور فقیر بموجب الدال علی الخیر کفاعلہٖ کے زور سے مفت ہی مذکورۃ الصدر چیزیں حاصل کرے گا۔ ذٰلِكَ فضل اللّٰہ من یشاء جو اس نے اعصر خمراً کے اصول پر خود ہی اپنے لئے مقرر کر لیا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ غفور الرحیم کو ایک بوڑھے کی سفید ڈاڑھی دیکھ کر شرم سے بخشنا پڑ جاتا ہے۔ تو وہ اپنا سرتاسر رحمت میں لپٹا ہوا قانون "غلبۃ رحمتی علی غضبی" ایک عاجز اور پر تقصیر و حقیر فقیر پر کیا جاری کرنے سے خدانخواستہ گریز کرے گا؟ (کلّا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں)

منصوبہ حاضر ہے

اگر اہل اسلام کی روئے زمین کی قبروں کا معاملہ قاعاً صفصفاً اور لا عوج فیھا ولا امتا اور وہ بھی مسلمانوں کے آرمز نسٹرانگ

کے ذریعے سے کہ دیا جائے مگر ہر قبر کو ارتفاعاً شوارگ واحدہ من تراب
خالصۃ" کی رعایت دی جائے تو ایک ہی دن میں تقریباً امت شرک
سے پاک ہو جائے۔ ایک دو مثالیں دھیان میں لائیں ۔ اوّل ، اگر
حضرت علی ہجویریؒ کی قبر مبارک کو ہزاروں لاکھوں من کے بوجھ سے نجات
دلاکر وہاں نہ تو ایک پختہ اینٹ تک اس احاطہ میں رہنے دی جائے اور
نہ ہی ایک روڑی کسی بھی مسالے وغیرہ کی وہاں نظر آئے۔ اور قبر صرف
ایک بالشت زمین سے اونچی رہے، نہ کوئی کتبہ اور نہ سبز غلاف اور نہ
غلاف کے چاروں کونوں پر کمہار کے بھٹی میں پکائے ہوئے مٹی کے ٹھمنے
سے جو قبر کا طواف کرتے وقت لوگ منہ سے حجر اسود کی طرح چومتے اور
بوسہ دیتے ہیں۔ میں شرما شرمی میں اپنا پردہ کیوں رکھوں اور جھوٹے
وقار کو حقارت اور نفرت کے دھچکے سے کیوں بچنے دوں اور لا اقول
الا الحق کے زعم میں کیوں رہوں۔ فقیر کے سالقہ مسکن بھرال میں ایک
بزرگ حضرت شاہ حسینؒ کا قبہ اور حدیقہ، کنواں موجود ہے، کبھی باغ آباد
تھا۔ میری عمر نو دس سال کی ہو گی اور لڑکوں کے ساتھ اس قبر کا اسی
طرح طواف کیا کرتا تھا، استغفر اللہ خدائے غفور الرحیم مجھے میرے زمانہ
جاہلیت تے ذنوب سے مغفرت دے آمین۔ اور سب کو بچائے ۔
نقار خانہ مسمار کر دیا جائے رکسی قوال کی چوکی وہاں نہ لگنے دی جائے۔
یہ جبیزا اللہ تعالیٰ مسلمان اوقاف کے آفیسروں کے دلوں میں یہ نیک خیال
ڈال دے اور وہ اپنے با اختیار وزیر اوقاف حتی کہ صدر پاکستان
سے بھی خواہ منظوری لینا پڑے تو میں پوچھتا ہوں کہ پھر بھی وہاں عورتیں
اور جہلاء مرادیں مانگیں گے ؟

اور

خواجہ معین الدینؒ اجمیر میں اور حضرات نظام الدینؒ اولیاءؒ، مجدد الف ثانیؒ
علی احمد صابرؒ کلیری اور پاک پتن، بہاؤ الحقؒ زکریا ملتان وغیرہ کی ہر
جگہ عمارتیں ملیامیٹ کر دی جائیں تو کیا پھر بھی یہی خرافاتِ مشرکانہ
اور رسومِ کافرانہ ہوتی رہیں؟ انصاف سے اور بلا خوفِ " لومۃ لائم "

علمائے کرام جواب دیں

اگر جواب اثبات میں ہے تو اجازت دیں کہ ایسے تمام علماء اور مفتیاں کے
پاؤں میں اپنی آنکھوں اور سر بار بار اور روزانہ رکھا کروں اور تا حیات
مجھے اس فعل سے سیری نہ ہو، اور میری بوڑھی روح اس بڑھیا کی عمر
اور حسن حاصل کرے جس نے ایک دن اپنے پیارے نبیؐ سے خلوص قلب
کے ساتھ جذبۂ شوقِ جنت سے سوال کیا تھا کہ یا رسول اللہ! کیا بوڑھی
عورت بھی جنت میں داخل ہوگی؟ مزاحاً فرمایا کہ ہرگز نہیں، یا نہیں
وہ مایوس اور اداس ہوگئی تو تبسم بھرے لہجہ میں فرمایا کہ بوڑھی جوان (حسین)
کر کے جنت میں داخل کی جائے گی۔ وہ سُن کر باغ باغ ہوگئی۔
بالفرض خدانخواستہ تجویز بالا رد کر دی گئی تو پھر اس آیت کو یاد کر کے
دل کو ڈھارس دے لیا کروں گا " نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ
عَلَیْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ " اور اِنَّكَ
لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور وَمَا
عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ اور لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ

نوگزوں کی قبریں

زیارتِ قبور نامکمل نہ رہ جائے، مسلمانوں میں نوگزوں کی قبریں بھی

مشہور ہیں اور کئی مقامات پر موجود ہیں۔ تین قبریں تو میں نے بھی دیکھی ہیں ایک قبر بھرال کے قبرستان پیر زندہ علی شاہ میں، دوسری موضع آنڈلو میں کھلے میدان میں گاؤں کے متصل شرقی جانب اکیلی ہی ہے اور کئی گز لمبی اس کی بنا سب سے چوڑی اور اونچی تھی مگر مٹی کی بنی ہوئی ہے۔ تیسری کوٹلہ زیارت کے مقام میں پختہ ہے۔ اوپر عمارت بھی پختہ ہے قبر کافی لمبی چوڑی اور اونچی ہے۔ مسیحی شاید کھڑی شکل میں ہوتی ہے، شاید اصحاب کہف کی سنت پر کہ وہ بھی غار میں کھڑے ہی نظر آتے تھے۔ پس ان کی نقل یا سنت پر کتے کی اہمیت مسیحی لوگوں میں اصحاب کہف کے کتے کی سنت پر ہے۔ یہ فقیر کا استدلال ہے۔ آتش پرست نہ دفن کرتے ہیں نہ جلاتے ہیں بلکہ ایک برج سا اوپر سے کھلا ہوتا ہے اس کے اندر مردے کو پھینک دیتے ہیں اور پرندے اور کیڑے مکوڑے اسے چٹ کر جاتے ہیں۔ یہ کھلا برج سا میں نے مقام تو ساری ریاست بڑودہ میں دیکھا ہے اہل ہنود اور سکھ صاحبان لکڑی کا انبار لگا کر مردے کو اس ڈھیر کے اوپر رکھ کر آگ جلا دیتے ہیں۔

قبر اور قانونِ فطرت

اگر قبر کو کچھ بقا کی اہمیت ہوتی تو اس کی بقائے حیات کا فطری انتظام ہوتا ضروری تھا باصول "بقائے انفع و فنائے ناقص"۔ مثلاً "مشعر الحرام" بیت اللہ، مسجد حرام، چاہ زمزم، مقام ابراہیم، مطاف، صفا و مروہ، میدان عرفات میں نشانات رجم وغیرہ اور مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ وغیرہ باقی غارِ حرا مہبط وحی، غارِ ثور، احد کا گڑھا جہاں گھائل ہو کر مستحق

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ والی ذات بابرکات، گرامی گری اور وہ مبارک درخت ببول جس سے پشت مبارک کی ٹیک بوقت بیعت رضوان یا بیعت موت (مرن بیعت) لی، جسے عمر فاروقؓ نے اکھڑوا کر اس کا نشان ہی علانیہ مٹا دیا تاکہ وہ کل "دش"، نہ بننے پائے، جس دش بننے سے بانیٔ امت نے بدیں الفاظ روک دیا تھا "لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِی دش"۔ لفظ باقی سے آگے والی سب چیزیں بعض مٹ چکی ہیں اور بعض قدرتاً بتدریج خود بخود گھس کر ختم ہو رہی ہیں کیونکہ ان کے بقا کی تا قیامت ضرورت نہیں ہے۔

ایک آیت کا اشارہ ہم نے دن کو روشن نشانی بنایا اور رات کو مدھم نشان استدلال یہ کہ زندہ انسان روشن نشانی ہے اور مردہ (قبر) مدھم کیونکہ پہلے میں روح ہے اور دوسرا روح سے خالی (بلکہ محو ہونا کا لفظ ہے ہم نے مٹا دیا۔ محض حضرت علیؓ کی تمام اولاد اگر صرف چار سو سال یعنی ملا جلال الدینؒ دوانی تک زندہ رہتی اور کوئی نہ مرتا تو اس وقت کی کرۂ ارض کی پیمائش کے بموجب (جو کہ براعظم امریکہ کے بغیر تھا) روئے زمین یعنی سمندر کے بغیر خشکی پر انسانوں کے لئے بیٹھنے کے لئے جگہ نہ ملتی محض کھڑے ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ جائے ضرور، کھیتی باڑی وغیرہ کے لئے کھیت ہوتے۔

اب فقیر کہتا ہے کہ تمام کرۂ ارض پر بے شمار انسانوں کی قبریں اتنے رقبہ پر بنتیں کہ سمندر کا رقبہ ملا کر بھی ناکافی ہوتا۔ مندرجہ ذیل حساب پر غور فرمائیے۔ تمام کرے کے پچیس ہزار میل محیط کا رقبہ نکالا، پھر ایک قبر کا ۶×۴ فٹ = ۲۴ فٹ، پھر چودہ سو سال میں مرنے والوں کی تعداد وغیرہ کا حساب

لگایا۔ مگر اب نہ تو اس کا پورا حل اور نقشہ حساب دکھا کر خود خبطی کہلانا پسند کرتا ہوں اور نہ ہی قارئین کتاب کو اس خبط میں ڈالنا مناسب ہے بلکہ اس معاملہ کو اصحاب القبور کی مانند مستور رکھنا ہی بہتر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ "الستّار" ہے۔ اس لئے بھی کہ فقیر "کشف القبور" کی کرامت سے تا حال محروم ہے اور امید ہے کہ یہ اذا بُعثِرَ ما فِی القبور وحُصِّلَ مَا فِی الصّدور اس کرامت سے خالی ہاتھ ہی رہے گا اور اس نعمت کے بغیر اپنا کاسہ خالی ہی لئے پھرے گا، نہیں بلکہ دولتِ ایمان سے اسے ہمیشہ لبریز اور کاساً دِھاقاً پائے گا۔

کشف قبور فقیر کے عقیدے میں یہ ہے کہ اذا بعثر ما فی القبور وحصل ما فی الصّدور۔ جس طرح شق القمر سے مراد یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلا جانا اور فتح مکہ کے وقت پھر مکہ میں واپس تشریف لے آنا۔ یعنی چاند کا ٹوٹ کر پھر مل جانا واللہ اعلم بالصّواب۔

ایک بات کہ فقیر لفظ فقیر کو بار بار کیوں اچھال رہا ہے، یہ رٹ کیوں لگائی جا رہی ہے؟ اس کا سبب تعلّی اور فخر ہرگز نہیں، بلکہ اظہار انکساری اور فروتنی ہے (اگرچہ یار لوگ اسے بھی فخر سے تعبیر کریں) اسی لئے تو اسے تبلیغی بورڈ نے کسی جماعت کا بھول کر بھی کبھی امیر نہیں بنایا کہ اس نے چار چلّے مسلسل نہیں دیئے۔ اس موقع پر مرزا غالب کا ایک شعر یاد آیا ؎

درد منت کشِ دوا نہ ہوا ۔۔۔ میں نہ اچھا ہوا، برا نہ ہوا

کیوں کہ ایک دفعہ حضرت اویس قرنی رض کی زیارت عمر فاروق رض کو جنگل

میں ہوئی۔ عمرؓ نے کہا کہ کوئی نصیحت کریں۔ فرمایا کہ عمرؓ! اپنا بوجھ ہلکا کر۔ یعنی بارِ امارت۔

امیر المؤمنینؓ ایک مرتبہ ایک باغ میں بیٹھے تھے کہ ایک چھوٹا سا پرندہ نظر آیا، اسے دیکھ کر متاثر ہوئے اور فرمایا: کاش کہ میں ایک چڑیا ہوتا۔ یعنی امارت کی بھاری ذمہ داری سے سبکدوش رہتا۔ مگر کیا کروں ؎

آسماں بارِ امانت نتوانست کشید   قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

زبان حال سے کہا۔

بستیاں ہوتی ہیں آباد اُجڑنے کے لئے

جب ذی حیات طبقہ کا یہ حال ہے تو ذی ممات کے مساکن کا مٹ جانا دوبھر کیوں معلوم ہے؟ جب صاحب قبر کی حیات ہی اس عالم فانی میں نہ رہی تو اس کا مردہ کالبد خاکی میں بھی ریختہ ہو جاتا ہے، پھر اس کے اوپر مٹی کا ڈھیر سا کیا سہارا دے سکتا ہے؟ اس کی مٹی ذرات کی شکل میں اڑنے دی جائے تاکہ یہ گنگناتی ہوئی رقص پرواز کرتی رہے ؎

بہ ہواداریٔ او ذرہ صفت رقص کناں   تا لب چشمۂ خورشید درخشاں بردم

چشمۂ خورشید سے مراد ذات الٰہی و الیٰ ربک المنتہیٰ

خدا خیر کرے نہ معلوم مضمون قبر پرامت فقیر کو کس کس قسم کے فتنوں سے نوازے گی۔ ان کے تصور سے میری ناتواں فقیرانی روح لرزہ براندام ہے تاہم قبر رسید تو اپنے وقت مقررہ سے پہلے ہرگز ہرگز نہ ہوگی۔ کیونکہ موت کا وقت مقررہ ہے، تاہم آخر ایک نہ ایک دن طوعاً و کرھاً اس میں پہنچے بغیر چارۂ کار نہیں، مگر ہے وہ بذریعہ ملاقات خدائے پاک و

رب غفور کا وجوہ یومئذٍ ناظرۃ ۔
سے آواز آئے انک لدینا امین اگر قرب تو اب بھی حاصل ہے
نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔

یا خدا! یہ سب کچھ تیری رضا کے لئے ہی لکھا ہے اس لئے فقیر کو اور اس کے قلم کو تیری ہی رحمت کا آسرا ہے ۔ لوگوں کی اذیتوں سے ضعیف اور بوڑھے فقیر کو بچائے رکھنا ۔ انت اعلم ما فی نفسی رب ارحم علی حالی ۔ تجھے بوڑھے کی سفید ڈاڑھی دیکھ کر حیا آجایا کرتی ہے اگرچہ فقیر سفید ریش تو خالی اور ہاتھ بھی تیرے دربار رحمت و مغفرت میں سخت ندامت سے غض بصر اور سر بسجود کئے حاضر ہو رہا ہے ۔ حسبی اللہ ونعم الوکیل ۔

دعوت دین
اور
سیحو فی الارض

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حرائی زندگی کے بعد جو قدم اٹھایا وہ یہ تھا کہ کلمۂ توحید کی دعوت نوع انسان کو شروع کی اور پھر اسی کو مقصد زندگی قرار دیا ۔ گھر سے نکلتے ، لوگوں کی جھگیوں تک پہنچتے اور فرماتے یاأیھا الناس قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا ۔ یعنی اے لوگو! کہو کہ معبود صرف ایک ہی ہے اور دوسری کوئی ہستی عبادت کے لائق نہیں ہے ، اگر ایسا کرو گے تو تم دین اور دنیا دونوں جہاں میں کامیاب رہو گے ۔ پھر اس کا دائرہ وسیع کرتے گئے طائف گئے ، سخت ترین آزمائشوں میں سے گزرنا پڑا ۔ مکہ والوں کی مخالفت حد سے بڑھ گئی حتیٰ کہ مکہ شہر چھوڑ دینا پڑا ۔ مدینہ میں لوگوں نے دعوت

دینِ حق قبول کی جماعت کو فروغ حاصل ہوا۔ حج کے لئے جماعت کو لے کر نکلے، مقام حدیبیہ پر رکاوٹ پیدا ہوئی۔ صلحنامہ حدیبیہ طے پایا مگر مخالفین اسلام نے مابعد صلح شکنی کی۔ آخر وہ وقت آگیا کہ ستدخلنّ المسجد الحرام آمین محلّقین رؤسکم کا منظر مومنین نے جلد ہی دیکھ پایا اور یہ کلمات مبارکہ اپنے نبیؐ کی زبان رحمتہ للعالمین سے اسی قسم کے سنے جو کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہے اور کیے تھے لاتثریب الیوم علیکم۔

مدینہ منورہ میں استحکام حاصل ہوا۔ نقل و حرکت دعوت دین کھلم کھلا اور برملا شروع ہوئی وفود باہر بھیجے جانے لگے، حتیٰ کہ حضرت مبارکؐ نے حضرت اسامہؓ بن زید کی امارت میں ایک لشکر مدینہ سے باہر بھیجا۔ کچھ سفر طے ہوا تھا کہ حضرتؐ رحلت فرما گئے۔ یہ خبر سن کر حضرت اسامہؓ اپنے لشکر کو واپس مدینہ لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدّیقؓ خلیفتہ المؤمنین قرار پائے انہوں نے پھر لشکر طیار کیا اور وہی نو عمر اسامہؓ امیر جماعت مقرر کئے۔ صحابیوں نے کہا کہ اس لشکر میں بڑے رتبے کے اور معمر بزرگ موجود ہیں، ان کا سردار ایک لڑکا بنایا جا رہا ہے۔ جواب دیا کہ جس شخص کو خود ہمارے نبی کریمؐ نے میر مقرر کیا ہو اس کو میں یا کوئی اور امتی کون ہے جو منسوخ یا رد کر دے۔ پس لشکر روانہ ہوا اور خود خلیفہ اوّل رکاب تھام کر برابر دور تک پیدل چلتے رہے اور نصائح فرماتے ہیں۔

پھر تو یہ سلسلہ ہی جاری ہو گیا۔ دوسرے ممالک میں دعاۃ اسلام اجتماعی اور انفرادی دونوں حالتوں میں جاتے رہے۔ مکہ معظمہ میں مسجد الحرام کی ایک لاکھ گنا ثواب اور مدینہ میں مسجد نبوی میں پچاس ہزار گنا اور مسجد

افضل ہیں پچیس ہزار گنا ثواب نمازوں کا چھوڑ کر باہر نکلتے رہے اور دعوتِ دین کے لئے اپنی زندگیاں تک ان نورانی پیکروں نے وقف کر دیں، اکثر کا تو پتہ ہی نہیں ہے کہ ان کی قبریں کہاں کہاں بنیں۔

فاعتبروا یا ایھا الامۃ المسلمۃ وفی ذالک۔

اور غور کرو کہ کرۂ ارض پر نورِ اسلام پھیلنے اور ضلالت کفر دور کرنے میں یہی سفر ممد ثابت ہوا۔

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد مبارک میں حضرت سعدؓ بن وقاص کے ہاتھ پر ملک ایران فتح ہوا۔ ہزار ہا سال کی آتش پرست حکومت کا آخری بادشاہ یزدگرد ریزہ دان یعنی خدا کا پہلوان چاروں شانے چت گرا۔ اس کا سپہ سالار رستم ثانی سعدؓ کے مبارک ہاتھ سے قتل ہوا۔ متواتر سات گھنٹے میدان حرب گرم رہا۔ سخت گرم موسم میں ماہ صیام میں بھوک پیاس میں صبر کرنے والے غازی مجاہدین ثابت قدم رہے، اور برک فاسٹ اور لنچ وغیرہ تین تین گھنٹے کے بعد نوش کرنے والے ماں اور بیوی کے لاڈلے تہذیب زمانہ "برف آب" اور "مے ناب" کے بغیر بلبلا اٹھے اور گھٹنے ٹیک کر سوسمار کھانے والے بدویوں کے سامنے کھلا اعترافِ شکست کیا۔ "ظہر الحق زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"

یہ وہی غیر مہذب خدا کے بندے تھے جن کی نسبت مغرور بدبخت خسرو پرویز شہنشاہِ ایران نے حضرت محمدؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کے سر پر نامۂ مبارک کے جواب میں مٹی کی ایک ٹوکری رکھوا کر بظاہر دربار سے ذلیل کر کے نکال دیا تھا اور یہ متکبرانہ کلمہ بھی لکھا تھا کہ سوسمار (گوہ) کھانے والے بدوی لوگوں کو اتنی جرأت ہوئی کہ کسریٰ

شہنشاہ کے دربار میں اپنا سفیر بھیجنے کی گستاخی کریں۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ ایک دستہ فوج کا نبی اکرمؐ کی گرفتاری کے لئے بھی روانہ کیا۔ جب وہ حضرت سے ملے تو جواب ملا کہ جاؤ تمہارا بادشاہ رات قتل کر دیا گیا ہے۔ جسے اس کے بیٹے ولیعہد "شیرویہ" نے بارہ زندگی کے بوجھ سے سبکدوش کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا، جو چھ مہینے کے بعد خود بھی قتل ہوا۔ (فقیر کو تاریخ ایران قدیم گیومرث سے عہد یزدگرد کسریٰ تک پر عبور حاصل ہے۔

رستم جرنیل کے قتل کے بعد اسلامی لشکر نے یلغار کی، دریا میں گھوڑے متوکلاً علی اللہ ڈال دیئے۔ ایرانیوں کے منہ سے نکلا مقابلہ با انسان نیست بلکہ دیوان است "بگریزید کہ دیوان آمدند" با بدست دگرے دست بدست دگرے، اور بدحواسی کا یہ عالم تھا "کانّھم سکاریٰ" وما ھم بسکاریٰ ولاکن العذاب شدید" یوم یفر المرءُ من۔

نفسی نفسی کا سماں۔ بدبخت یزدگرد کسی آسیا بان کی چکی میں چھپ گیا۔ تاج سے پہچانا گیا۔ تاج دشمنِ جان ثابت ہُوا! اس کے لالچ میں قتل ہُوا۔ افراتفری میں گرا ہُوا تاج مجاہدین کے ہاتھ آیا جو کہ مدینہ میں سراقہ کو کسریٰ کی پوشاک کے ساتھ تاج بھی اس کے سر پہ رکھا گیا۔ اور اسی کسریٰ کے طلائی جڑاؤ کنگن بھی پہنائے گئے، اور وہ کیسا عبرتناک اور حسرت پناہ سماں اس وقت مدینہ میں امت کو نظر آیا ہوگا۔ اور فرعون والی کم ترکوا من جنّتٍ وعیونٍ وزروعٍ ومساکنَ طیبۃٍ کا منظر دوبارہ سامنے آیا ـــــ دوبارہ کیا، ہر عہد اور ہر قوم اور

ہر ملک میں بعینہٖ اسی قسم کے عبرت زا مناظر قدرت تو انسان کے سامنے لاتی ہی رہتی ہے، مگر افسوس کہ غافل انسان کے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں یا ان کے دلوں پر آواز حق سننے سے قفل چڑھے ہوئے ہیں۔
اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا۔

فقیر نے اپنی قلیل زندگی میں ۱۸۹۵ء کے بعد سے کم تر کوا کے مناظر سنے ہیں کیا، گویا دیکھے ہیں شاہان مغلیہ کا حشر میری پیدائش سے تقریباً بتیس سال پہلے کم تر کوا میں ہوا۔ حالات اپنی والدہ ماجدہ اور نانی، دادی اور بزرگوں سے بچپن میں سنتا رہا۔ ۱۹۱۷ء میں خاندان پلیٹر زار روس کو تہ تیغ کر کے آناً فاناً کم تر کوا کا منظر پیدا کر دیا۔ خلافت عثمانیہ کا بغداد کے بعد قسطنطنیہ میں دوبارہ تار پود بکھرا، جاپان کا بادشاہ جس کو اس کی رعایا انسان نہیں بلکہ نعوذ باللہ خدا سمجھتی تھی اس سے اس کی خدائی چھنی اور وہ انسان کا انسان بن کر رہ گیا اور فرعون کی طرح اب عبرت کی تصویر بنا ہوا ہے، خدیو مصر فاروق۔ فرعون ثانی اور غدار قوم کو جنرل نجیب نے نکال باہر کیا، ہٹلر اور مسولینی جرمنی اور اٹلی کے سر بفلک منارے دھڑام سے زمین پر آرہے ہیں، خود انگلستان کا سفید فرعون جس کی حکومت پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا اس کا سورج پہلے ہندوستان میں گل ہوا پھر بتدریج ایشیا اور افریقہ اور یورپ میں غروب ہو گیا اور اب اس کا چراغ محض اسی کے کمرے میں روشن ہے، آخر تا کجے؟ ایک دن آنے والا ہے کہ وہ بھی آخری سنبھالا لے کر ہی رہے گا۔ جب ظالم انگریز ہندوستان سے بھاگا وہ منظر بھی ایک شاندار "کم تر کوا" تھا، مگر دیدہ وروں اور اہلِ بصیرت کے لئے، نہ کہ دل کے اندھوں

کے لئے یہ تھے مشہور بین الاقوامی چند "کم تو کوا"، لیکن باصول "وان من قریۃ الا خلا فیھا نذیر" ہر زمانہ اور مقام اور قوم میں چھوٹے موٹے "کم تو اکوا" قانون فطرت کے تحت ہمیشہ جاری ہی رہتے ہیں۔ چنانچہ ایک کم تو کوا فقیر کے گاؤں بھرال میں بھی گزرا، جس کا نام میں نے "کم تر کوا عمر خانی" تجویز کیا ہے جس کا عبرت ناک منظر ناظرین کو میری کتاب "تاریخ بھرال" میں سامنے آئے گا، جس کا مسودہ تقریباً طیار ہے وقت آنے پر انشاء اللہ طبع کرادی جائے گی۔

شاید کہ انقلاب سے گھبرا گئے ہوں آپ
دوبارہ سیر ارض کو پھر سے چلا ہوں میں

ایران فتح ہوا "جاء الحق و زھق الباطل" اور "یدخلون فی دین اللہ افواجا" کا قانون جاری ہوا۔ امت مسلمہ کے ہر طبقہ کے بزرگ ملک میں آئے اور ملک بہ ملک آگے بڑھتے گئے۔ ہندوستان میں اسلام کا نور اگرچہ بنی امیہ کے عہد خلافت میں سترہ سالہ سپہ سالار حضرت محمد بن قاسم مجاہد حق کے ذریعے سے سندھ میں پھیل چکا تھا لیکن اکثر دعات مثلاً حضرت علی ہجویریؒ، حضرت نظام الدینؒ اولیاء، حضرت معین الدین چشتی، حضرت بہاؤ الحقؒ ملتانی، حضرت علی احمد صابر کلیریؒ وغیرہ کے ذریعے سے خوب اشاعت اسلام ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانی احمدؒ فاروقی سرہندی نے اصلاح و اشاعت دین نمایاں کی۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے بنگال سے اجمیر تک سفر تبلیغ اختیار کیا تو نوے ہزار انسان دائرۂ اسلام میں آئے۔ فقیر نے اپنے کانوں ایک تقریر میں سنا ہے مولانا عبد الشکور ایڈیٹر "الناظر" لکھنوی نے فرمایا کہ ہندوستان میں صحابہ کرامؓ کا تشریف لانا عہد

نبوت میں ثابت ہے۔ چند صحابہؓ راجہ قنوج کے دربار میں بطور داعی دین آئے۔ مولانا نے کسی معتبر تاریخ میں لکھا دیکھا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ہندوستان میں اکثر داعیان دین بادشاہوں کے ساتھ آئے اور یہیں رہ گئے۔ جن ممالک میں اسلام براہ راست بذریعہ صحابہ کرامؓ پہنچا وہ اصل تعلیم اسلام کے مطابق تھا۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ مثلاً انڈونیشیا، چین، مالابار، افریقہ اور عرب ممالک وغیرہ۔ اور ہندوستان میں اسلام عجمی شکل میں مسخ در مسخ ہوتا ہوا آیا اور پھر ہندی تصوف سے بھی متاثر ہوا اور سرکاری علماء و مفتیان کے ذریعے سے بھی بے لاگ اسلام نہیں آیا بلکہ وہ سرکاری اسلام تھا۔ نسلاً بعد نسلٍ الفینا علیہ آباءنا سے متاثر ہوتا رہا اور ایک مغلوبہ کا نام اصل اسلام دیتے رہے۔ رہبانیت اور برہمنیت کا اثر اس میں غالب رہا۔ خصوصاً صوفیائے کرام کے جاری کردہ اسلام میں اگرچہ احمد فاروقیؒ نے کافی اصلاح کی مگر داراشکوہ ہی اسلام کافی مسموم کر چکا تھا۔ اکبر کے دین الٰہی اور نورتنوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ اورنگ زیب نے کافی اصلاح کی مگر وہ ملک فتح کرتا یا دلوں کو مفتوح کرتا اور اصلاح کرتا محمد شاہ رنگیلے جیسوں کے خطبے منبروں پر جمعہ کے دن پڑھے گئے۔ یہ خطبہ فقیر نے قلمی شکل میں اپنے استاد اوّل میاں جی نظر محمد مرحوم کی کتابوں سے حاصل کیا تھا جو کہ ان کے نانا مرحوم منبر پر کھڑے ہو کر یا آرام سے بیٹھ کر نورنگ خان چودھری کے عہد میں پڑھا کرتے تھے۔ واجد علی شاہ جیسے زن فطرت بادشاہ جان عالم پیدا ہوئے کہ تہوار بسنت مناتے وقت خود بادشاہ سلامت حاملہ کا سوانگ ادا کرتا۔ کوئی کہتا بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست کسی کی حالت یہ تھی: جہانگیر شاہزادہ تھا جو عشق میں وہ غافل۔ آباد

ہوا تو کیا ویرانہ ہوا تو کیا۔ اور الناس علیٰ دین ملوکہم کو بھی اس کے ساتھ نہ بھولیئے۔

ایک جناب نے تو پتے وزیر باتدبیر کی اہم جنگی یا سیاسی ایپورٹ بغیر مطلب معلوم کیئے سربمہر ہی شراب کے گہرے طشت میں یہ کہہ کر ڈال دی کہ ایں دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ ــــ اس گستاخی اور خدا فراموشی کا نتیجہ بھی اسی کے مطابق ہی نکلا، یعنی نظام الملک نے ملکِ دکن پر خود اپنی حکومت کا اعلان کر دیا۔ اور سات آٹھ پشت یعنی میر عثمان علی خان شاہِ دکن و برار ہزاگزالٹڈ تک بہ خاندان آرام سے حکومت رہا۔ ان کے بعد ریاست کو سردار پٹیل (مرد آہن) نے ہندوستان کی کانگریسی حکومت کے نام پر ہری اوم اور انقلاب زندہ باد تلاوت کر کے بھارت میں ادغام کر دیا۔ اسی پر بس نہیں کیا، مدغم کر کے بعد ایک آخری دفعہ پھر بھی انقلاب زندہ باد کا نعرہ لگایا۔ کہ ابن حاکم بے حکمت بے تاج و کمر اولی۔ میر عثمان علی خان حضرت اعلیٰ کو مرد ادنیٰ بنا کر رکھ دیا اور قدرت کا قانون عالیھا سافلیھا جاری ہوا کیونکہ نسو اللہ فانساھم سنت جاریہ چلی آرہی ہے۔ ادصران تنتصر کم بھی برابر جاری ہے اور انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین بھی۔ مگر ان کی شرط سے مشروط بہ پچاس لاکھ روپیہ ماہوار جاگیر گزارہ الاؤنس مقرر ہوا، پھر بھی یہی کہتے ہوئے رحلت کر گئے ع

لگتا نہیں ہے دل میرا اُجڑے دیار میں

یہ خاکدان مومن کی نظریں تو اجڑا دیار ہی ہے کن فی الدنیا کانک غریب او عابری فی السبیل۔ اس کے بعد اعظم جاہ اور معظم جاہ کا نصف وظیفہ ہوا جو سلطان عبدالحمید عثمانی کے داماد تھے۔ در شہوار اور نیلوفر شہزادیاں ان کی بیگمات

بنیں - اب میر برکت علی خاں میر دکن قرار پائے ہیں جو کہ ایک مہذب اور زخم پر چرکا لگانے والا مذاق ہے - کذالک العذاب والعذاب الآخرۃ اکبر لوکانو یعلمون - یہ ہے عبرت ناک دکنی کہانی، ایسی کہانیاں جمع کرنے کا ارادہ ہے - یہ تمام کائنات ہی ایک عبرت بھری کہانی ہے اور کم تر کوا ہے -

یہ تھی گنبد کی صدا، جیسی کہے ویسی سنے - اور ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو

وما یغیر اللہ من قوم حتی یغیروا ما بانفسھم - وما کان اللہ لیظلم الناس حتی یظلمون علی انفسھم - انہ لا یفلح الظالمین - حق کبھی نہیں مٹتا اور باطل آخر مٹ کر رہتا ہے - خلافت راشدہ حق پر تھی - اس کے بعد ملک عضوض شروع ہوا اور نتائج بھی ویسے ہی نکلتے رہے اور نکل رہے ہیں الا ماشاء اللہ - جتنا اور جس قدر حق یا باطل ہوتا ہے اسی مقدار سے اس کا اثر بھی ظاہر ہوتا رہتا ہے - وما کان اللہ لیظلم الناس - فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ - قوانین فطرت عالم صوری اور عالم معنوی میں ہمیشہ یکساں عمل پیرا ہیں اور رہیں گے - ان اللہ لا یضیع اجر العاملین چاہے فرد ہو یا قوم سب پر یکساں جاری ہے - وہ کسی قوم یا رنگ یا زبان یا مذہب یا ملک وغیرہ کسی کی کوئی خاص رعایت نہیں کرتا - ان اللہ لا ینظر علی صورکم واعمالکم ولاکن ینظر الی قلوبکم واخذ حکم چندر گپت یا نوشیروان، راجندر جی اور کرشن جی وغیرہ اور عہد خلافت راشدہ کا عہد حکومت کیسا تھا؟ عدل سے معمور یا ظلم سے بھرپور؟ ذرا تعصب

کی پٹی اتار کر فیصلہ دینا۔

اب ذرا تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔عہد چنگیزی و ہلاکوی، حجاج بن یوسف، کوروؤں، مرہٹوں وغیرہ کے مظالم پر بھی نظر ڈالئے۔
تاتاری یلغار کے وقت ہلاکو خاں نے پہلے اپنے وزیر نصیر الدین طوسی مصنف اخلاق ناصری کے ذریعہ سے آخری خلیفہ عباسی معتصم باللہ کو اس کے ملازموں سے قتل کرایا۔پھر قتل عام کیا۔بغداد کو تاراج اور بیگمات اور شاہی خاندان کو ختم کیا۔مشہور کتب خانہ چار لاکھ نادر روزگار کتابوں کو دجلہ بُرد کیا۔ جو کہ مامون الرشید نے ہر ملک کے علماء کے ذریعے سے اور نادر کتب کا ترجمہ عربی زبان میں کرایا جو تمام علوم و فنون پر مشتمل تھا۔انسان کے خون سے دریائے دجلہ سرخ ہو گیا۔شیخ سعدی نے ایک دردناک مرثیہ لکھا اور منظر انقلاب اور سقوط خلافت و مرکز اسلام کے انہدام کی دھڑام یا گونج امت مسلمہ خوابیدہ کو سنا کر بیدار کیا۔

کوروؤں نے پانڈوؤں سے قمار بازی میں دروپدی تک جیت لی اور اسے بھر دربار عریاں کرنے لگے تو کرشن جی نے ڈانٹ پلائی اور للکارا۔
پھر کوروؤں کے مظالم کے سدباب کے لئے پانڈوؤں کو اٹھایا۔کرشن جی نے جو جنگی اپدیش ارجن کو دیا اس کا نام بھگوت گیتا ہے اور ایک مشہور کتابی شکل میں چھپی ہوئی ہے۔اس کی شرح ٹیگور نے بھی لکھی ہے اور ایک اہم تقریر پر از حکمت ہے۔کئی یورپی زبانوں اور اردو میں بھی ترجمہ اور شرح موجود ہے۔بہت مدت گزر چکی، فقیر نے بھی طالب علمی میں اس کا مطالعہ کیا ہے۔
اور ارجن کو سپہ سالاری کی ترغیب دلا کر آمادہ کیا اور خود اس کی رتھ (جنگی گاڑی) کی ڈرائیوری کی۔کوروکشیتر کے میدان میں رن پڑا۔تلوار، نیزہ

تیر کمان اور خنجر و کٹار سے دست بدست جنگ ہوئی۔ اٹھارہ دن کے اندر اٹھارہ لاکھ انسان شمشان بھومی میں انفرادی نہیں بلکہ اجتماعی شکل میں داخل ہو گئے۔ وہاں اگنی ماتا نے ان کا خوب سواگت کیا۔ فبعد القوم الکوریئین واللہ دابر القوم الظالمین۔

جب اسلامی خلافت کا سقوط ہو گیا تو امت کا شیرازہ بکھر گیا۔ ہر نظام درہم برہم ہو گیا۔ امت جماعت کی بجائے ایک بھیڑ ہو کر رہ گئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؎

ہم تک جو دورِ جام پھر آئے تو کیا عجب
یہ بھی نہیں ہے گردش چرخ کہن سے دور

لیس ذالک علی اللہ بعزیز۔ دین فروش واعظین اور مشائخ نذرانے اور ککڑ اور حلوا خور گشت کر کے خلق خدا کو گمراہ کرتے رہے۔ مسلمانوں کی حالت مائی مسجد کو سلام کرنے ہی کی رہ گئی۔ یار لوگوں نے میدان خالی پا کر علاقہ میوات میں شدھی کا میدان گرم کر دیا۔ قائد شدھی نے قاضی عبدالرشید کی بہن کو شدھ (مرتد) کر لیا۔ دہلی کے جوان غیور قاضی عبدالرشید نے جوش انتقام میں خود بانی، شدھی کے سربراہ کو اس کی آتما سمیت ہمیشہ کے لئے جہنم رسید کر دیا تاکہ اسلام دشمنی کی میل کچیل جل کر وہ شدھ ہو جائے

مبلغ مسلمان ٹولیوں کے ساتھ حضرت مولانا الیاسؒ بھی تبلیغ دین کے لئے نکلے اور علاقہ میوات میں نور ہدایت کی شمع روشن کی، بلکہ مینار رشد ہدایت ثابت ہوئے۔ تبلیغ کا جماعتی نظام قائم کیا۔ ید اللہ فوق الجماعت نے یاری کی۔ اخرج سطئہ فازرہ فاستغلظ علی الجب

الزراع سوقہ لیغیظ الکفار ثابت ہُوا۔ وشاورھم فی الامر کی برکت کے لیے قصہ "نوح" میں علمائے کرام و مخلصین کا جلسہ طلب کیا جماعتوں کا چل پھر کر دعوت دین دینا قرار پایا۔ چنانچہ پہلی جماعت یہاں سے نکالی گئی۔ مولانا کفایت اللہ مفتی اعظم جیسے بزرگوں نے تائید کی پھر تو روزافزوں ترقی ہوتی چلی گئی۔ مرکز تبلیغ بستی نظام الدین مسجد جگہ والی قرار پایا۔ جماعتیں ترقی کر کے کلکتہ سے بمبئی، دہلی، دکن وغیرہ نکلتی رہیں۔ ۱۹۴۷ء میں ملک تقسیم ہُوا۔ ادھر کراچی اور پھر رائے ونڈ مراکز تبلیغ پاکستان میں قائم ہوئے۔ ہند اور پاک سے ممالک غیر تمام دنیا میں دن رات سینکڑوں بلکہ ہزاروں جماعتیں چلتی پھرتی نظر آرہی ہیں اخلاص کے سبب اس مبارک تحریک کو فروغ ہو رہا ہے اور خیر القرون کا منظر سامنے آرہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ فِیھِم۔ دودھ پینے والے مجنوں یا شیر قالین علمائے سُو یا کھوٹے سکے غائب ہو رہے ہیں اور قوم بیدار ہو رہی ہے۔ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے لگے ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا منظر پھر دنیا میں سامنے آجائے۔ لیس ذالك علی اللہ لعزیز۔

اَلصِّدْقُ یُنْجِی وَالْکِذْبُ یُھْلِكُ

"سچائی میں اگرچہ خوف و خطر ہو لیکن وہ باعثِ نجات ہے۔ جھوٹ میں گو بظاہر عافیت نظر آئے لیکن وہ موجب ہلاکت ہے۔" (علیؓ)

الصدق ینجی کی مثال اوّل۔ مہاجرین کا پہلا قافلہ حضرت جعفر طیارؓ کی امارت میں حبشہ پہنچا۔ کفار مکہ نے تعاقب کیا اور دربار نجاشی میں

مطالبہ کیا کہ یہ لوگ ہماری قوم کے باغی اور بھگوڑے ہیں، انھیں ہمارے حوالے کیا جائے۔ شاہ حبشہ نے ان کو طلب کیا۔ وہ یعنی جعفرؓ طیار دربار میں بحیثیت نمائندہ قافلہ اس طرح داخل ہوا کہ اس نے کوئی مشرکانہ آداب اور سلام نہیں کیا۔ جواب طلب کیا تو بتایا کہ ہم توحید کے قائل ہیں اور سورۂ مریم کی تلاوت کی۔ جسے سُن کر نجاشی رونے لگا۔ کئی سوالات کئے اور جواب معقول اور صحیح دیا (اذا سمعوا تفیض الدمع ... الخ) پوچھا کہ کیا ہمیں فتح بھی ہوتی ہے اور شکست بھی وغیرہ۔ کفار مکہ کو کورا جواب ملا۔ سچائی نے اثر دکھایا۔

مثال دوم: حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک عجیب واقعہ ہوا۔ ایک شخص قتل کے جرم میں گرفتار ہوا۔ اس نے اعتراف جرم کر لیا۔ قتل کی سزا ملی۔ اس نے مہلت مانگی کہ اپنا قرض ادا کر لوں۔ ضامن طلب کیا گیا۔ وہ اجنبی تھا، کوئی واقف نظر نہ آیا، اچانک ابوذر غفاریؓ پر نظر پڑی، کہا کہ یہ بزرگ میری ضمانت دیں گے۔ ان کو رحم آیا، ضامن بن گئے۔ ملزم چلا گیا۔ مگر وقت مقررہ پر نہ آیا۔ آخر ابوذرؓ کو مقتل میں کھڑا کیا گیا۔ جلاد حاضر ہوا۔ اچانک گرد اڑتی نظر آئی۔ سوار موجود ہوا۔ یہ وہی جوان قاتل تھا۔ کہنے لگا کہ قرضخواہوں میں ذرا دیر ہو گئی، میں حاضر ہوں، قصاص لیا جائے۔ پبلک ابوذرؓ کے قتل کئے جانے کے خوف سے رو رہی تھی، لیکن قاتل کے حسب وعدہ حاضر ہونے سے متاثر ہوئے۔ آخر وارثِ مقتول نے معاف کر دیا۔ ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں نے پردیسی ہونے کے سبب اخلاقاً ضمانت دی تھی۔ آخر سچائی رنگ لائی۔

مثال سوم: دہلی میں ایک چھکڑے والے کے پہیئے کے نیچے آکر

ایک ہندو بچہ مرگیا ۔ ملزم نے اقرار جرم کر لیا ۔ وکیل نے ہر چند جھوٹ کی ترغیب دلائی مگر وہ سچ پر قائم رہا ۔ عدالت متاثر ہوئی محض تین سو روپیہ جرمانہ کیا ۔ الصدق ینجی ۔

مثال چہارم: موضع سندوڑ ضلع لودیانہ میں چودھری رولا نمبردار کے بڑے بیٹے فتا نے کسی کے سر میں گنڈاسہ مار کر زخمی کر دیا ۔ مقدمہ سردار بدن سنگھ آنریری مجسٹریٹ درجہ اوّل ملود کے پیش ہوا ۔ ملزم نے چودھری رولا کی شہادت لکھوا دی، جو ملزم کا باپ تھا ۔ وہ طلب کیا گیا ۔ آ کر سچا بیان دیا کہ میرے دیکھتے ہوئے میرے لڑکے نے مجروح کے سر پر گنڈاسہ مار کر زخمی کیا ہے ۔ سردار صاحب متاثر ہوئے ۔ فریقین میں راضی نامہ کی سفارش کی ۔ نگھی کے دو کنستر گھی سے ملزم کو دلوائے گئے ۔ ملزم سچائی کی برکت سے قید ہونے سے بچ گئے ۔

الصدق ینجی صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ ہر انسان کے لئے بلا تمیز خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو بلکہ منکر خدا بھی ہو، اثر انداز رہتا ہے ۔ جو قوانین عالم صوری میں ہیں بعینہٖ عالم معنوی میں بھی اسی طرح جاری ہیں، وہ کبھی زائل نہیں ہوتے ۔ آگ جلاتی ہے، نیک کو بھی اور بد کو بھی ۔ پانی سیراب کرتا ہے، نیک کو بھی اور کافر کو بھی ۔ اسی طرح معنوی اور روحانی شکل میں بھی اعمال میں تاثیر ہے، وہ کبھی زائل نہیں ہوتی ما رہا سوال ینا تارکونی یردا د سلا مًا علی ابراہیم ۔ اس حقیقت کی وضاحت کا یہ وقت نہیں ہے، اس قسم کی چیزیں فقیر کی ایک خاص تصنیف میں ملیں گی جس کو "معجزے" کہتے ہیں ۔ مثلاً شق قمر، مسیح علیہ السلام کا مردہ زندہ کرنا، انی بجی ھذا اللہ بعد موتہا، آتشِ نمرود یانار کونی بردا

وغیرہ

الدین یسر
یا
آسان دین

"یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" کل مولود یولد علی فطرۃ .... الخ (خواہ وہ کسی قوم میں ہوا) انما بعثت لاتمم المکارم الاخلاق۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ حدیث خلقہ القرآن حدیث انک انت علی خلق العظیم۔ حسن خلق کا دوسرا نام اسلام ہے۔ ایک صحابی کو دیکھ کر پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ اگر یہ مسلمان (رسماً) نہ بھی ہوتا تو یہ مسلمان ہی ہوتا۔ بچہ پیدا ہوا۔ غسل دیا۔ دائیں کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر سناؤ، اس کے سوائے اور کوئی رسم نہیں۔ بچہ سات دن کا ہوا اس کے بال مونڈ دو (خواہ خود ہی) بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کردو۔ عقیقہ میں ایک جانور (بکری یا مینڈھا یا دنبہ نر ہو خواہ مادہ) ذبح کردو، لڑکا ہو یا لڑکی۔ لڑکے کی طرف سے دو جانور بھی ذبح ہو سکتے ہیں (رواج کو دخل نہ دیا جائے مثلاً دعوتیں، اجتماع اور تحائف کا تبادلہ وغیرہ، طریقہ تقسیم گوشت قربانی (عیدالاضحیٰ) والا ہی ہے۔ محتاج زیادہ مستحق ہیں۔ بچہ جب سات سال کا ہو تو اسے نماز سکھاؤ۔ اور دس سال کا ہو کر اگر تساہل کرے تو تادیباً عمل کراؤ ورنہ پھر تمام عمر نماز ادا نہیں کرے گا۔ خواہ ایم اے یا ڈاکٹر بھی بن جائے اور اسلامیات کا پروفیسر بھی ہو جائے۔ کلمۂ توحید ایک دفعہ عمر میں زبان سے ادا کرنا اور اس پر اعتقاد کرنا لازم ہے۔ اوضو کیلئے پانی ہو، پہچان یہ کہ تین شرائط رنگ، بو، ذائقہ تین

صفات ہوں۔ کم از کم ان میں سے دو صفتیں قائم ہوں۔ اگر پانی سفر وغیرہ میں نہ ملے اور وقتِ نماز ختم ہو جانے کا ڈر ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر لیں۔ یعنی مٹی پر دونوں ہاتھ آہستہ سے مارو اور اپنے منہ پر پھیر لو، پھیر دونوں ہاتھ اپنے پہنچوں تک پھیر لیں، بس یہ کافی ہے۔

سفر میں نماز صرف نصف فرض رہ جاتے ہیں اور مغرب کے تین باقی سب معاف ہے۔ ہاں صرف فجر کی سنتیں سفر میں بھی ثابت ہیں۔ سفر میں دن کی دو اور رات کی دو یعنی ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا جمع کریں جیسا کہ عرفات میں مغرب کی نماز نہیں ادا کی جاتی بلکہ مزدلفہ میں پہنچ کر عشا کے ساتھ جمع کرنے کا حکم ہے اور عمل ہے۔ لا اُذِ یدُ کے اصول پر کبھی کسی حاجی نے مغرب کی نماز جبل الرحمت یا عرفات میں ادا نہیں کی۔ اس لئے جو حکم الٰہی ثابت ہو اس پر بعینہ اسی طرح عمل کرنا رضائے الٰہی کا موجب ہوگا۔

الذین لیسُر سے غلط مطلب نہ لیا جائے۔ اُمۃً وَّسطاً کے اصول کو ہر حالت میں یاد رکھیئے اسی لئے خیر امت ہے۔ کذالک جعلنا کم امۃ وسطاً لتکونوا علی الناس شھدآءَ اور کنتم خیر امت اخرجت للناس لتامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر قانون عدل ذرہ ذرہ میں جاری ہے۔ توسط اور میانہ روی اسلام کا اصول ہے "لا تغلوا فی الدین"۔ پہلی امتیں اس لئے برباد ہوئیں کہ انھوں نے عادلانہ تعلیم سے انحراف کیا، افراط و تفریط میں پڑ گئے اسی لئے اھدنا الصراط المستقیم کی تلقین کی اور کہ دن میں پانچ وقت اسی کا اعادہ کیا جائے۔ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا

الضّالین بار بار یاد کرایا گیا، اور لا افید فیھا ولا انقص کا اشارہ کیا۔ لیکن دو کام سامنے آتے تو نبی کریمؐ آسان کو اختیار کرتے جبرائیل امینؑ نے پانچ نمازوں کے اوقات کے عملی طور پہ دونوں کنارے دکھلائے، مگر درمیانہ وقت محمود ہے کیونکہ انسان مختلف الطبائع واقع ہوئے ہیں۔ ویسے دونوں کناروں کے اندر کے تمام اوقات مباح ہیں۔ اسی طرح مسلم کا ہر عمل اعتدال چاہتا ہے۔

اسلام جمہور کا جمہوری مذہب ہے اس لئے عقیدہ سیدھا سادہ ہونے کے علاوہ عمل میں کوئی پیچیدگی نہیں ہے۔ نہ روح مادہ اور خدا کی بحث میں پڑتا ہے۔ بس ایک خالق ہے اور باقی سب مخلوق۔ قومیں جب عمل سے عاری ہو جاتی ہیں تو حسن عمل کے بجائے احبار و رھبان کا طریقہ اختیار کر لیتی ہیں۔ جب ہمارا عمل و اخلاق ہی نفرت انگیز ہے تو ہماری بنیادی کتاب کو کوئی کیوں دیکھے۔ اصل چیز میانہ روی ہے۔ نہ یہ کہ رھبان بن جاؤ اور نہ ہی یہ کہ خدمت خلق کے دھوکے میں اصل اسلام سے دور جا پڑو۔ نزاع شیطان اس کی آواز محبت کے گیت کی طرح میٹھی اور سوز سے بھری ہوئی ہے۔ پتھر کا دل پگھل جاتا ہے اور انسان اس کے ہاتھ میں موم کا کھلونا بن جاتا ہے۔ قرآن میں رمن صوتہ و رجلہ کا اشارہ کر دیا ہے۔ افراط عبادت خدمت خلق سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کوئی جئے یا مرے عابد کو عبادت سے کام کثرت سے قولی عبادت سرور ضرور پیدا کرتی ہے لیکن عمل کے قوئی کمزور ہو جانے کے علاوہ انسان اجتماعیت سے غافل ہو کر انفرادیت کا بندہ بن جاتا ہے۔ ایسی عبادت جو حقوق العباد سے غافل کر دے خواہ کیسی سرور انگیز اور تسلی بخش کیوں نہ ہو نزاع شیطانی ہے۔ بارش رحمت ہے مگر اس کی

کثرت معصیت اور تباہی ہے۔ خدا کا نام بابرکت ہے مگر ہر وقت قولی عبادت میں بسر کرتا رہبانیت ہے، فرائض دنیا اور خدمتِ خلق کو اس کے ساتھ شامل کرو۔

نظام ہائے حکومت کی نسبت اسلام کہتا ہے "خلقِ کل نظام" اور کبیر عادلانہ نظام قائم کرو۔ یہ انقلاب لانے سے ہوگا۔ مسلم ایک مجاہد (سپاہی) ہے "صلوٰۃ وسطیٰ"، وہ ہے کہ نہ تو ٹھونگیں ماری جائیں، چنانچہ ایک نمازی (اصحابی) کو کہتا تھا "صَلِّ لَا تُصَلِّ" اور نہ ہی ایسی لمبی چوڑی ہو کہ دنیاوی کاموں میں حارج ہو۔ اذا قضی الی الصّلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ۔ سفر حج میں بھی لیس علیکم جناحٌ ان تبتغوا من فضل اللّٰہ۔ ایک امام صاحب نے فجر کی نماز سورۃ بقر شروع کر دی، ایک مقتدی نماز توڑ کر اکیلا ہی ادا کر کے چلا گیا۔ نبی اکرمؐ نے ایسے سخت اور جاہل امام کو جو اصحابی ہی تھے سخت تنبیہ اور سرزنش کی۔ اسی طرح امیر جماعت بھی بعض ظالم ہوتے ہیں، سختی کرتے ہیں، جسے وہ ثواب سمجھتے ہیں جو فریب نفس ہے۔ لیتسروا ولا تنفروا، لا تجہر بصلوٰتک ولا تخافت وابتغ بین ذالک سبیلا اور لا تجعل یدک ولا تبسط کل البسط فتقعد ملوماً مدحورا۔ ایک صائم کو ہمیشہ روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ کسی نے کہا کہ بیوی کے پاس نہ جاؤں گا، اسے کہا کہ لا رھبانیت فی الاسلام۔ اعتدال محض عبادت یا نماز میں ہی نہیں بلکہ ہر عمل زندگی مومن کی اعتدال چاہتی ہے۔

اُمّتِ وسطیٰ

قرآن نے پیغمبروں اور ان کی امت کے قصّے بیان کر کے اشارہ کیا

ہے کہ سب امتیں امتِ وسطیٰ ہی تھیں ۔ یعنی اور امم کے مقابلہ میں اپنے زمانہ کی ہر امتِ پیغمبر امتِ وسطیٰ ہی تھی ۔ موجودہ امت کو اشارہ ہے کہ جیسا وقت کا تقاضا ہو اس وقت اسی قسم کی دعوت دی جائے ۔ مثلاً اگر ناپ تول میں دغا فریب آجائے تو حضرت شعیبؑ کا وطیرہ اختیار کرو اور اگر اغلام بازی ہو تو لوطؑ کی سی تعلیم دینے لگ جاؤ ۔ اور جرائم ہوں تو اس نبی کے مطابق تعلیم دو کہ جس کے زمانے میں یہ جرم ہوا تھا ۔ مثلاً اگر امراء فرعون مزاج بن جائیں اور دوسروں کو بنی اسرائیل کی طرح ذلیل کرتے لگ جائیں اور خود قبطی بن جائیں تو موسیٰ صفت بن جاؤ اور ہر فرعونے را موسیٰ ثابت کردو سیاست برتو ، مقابلہ کرو ، طالوت صفت بن کر جالوتوں کو اللہ کے بھروسہ اور نصرت سے اس کی بخشی ہوئی قوت علم (تدبیر) والجسم (طاقت) سے شکست دو اور ایمانی قوتوں کو عمل میں لاؤ ، جیسا کہ بدر میں کرشمۂ قدرت دکھایا گیا تھا ۔ جو روحانی بیماریاں امت میں ہوں ان کا حفظ ماتقدم اور علاج کرو ۔ ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرۃ ۔ حدیث

الدین یسر

روزہ رکھنے میں تاخیر اور افطاری میں جلدی کرو ۔ اگر رکعات میں شک ہو جائے تو گمان غالب پر عمل کرو ۔ ریح (ہوا) قدرے خارج ہو جائے تو شیطانی وسوسہ میں نہ پڑو ، وضو قائم ہی سمجھ لیا کرو ۔ نماز کے لئے جماعت کھڑی ہو گئی ، وضو کرنا ہے یا پانی کم ہے ، ایک دفعہ ہاتھ دھو لو ، صرف ایک کلی ، ایک دفعہ ناک میں پانی ڈالو ، ایک ہی دفعہ منہ دھو لو ، اور دونوں کہنیوں ہاتھ ایک ایک دفعہ دھو لو ، پھر مسح ایک ہی بار کر لو ۔ ایک ایک دفعہ پاؤں دھو لو بس وضو ہو گیا ۔

جُنبی ہے، غسل کی حاجت ہے، پانی مفقود ہے، صرف عضو مخصوصہ دھو لو، ہاتھ دھو لو اور وضو کر لو۔ پانی نہیں ہے تو تیمم کر لو۔ ہمیشہ بھی پیشاب کر کے مٹی سے یعنی زمین پر سیا دہ خشک کر لو۔ پانی سے استنجا کر لو یا نہ کر لو، مگر یہ کہ پیشاب کا قطرہ آنے کا خطرہ نہ ہو، بلکہ اگر پانی سے استنجا کرتے میں پانی آجانے کا خدشہ ہو تو صرف مٹی سے ہی خشک کر لینا چاہیئے۔ اسی طرح اگر پاخانہ میں فضلہ خشک خارج ہوتا ہو تو پانی سے استنجا کر لو یا نہ کر لو برابر ہے۔ مرد کا حشفہ عورت کے فرج میں پورا داخل نہیں ہوا تو اس مرد اور عورت پر غسل عاید نہیں ہوتا۔ ودی خارج ہوئی اور منی نہیں نکلی تو غسل اس شخص پر بھی نہیں آتا۔ مرد عورت سے مجامعت کی تو غسل نہیں، کیونکہ فریقین کو لذت نہیں آئی۔ کسی حیوان بکری، کُتیا گائے یا بھینس سے بدفعلی کی تو غسل نہیں، مگر اس جانور کو ہلاک کر دو اور تباہ کر دو، زمین میں دبا کر غائب کر دو اور اس کا وجود نظر نہ آئے۔ مصلحت یہ کہ اگر وہ جانور زندہ رہا تو اسے دیکھ کر لوگ اشارہ کیا کریں گے کہ یہ وہی جانور ہے جس سے بدفعلی کی تھی اور لوگوں کے تخیل میں شیطان شہواتی جذبہ ابھارتا رہے گا۔ اغلام میں دونوں کے کوڑے مارو۔ دو عورتیں آپس میں جفتی کریں تو ان کے لئے بھی شاید کوڑے کی سزا ہے، یہ بات یاد نہیں رہی، فقیر۔ پیشہ ور چکلہ نشین زانیہ سے عام زانیہ اچھی ہے کیونکہ وہ شرم اور چھپ کر زنا کرے گی۔ اگر بارش ہو تو مؤذن یہ الفاظ اذان میں کہے: "الصّلوٰۃ فی الرحالی"، سر ننگا ہے تو نماز ہو جائے گی۔

نماز میں صرف فاتحہ پڑھ کر رکوع اور ایک دفعہ تسبیح، اسی طرح

سجدہ میں ایک دفعہ کافی ہے اور محض التحیات پڑھ کر سلام پھیر دو۔ دعا ہاتھ اٹھا کر نہ بھی مانگو تو نماز ہو گئی۔ جب امام نے دونوں سلام پھیر دیئے تو بس آپ اس کی قیادت سے آزاد ہیں۔

غیر مسلم ہندو، سکھ، عیسائی، یہودی، چوہڑا، چمار، سانسی، کیکنیر خواہ کوئی بھی انسان ہو اس کے ہاتھ دھلا کر اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لو، اور اس کا جھوٹا کھانا بھی کھا سکتے ہو، ان کے کنوئیں سے پانی بھر لو، پی لو، اور وہ آپ کے کنوئیں سے پانی بھر لیں۔ وسوسہ میں نہ پڑو۔ کیا عرب کے مشرک اور کفار ان چوہڑوں سے کم تھے؟ ولقد کرمنا بنی آدم میں یہ سب انسان اولادِ آدم میں شامل ہیں۔ یہ زمین سے نہیں اُگے کہ آپ آسمان سے برسے ہیں۔ "بیر معونہ" خریدنے سے پہلے کیا مسلمان اسی یہودی مشرک کے کنوئیں سے پانی بھر کر نہیں پیا کرتے تھے؟ ذرا تقلید جامد اور تعصب کی پٹی اپنے دل کی آنکھوں سے اتار کر خدارا ارشاد مبارک فرمائیے۔

ایک عورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھ سے زنا ہو گیا ہے اور حمل ٹھہر گیا ہے۔ مجھے حد جاری کر کے گناہ سے پاک کیجیئے۔ حضرتؐ نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا اور جواب نہیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ چلی جائے۔ اس نے پھر آ کر یہی بات دہرائی۔ آخر جواب دیا کہ وضع حمل کے بعد آنا۔ چنانچہ وہ وضع حمل کے بعد پھر حاضر ہوئی۔ فرمایا کہ جب مدتِ رضاعت ختم ہو جائے تو پھر آنا۔ چنانچہ وہ پھر حاضر ہوئی جبکہ ثبوت کے لیئے بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا بھی تھمائے ہوئی تھی چونکہ اس کے خوف خدا کی دلیل تھی۔ اگر وہ

عورت نہ آتی تو معاملہ رفع دفع تھا یعنی اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہے معافی کی امید تھی، کیوں کہ "الندم توبۃ" ظاہر ہی تھا۔ پھر وعدہ الٰہی قرآنی زبردست موجود ہے کہ الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعًا۔ "جمیعا" کا لفظ قابلِ غور ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ستار ہے، غفار ہے، غفور ہے، رحیم ہے، رحمان ہے، جواد ہے، وہاب ہے، قابل التوبہ ہے اور غافر الذنب ہے، وہ تو ہر آن اپنے بندوں کو فرما رہا ہے کہ "آ بیل مجھے مار" اے میرے بندو مت کہا کرو کیوں کہ غلبت رحمتی علی غضبی پر نظر رکھا کرو اور الخلق عیال اللہ کو بھی بھلا دیا کرو۔ کان عرشہ علی الماء (رحمت) کو نہ بھولا کرو ـــــ پس مجبوراً اس عورت کو رجم کر دیا۔ ایک شخص نے اس مری ہوئی لاش پہ ایک کوڑا مارا اور اسے حقارت سے دیکھا۔ اس پر حضرت نبی مکرم رحمۃ اللعالمینؐ خفا ہو گئے، فرمایا کہ اس کی توبہ تو اتنی زبردست تھی کہ اس کے ذریعے سے تمام مدینہ بخشوا دیا جاتا قانون کا منشا انتقام لینا ہرگز نہیں بلکہ اصلاح حال ہے۔ چنانچہ بورسٹل جیل لاہور اس کی عمدہ نظیر ہے۔ ایک مثال پیش خدمت ہے۔ آفتاب خان راجپوت ساکن "تلونڈی رائے" ضلع لودھیانہ قتل کے کیس میں قید کی سزا پا گئے۔ کیوں کہ یہ بی اے کے طالب علم تھے۔ سزائے موت سے بچ گئے اس لئے کہ عادی جرائم پیشہ نہ تھے۔ عمر کے لحاظ سے اصلاح پذیر تھے۔ کئی سال جیل کی تربیت گاہ میں گزارے۔ زمیندار خاندان کے فرد تھے اس لئے ان کو فن زراعت میں ٹریننگ دی گئی اور عملی کام ہل چلانا وغیرہ سب کچھ سکھایا گیا۔ مدت قید ختم ہوتے پر رہا ہو گئے۔ چونکہ فن کشاورزی

کے ماہر اور مشاق ہو گئے تھے۔ اس لئے گھر پہنچ کر اپنی گھر کی زمین میں کھیتی باڑی کا عملی کام جاری کر دیا۔ اچھے بیل اور ملازم رکھے گئے اور کامیاب و خوشحال زندگی سے متمتع ہوتے رہے اور پاکستان میں موجود ہیں۔

فقیر کے ایک دوست ماسٹر صاحب بورسٹل جیل میں ہیں، وہ قیدی جوانوں کو منشی فاضل وغیرہ امتحانوں کی طیاری کرا کے کامیاب کرانے رہتے ہیں اور کبھی کبھی جیل کے اندر علمائے خاص تقریریں اصلاحی بھی کرا دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ مولانا احمد علیؒ لاہوری کی تقریر بھی کرائی جو کہ قید اور جیل کے موضوع پر مشتمل تھی۔ حضرت یوسفؑ کے حالات سے اچھا نتیجہ اخذ کیا کہ جیل حصول حکومت کا باعث بنی۔ فقیر نے بھی یہ تقریر سُنی۔

ایک شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ میں نے روزہ توڑ دیا ہے فرمایا کہ ایک غلام آزاد کرو۔ عرض کیا کہ میں نادار ہوں۔ پھر فرمایا کہ ساٹھ روزے پے درپے رکھو۔ عرض کیا کہ ایک تو رکھ نہ سکا، ساٹھ اور وہ بھی مسلسل۔ فرمایا کہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ کہا کہ میں تو خود فاقوں مر رہا ہوں۔ فرمایا کہ اللہ کے مزید حکم کا انتظار کرو، اور اپنے پاس بٹھا لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص کھجوروں کا بھرا ہوا خوان لے کر آیا۔ حضرت نے بہ خیال روزہ شکن محتاج کو دیا کہ مسکینوں میں تقسیم کر دو۔ عرض کیا کہ حضرتؐ مجھ سے زیادہ مسکین اور کون ہوگا۔ چنانچہ اسے اجازت دے دی کہ کھاؤ اور موج کرو۔

مسجد نبوی کے فرش (کچا) پر ایک انجان بدوی کے پیشاب کر دینے پر اس پر سختی نہ کرنے دی بلکہ محبت سے بات سمجھا دی اور رخصت کر دیا۔ کیوں کہ ولقد کرمنا کا خطاب یافتہ مسجد اور کعبہ سے بھی افضل ہے۔

سفر میں ایک جوان نامحرم اور خوبرو عورت کو شہوانی نظر سے دیکھ کر لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس کی گردن پکڑ کر منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ دو تین مرتبہ ایسا ہی کرنا پڑا۔ نہ اسے خبیث کہا اور نہ ہی شیطان سے ملقب کیا اور نہ ہی فرمایا اَنْتَ لَیْسَ مِنِّیْ یا مِنَّا۔ رحمۃ اللعالمینی کا جذبہ ہی غالب رہا۔

اور یہاں یہ حال ہے کہ اگر کوئی نماز کے اندر آمین بھی نیم جہری آواز میں حنفی مسجد میں پکار بیٹھے یا رفع یدین کرے تو جماعت ختم ہونے پر اس پر سختی کرنا اور اس کلمہ گو اور اہل قبلہ کو نہایت ذلیل کیا جاتا ہے اگرچہ وہ کسی سنت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اس لئے کہ یہ شخص بزعم ان کے فتنہ انگیز ہے اور فسادی ہے، شیطان ہے۔ وہ اس بات کو بھول جاتا کہ ایک طرف مسجد میں لوگ نماز ادا کر رہے ہے اور مجلس میلاد میں نعت خوان ترنم میں گا رہا ہے کہ ؎ ہے میم کا پردا کیا پردا تو اور نہیں میں اور نہیں

اور کہیں منصور کے پردے میں خدا بول رہا ہے

اور طبلہ پر تھاپ اور سارنگی کا نغمہ متصل مسجد زور شور سے جاری ہے تلاوت قرآن کرنے والوں کے دلوں سے پوچھو کہ یہ فساد ہے یا اصلاح وہ نمازی یا تالی اپنے دل ہی دل میں کہتا ہے کہ ؎

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

سنا ہے کہ ایسے حالات بھی گزرے ہیں کہ کسی سلفی اہل عقیدہ نے حنفی مسجد میں وضو کر کے نماز ادا کی تو وہ لوٹے بھی توڑ دیئے گئے اور مسجد کا فرش بھی پانی سے دھو کر نجاست (توحید) سے صاف کیا گیا۔ اسی طرح ادھر بھی یہی حالت سننے میں آتے ہیں۔ بیگر گاؤں ضلع حصار میں ایک

مولوی صاحب مرحوم گزرے ہیں۔ جب کوئی مسلمان مسافر مسجد میں داخل ہو جاتا تو اُس سے پہلا سوال یہ کیا جاتا کہ تو رومی اور جامی کو کیا سمجھتا ہے؟ اگر وہ جواباً عرض کر بیٹھتا کہ وہ مسلمان بزرگ تھے تو مولوی صاحب فوراً پکار اُٹھتے کہ لوگو آؤ مسجد میں گدھیڑ آگھسی ہے اُسے آ کر مسجد سے باہر نکالو۔ مالیر میں ایک مولوی صاحب امام مسجد اوڈ تھے کوئی اوپرا نمازی آ جاتا تو اُسے کہتے کہ ہم تو کھسر نسڑوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں یعنی جوتوں سمیت افسوس سنت کے عامل مولانا اِس حکم الٰہی کو جوش انتقام اور بزرگوں سے ملی ہوئی اندھی تقلید کے عامل بھول جاتے کہ مَنْ اَظلم مِمَّن منع مساجد اللّٰہ ان یذکر فیھا اسمہٗ وسعیٰ فی خرابھا۔ اور دعوے موحد ہونے کا مگر عمل اندھی تقلید۔ اور ہمچو ما دیگرے نیست۔ محض ہم ہی موحد ہیں باقی جملہ اہل قبلہ بدعتی اور مشرک ہیں۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

کیا کروں منہ آئی بات نہ رہندی اور سہرا تو پھوک لو کا معاملہ ہے فقیر اور اس کا قلم انسانوں کے بے دلیل فتووں کو پرکاہ کے برابر بھی نہیں سمجھتا، صرف اللہ کے فتوے کا قائل ہے۔

اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ مصنف کتاب آگے چل کر کوئی مذہبی دعویٰ کرنے کی داغ بیل ڈال رہا ہے کیوں کہ بڑوں بڑوں کو نظر میں نہیں لاتا۔ اس کے متعلق صاف گوئی سے کام لے رہا ہوں کہ "ربنا واجعلنا للمتقین اماما"، کی دعا تو میں نماز کے بعد عموماً الہادی اور الوہاب والجواد اور المعطی اور الکریم کی بارگاہ عالی میں مانگا کرتا ہوں اور یہ کبھی بھول چوک کر بھی خیال نہیں آیا اور نہ ہی آئندہ کبھی بھی یقیناً

نہیں آنے پائے گا کہ یا اللہ تعالیٰ تو مجھ فقیر کو اپنا نبی بنا دے نہ اب اور نہ تب، ہاں البتہ مجدد کا خطاب فقیر کو ضرور حاصل ہے اور یہ سند مجھے عہد حاضر کے بہت بڑے بزرگ امتِ مسلمہ نے کئی سال گزرے عطا فرمائی تھی۔ تاہم اس چیز سے مجھے غلط فائدہ نہیں حاصل کرنا چاہیے کہ پیر بن کر ہزاروں لاکھوں مرید بناؤں اور دنیا کی دولت سمیٹ کر ٹمپل روڈ سے نقل مکانی کر کے کسی اچھرے جیسے مشہور و معروف شہر میں اپنا کئی منزلہ شاندار محل جدید حرمین شریفین یا امریکن طرز کا تعمیر کراؤں اور اپنا مرکز وہاں قائم کروں اور مرنے کے بعد خاکم بدہن حضرت داتا گنج بخشؒ ثانی بن کر اپنی اولاد کے لئے ہاتھی ثابت ہو جاؤں کہ "جیوندا ہاتھی ایک لکھ دا اور مریا سوا لاکھ دا" ضرب المثل پنجابی مشہور ہی ہے۔ کیونکہ فقیر کے پاس بدیہی اور نہایت زبردست ثبوت موجود ہے کہ لکڑے کہ بتاّں اس لئے بے دریغ عورتوں اور لا یعقل ولا یہتد لوگوں کو دن رات جو بخش رہے ہیں اس کا موجب ان کی قبروں پر قیمتی پتھروں کی لاکھوں بلکہ کروڑوں من وزنی اور شاندار عمارتیں ہی تو ہیں بلکہ گا ہے گا ہے ولقد کرمنا کے منہ سے بے ساختہ "رآ حمد اللہ" تک نکلوا دیتی ہیں، تو پھر فقیر نے کسی کا کیا بگاڑا ہے کہ اگر یہ سنگ مرمری اور سقف زخرفی وغیرہ کی شرائط پوری کر دی جائیں تو اس کی ایک بالشت اونچی اور کچی قبر پر بھی وہ گل نہ کھلنے لگ جائیں جن سے کہ ہندوستان اور پاکستان گلزار بنا ہوا ہے اور دیپ نہ جل اٹھیں اور ۴۰ + ۱۲ = ۵۲ کروڑ انسانوں کے مشام و دماغ معطر ہو رہے ہیں، ورنہ صرف یہی حالت پیلے رہ جائے گی کہ س

برمزارِ غریباں نے چراغے نے گلُے نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے بلکہ اس سے بھی پست تر، یعنی اگر فقیر کی قبر پر کوئی قرآن والی " ذُباب (مکھی) آ بیٹھے تو یہ فقیر جو کبھی امام المتقین بنتا ہے اور کبھی " مجدد،، کا خطاب یافتہ بنتا پھرتا ہے اس قرآنی مکھی کو اپنی قبر پہ سے ہرگز ہرگز نہ اڑا سکے گا۔ اگرچہ وہ اس پر بیٹھ کر چرک یعنی مینگنیاں بھی بلا خوف وخطر آرام سے دن دہاڑے اور جتنی دفعہ چاہے کر جائے وہ بے چارہ اس کا بال تک بھی بیکا نہیں کر سکے گا اور اپنی لحد کے اندر پڑا ہُوا نہایت بے بسی اور بے کسی کے عالم میں مُتر مُتر دیکھتا رہ جائے گا یہ ہے فقیر کی اوقات۔ اس سے فقیر کے ساتھ قارئینِ کتاب ہذا بھی عبرت حاصل کریں اور کبھی کبھی یہ شعر بھی بحالت سوز پڑھ لیا کریں تو سونے سہاگہ ہی ہو جائے۔ ؎

ناں کر بندیا میری میری انت خاک دی ڈھیری، غلا فلا انت خاک دی ڈھیری

ڈونگی سُوتی لحد ہے تیری ، اس پہ مٹی دی اک ڈھیری

انت خاک دی ڈھیری بندیا نہ کر میری میری

مگر سندھ کے چولستان سے یہ آواز آرہی ہے۔

اُچیّا روحتہ بیرا انتیرا

عارف شیرازیؒ کی بھی ذرا سُن لیں ؎

اے دل بکام خویش جہاں را تو دیدہ گیر

در دے ہزار سال چو نوح آرمیدہ گیر

بستان و باغ ساختہ گر اندر ہ بسے

ایوان و قصر سر بہ فلک سر کشیدہ گیر

یاد دوستانِ شفیق و یارانِ مہرباں

بنشستہ و شراب مروّق چشیدہ گیر
ہر نعمتے کہ ہست بہ عالم تو خوردہ داں

ہر لذّتے کہ ہست سراسر چشیدہ گیر
چوں بادشاہِ عدل ابر تختِ سلطنت

صد جامۂ حریر بہ دولت دریدہ گیر
ہر گنج و ہر خزانہ کہ شاہاں نہادہ اند

آں گنج و آں خزانہ بہ چنگ آوریدہ گیر
ہر بندۂ کہ ہست بہ یلغار و ہند و روم

آں بندہ را بہ سیم و زر خود خریدہ گیر
آواز عود و بربط و نالہ و سرود و چنگ

آں طنطنہ کہ نے شنوی ہم شنیدہ گیر
در آرزوئے آبِ حیات تو ہر زماں

مانندِ خضر گردِ جہاں در دویدہ گیر
تو ہمچو عنکبوتی و حالِ جہاں مگس

چوں عنکبوت گرد مگس پر تنیدہ گیر

توہمچو عنکبوتی و حال جہاں مگس
چوں عنکبوت گرد مگس پر تنیدہ گیر
گیرم تراکہ مال زقاروں فزوں شود
عمرت چو عمر نوح پیمبر رسیدہ گیر
چندیں ہزار اطلس و کمخوابِ زرنگاہ
پوشیدہ در تنعم و آنگاہ دریدہ گیر
روزے ببیں کہ ہیچ نماند بہ جز دریغ
صد بار پشتِ دست بہ دنداں گزیدہ گیر
سعدیؔ تو نیز زیں قفس تنگنائے دہر
روزے قفس شکستہ و مرغش پریدہ گیر

تتمۂ خطاب سعدیؒ من ابوالحسن فقیر، ۸۷ ڈی ماڈل ٹاؤن لاہور

اے نکتہ داں اگرچہ خطابے بہ دل شدہ است
تو ہم بہ گوشِ ہوش نصیحت شنیدہ گیر
ایمائے نون والقلم از حق بہ تو رسید
اندرز بر صحیفۂ قلبت کشیدہ گیر

خواہی کہ نامۂ عملت در یمیں وہند
ایں پند دلپذیرِ تو سعدیؒ شنیدہ گیر

پندِ دیگر سعدیؒ

اے دل ندائے مرگ ترا ہم شنید نیست — صبح اجل نہ مطلع عشرت دمید نیست

چیزے نشکار کن کہ بہ میدانِ روزگار — ایں مرکب حیاتِ نہ دائم دوید نیست

ایک شخص حاضرِ خدمت ہوا، کہا: یا محمدؐ! اُذن للزِّنا۔ یہ سُن کر حضرت رحمتِ عالم طیش میں نہیں آئے بلکہ اُسے حکمت سے سمجھایا۔ آرام سے پاس بیٹھایا اور فرمایا کہ وہ عورت یا تو کسی کی بیٹی ہو گی یا بہن یا بیوی یا ماں ہو گی، کیا آپ پسند کریں گے کہ تمہاری بیٹی، بہن، بیوی یا ماں سے کوئی شخص زنا کی اجازت طلب کرے تو آپ اس کو پسند کر لیں گے؟ وہ شخص یہ دلیل سن کر سخت نادم ہوا اور تائب ہو گیا۔

دو کام سامنے آتے تو ان میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے تاکہ اسوۂ نبوی پر عمل کرنے والی امت کے لئے آسانی اور آرام رہے۔ ٥

ایک شخص کے لئے رجم کا فیصلہ ہوا۔ صحابہؓ نے اسے کہا کہ دوڑ جاؤ۔ ایسا ہی ایک واقعہ سلطان عبدالعزیز ابن سعود کے عہد میں بھی ہوا۔ قاضی نے فتویٰ رجم کا دیا، لیکن مجرم کو ذاتی طور پر کہا کہ دوڑ جاؤ اور جان بچالو۔ عزیز علیہ ما عنتم و بالمومنین رؤف رحیم۔ ہمارے نبی اکرمؐ

کی شان تھی۔ قیامت کو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کی طرف سے اس کے ذمے حقوق العباد اس کے خالی ہاتھ ہونے کی صورت میں اپنی رحمت کے خزانہ سے اس کی طرف سے طالب حقوق کو ادا کر دیں گے۔ پس اے بندو آپ بھی تخلقوا باخلاق اللہ کی مشق اور اپنے اندر وہی شان پیدا کرو۔ نبی مکرمؐ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ المکارم الاخلاق۔ جس کی شان میں خود حق تعالیٰ نے فرمایا اَنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم۔ حدیث میں ہے: وَکَانَ خُلُقُہُ القرآن۔

وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی

یہ خطاب بظاہر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ مگر اس کا مخاطب ہر انسان ہے۔ کیوں کہ قرآن حکیم تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا ہے نہ کہ محض مٹھی بھر انسانوں کی خاطر، بلکہ کافۃ للناس کے لئے۔ اسی طرح قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد کے مخاطب حضرت محمدؐ تھے مگر اس پر حصر نہیں ہے۔ اب ہر انسان مخاطب ہے۔

کائنات میں

ہر چیز جوڑا جوڑا ہے۔ تمام کائنات مخلوق ہے اور اس کا خالق اللہ تعالیٰ ہے جو کہ رب العالمین بھی ہے۔ یعنی رازق کل اور رزاق مطلق ہے یعنی اس ذات کے اندر کامل ربوبیت ہے صوری بھی اور معنوی بھی بلا تمیز ہر انسان بلکہ ہر ذی روح و غیر ذی حیات کے لئے

انسان

بنی آدم کو وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ اور اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ

سے مشرف و مکرم فرمایا ہے۔ اس لئے کہ اس میں نفس ناطقہ ودیعت فرمایا
لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا کے تحت اسے ایمان باللہ و
ایمان بالآخرت سے مکلف کیا ہے۔ خالقیت اور ربوبیت کا تقاضا
یہی تھا اور اگر آخرت پر یقین نہ لازم ہوتا تو انسان بے راہ رو ہو جاتا
کالحیوان۔ بل ھم اضلّ کی صورت پیدا رہتی۔ کیونکہ کسی عمل کے نتیجہ
کی فکر نہ رہتی۔ وہ کسی بھی عقلی اور اخلاقی قانون کا پابند نہ ہوتا بل ھم
اضلّ کے قعر مذلّت میں پڑا رہتا۔ لیکن دوسری حالت ہے سہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنّت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

کان النّاس امۃ واحدہ ..... الخ

انسان کی ہدایت کے لئے انبیائے کرام کتب سماویہ کے ساتھ مبعوث
کئے تاکہ اس کے بندے صراط مستقیم پر رہیں۔ اور ان کو نفس ناطقہ دیا
عقل دی کہ وہ عقل کا چراغ نور نبوت سے روشن رکھیں اور اسے اپنا
مشعل راہ بنائے رکھیں۔ پھر بتدریج ان کے حسب استعداد پابند
قانون فطرت بنایا۔ حتیٰ کہ حسنات الابرار سیئات المقربین۔
ربوبیت اور رحمت اور عدالت کائنات میں جاری و ساری کر دی۔ اور
اعطیٰ کل شیء خلقہٗ ثمّ ھدیٰ۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ
ان سعیہٗ سوف یُریٰ۔ وَمَا خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔
عبادت کا مفہوم بہت وسیع ہے، اس میں جملہ حقوق آ جاتے ہیں۔
حقوق النفس، حقوق اللہ، حقوق العباد وغیرہ محض تعبد الٰہیہ ہی
اس سے مراد نہیں ہے۔

کلمۂ توحید

تمام زندگی میں ایک مرتبہ اقرار باللسان وتصدیق بالقلب سے پڑھ لینا ضروری ہے

اس کے بعد

اقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وارکعو مع الراکعین کا درجہ ہے۔ اس لئے کہ روح کا قوام بغیر نماز (عبادت) قائم نہیں رہ سکتا اور وہ بھی جماعتی زندگی کے ساتھ اور زکوٰۃ (بیت المال) ضروری ہے۔ کیونکہ امت یعنی جماعت کا بغیر معیشت قیام محال ہے۔

اسلام کا بنیادی عقیدہ یہ ہے

اٰمنتُ باللّٰہِ وملائکتہٖ وکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ والبعث بعد الموت والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللّٰہ تعالیٰ۔

امام ابوحنیفہؒ سے ایک منکرِ خدا کا مناظرہ

خلیفہ منصور کے دربار میں آکر ایک دہریہ نے کہا کہ آپ کے زمانہ کے تمام علماء کا خیال ہے کہ دنیا کا پیدا کرنے والا موجود ہے، اور میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کو کسی نے پیدا نہیں کیا بلکہ یہ عالم خود بخود پیدا ہوا ہے۔ خلیفہ نے امام ابوحنیفہ کو پیغام بھیجا کہ ایک دہریہ کا یہ دعویٰ ہے، آپ تشریف لاکر اس سے مناظرہ کیجئے۔ امام صاحب نے کہلا بھیجا کہ ظہر کے بعد آؤں گا۔ مگر ظہر کے بعد زیادہ وقت گزرنے پر تشریف لائے۔ وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: آپ کو معلوم ہے کہ میرا مکان دریائے دجلہ کے دوسرے کنارے پر ہے۔ میں جب مکان سے چلا تو وہاں کوئی کشتی موجود نہ تھی جس پر سوار ہو کر دریا پار کرتا

اتفاق سے میری نظر ایک ٹوٹی پھوٹی کشتی پر پڑی، جس کے تختے اور میخیں بکھری پڑی تھیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ان تختوں اور میخوں میں حرکت پیدا ہوئی حالاں کہ نہ تو وہاں کوئی بڑھئی تھا، نہ لوہار اور کوئی انسان۔ تھوڑی دیر میں کشتی کے تختے اور میخیں آپ ہی آپ مل کر ایک نہایت عمدہ کشتی بن گئی۔ اور میں ان میں سوار ہو کر یہاں چلا آیا۔

دہریے نے حاضرین دربار سے کہا کہ دیکھ لیا آپ کے سب سے بڑے عالم نے کیسی جھوٹی بات کہی، بھلا کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ٹوٹی پھوٹی کشتی بغیر کسی بنانے والے کے آپ ہی آپ بن کر طیار ہو جائے؟ یہ بالکل جھوٹ ہے، ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

امام صاحبؒ نے فرمایا کہ جب ایک کشتی بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود نہیں بن سکتی تو اتنا بڑا کارخانۂ عالم بغیر بنانے والے خود بخود کیسے بن سکتا ہے، اور تو اللہ کے وجود سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟

یہ سن کر وہ دہریہ ہکا بکا رہ گیا اور لاجواب ہو گیا۔ کچھ جواب نہ بن سکا۔ فبہت الذی کفر۔ فاعتبروا۔

ارکان پنج گانہ

کلمہ۔ نمازؔ۔ روزہؔ۔ زکوٰۃؔ۔ حج

الصلوٰۃ عماد الدین، روزہ برائے تزکیہ نفس، زکوٰۃ برائے قوام و قیام جماعت، حج مجموعہ تمام عبادات۔

علم، عمل اور اخلاص

لیکن "العلم بدون العمل وبال، والعمل بدون العلم ضلال" (حدیث)
اخلاص کے بغیر ہر عمل اور علم مہمل اور بے کار بلکہ وبال ہے۔ علمائے بنی اسرائیل۔

علم میں بہت بڑی فضیلت رکھتے تھے مگر عمل اور اخلاص سے کورے اور خالی رہتے - الا ماشاء اللہ وقلیل منہم -

خلق الموت والحیوٰۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا

احسن عمل کیا ہے ؟ جو سنت کے مطابق ہو اور پُر از اخلاص ہو - لیکن اگر مطابق سنت تو ہو مگر اخلاص سے خالی ہو، یا پُر از اخلاص تو ہو مگر سنت کے برعکس ہو، ایسا ہر عمل "احسن عمل" کہلانے کا مستحق نہیں ہے -

ایک معطر مثال

جس عمل میں اخلاص نہ ہو وہ ایسا ہے گویا کہ ایک پھول ہے خوش رنگ مگر خوشبو سے خالی، یا شیر قالین ہے اور جنگل کا شیر نہیں ہے ؎

شیر قالین دگر و شیر نیستاں دگر است

یا تعزیہ کا گھوڑا ہے مگر وہ خیل وصافنہ نہیں جس کی قسم خود خالق کربلا اور خالق ذوالفقار نے کھائی تھی بدیں الفاظ : وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا -

پاکیزگی جسم و پاکی نفس بھی ضروری ہے

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ - اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ -

ہر روح کو جسم کی ضرورت ہے تاکہ انسان کہلائے

اسی طرح ہر عمل کے لئے بھی جگہ کی ضرورت ہے جس طرح چاند پر اُترنے، چلنے پھرنے، وہاں کی مٹی اور سلیبس ساڑھے تین ارب سال

پرواز لانے کے لئے خلائی جہاز دھماکہ کرنے والی چیز اور مخصوص لباس اور چاند گاڑی یا (عقاب) کی ضرورت ہوتی ہے۔

ولقد یسّرنا القرآن للذکر

ذکر سے مراد نصیحت لینا ہے۔ خلق الانسان لمیسرۃ۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ بَشِّرُوا وَ لا تنفروا۔ کان عوشہٗ عَلَی المَآءِ والی ہستی اور الرحمان الرحیم اور رب العالمین ذی لطول، عفوٌّ غفور، قَابِلُ التّوب، غَافِرُ الذنب۔ الخلق عیال اللہ۔ یعنی اپنے پیارے بندوں کے لئے ہر آن اصولاً السیادہ الرؤف الرحیم ہے لتشقیٰ نہیں ہے۔ اسی طرح اس کے انبیائے کرام بھی لَا اُرِیدُ الا الاصلاح اور خیر خواہی کے لئے ہی مبعوث ہوتے رہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام کا مقصد زندگی ہی یہ تھا عزیز علیہ ما عنتم دبالمومنین رؤف رحیم فرمایا کل مومن اخوۃ۔ ان کا آپس کا کلمہ کیسا جامع اور مجسمۂ سلامتی و محبت ہے "السلام علیکم" اس کی ترغیب میں کس قدر زور دیا ہے اور اجر کتنا بڑا بیان ہوا ہے افشو السلام۔ اور جنتیوں کا تکیہ کلام ہی یہ کلمہ ہوگا قالوا سلاماً سلاماً و دعاھم السلام

عنوان تیسیر کا مقصد

اس امر کا اظہار ہے کہ عیال اللہ دکتیں اپنی دنیوی زندگی کیسے گزاریں قانون فطرت میں کوئی کجی، عوج، تکلیف نہیں ہے فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا۔ مگر انسانی عقل کی بھول بھلیوں نے اس

میں پیچیدگیاں اور مشکلات پیدا کر دیں اور علمائے دین و مشائخ نے دین کا معاملہ ایک گورکھ دھندا بنا کر رکھ دیا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ قالوا اتتخذنا ھزوا قال اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین۔ قالوا ادع لنا ربک یبین لنا ماھی قال انہ یقول انھا بقرۃ لا فارض ولا بکر عوان بین ذالک فافعلوا ما تؤمرون قالوا ادع لنا ربک یبین لنا ما لونھا قال انہ یقول انھا بقرۃ صفراء فاقع لونھا تسر الناظرین۔ قالوا ادع لنا ربک یبین لنا ماھی ان البقر تشابہ علینا وانا ان شاء اللہ لمھتدون۔ قال انہ یقول انھا بقرۃ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث مسلمۃ لا شیۃ فیھا قالوا الآن جئت بالحق فذبحوھا وما کادوا یفعلون۔

ادھر مشائخ کوئی مخلوق میں خالق کو حلول کرنے لگ گیا اور کسی نے خدا کو شاہانہ تخت پر بیٹھا کر متجسّم اور تقیّد کر دیا۔ لاتضربوا اللہ الامثال کو خاطر میں نہ لایا کیوں کہ "تو اور نہیں ہیں اور نہیں" کی طبلوں اور سارنگیوں کی تھاپ اور نغموں اور قوال کی ترجیحات کی کیف و مستی میں گم اور وجد میں قوالوں کے پاؤں پر سجدہ کر کے انھیں چوم رہا تھا۔ اور ان پر اپنی آنکھیں مل کر ندیاں بہا رہا تھا جس طرح ایک دفعہ پتا مہادیو مہاراج اور ماتا پاربتی جی سورگ سے جلاوطن کر کے زمین کے کالے پانی میں بھیج کر آپس میں جدا جدا کر دیئے تو پکارنے لگے کہ

کونج بچھڑ گئی ڈاروں لیھدی سجناں نوں

ان کی برہوں اور فراق بھری کرلائیں تو اس وقت صرف عالم ملائکہ نے

ہی سُنی ہوں گی اور خالق کُل تو سُن ہی رہا تھا، کیوں کہ وہ سمیعٌ بصیر ہے اور ہر آن جاگتا ہی رہتا ہے، کبھی نہیں سوتا، کیوں کہ لا تاخذہٗ سنۃٌ وَلَا نوم اس کی صفت ہے۔ اور زمین پر درخت اور جڑی بوٹیاں اور پہاڑ اور دریا بھی حیرت اور تعجب سے دیکھ اور سُن پائے ہونگے مگر مُنہ مُنہ دیکھنے کے سوا اور کوئی مدد یا ہمدردی نہیں کر سکے ہوں گے وہ دونوں ایک جوڑا تھا مگر اکیلے اکیلے مدتوں خاک انڈیاں چھانتے ایک دوسرے کی تلاش میں پھرتے رہے۔ اتنا روئے اتنا روئے کہ ان کے اشک ہائے فراق و محبت سے دہلی کے شاہجہان والے لال قلعہ کی جمنا اور گنگا دو ندیاں بہہ نکلیں۔ گنگا فرخا بند والی جس کی چھاتی کو اب بھارت اور پاکستان کی سرد اور ٹھنڈی ٹنڈی جنگ نے تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔

ہاں مشائخ میں سے کوئی تصور شیخ میں اور کوئی تصور پیغمبر میں فقیر کو اس سے آگے مزید تصورات کا حال معلوم نہیں، کیوں کہ وہ بے چارہ سادہ لوح کبھی بھول کر بھی ان تصوراتی کوچوں میں اپنی فقیرانہ حیثیت میں جب سے وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے کبھی گزرا ہی نہیں۔ اس قسم کا نہایت گستاخانہ اور جاہلانہ بکواس محض اپنی شہرت فقر کے لئے کر رہا ہے۔ وہ تو خیر رہی کہ اس کا گستاخ اور شوخ قلم کہیں یہ نہ لکھ بیٹھا ھذہ التماثیل و انتم لھا عاکفون اور "ننگ رڑے وتج آگی" (باغی، فقیر کہیں "لا تذرن آلھتکم ولا تذرن ودا وَلا سُواعاً وَلَا یَغُوق و یعوق و نسرا" کی تفسیر نہ لکھنے بیٹھ جانا تو پھر ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے۔ یہ اللہ نے بڑی خیر کی۔ پھر سوائے اس کے ہمارے

پاس اس چیز کا جواب اور کیا ہوتا ہے اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَا يَنْطِقُونَ اور
اسرو الندامت کے سوا ہمارے پلے اور کیا برہان تھی۔ کیونکہ چالاک
فقیر تو ذرا ذرا باتوں میں کتاب و سُنّت کی دلیل طلب کرتا ہے اور خود
عیار فقیر اپنے ہر دعوے میں قرآنی اور حدیثی دلیل پیش کئے بغیر چوکتا ہی
نہیں۔ اور بڑے بڑوں کی پگڑیاں اچھالتا رہتا ہے اور کسی سے بھی نہیں دبتا
وہ کہتا ہے کہ حق کے مقابلہ میں کسی بھی باطل سے دبنا نہیں چاہیے جب
تمہارے پاس "نور" (قرآن) ہے تو ظلمات سے مرعوب ہونا خود قرآن اور
صاحب قرآن کی توہین ہے اس لئے "لا تخف انك انت الاعلیٰ پر ہمیشہ
نظر رکھو۔ ایسا ارفع و اعلیٰ خطاب یافتہ ادنیٰ اور ذلیل کیوں بنے۔ ایسا کرنا
گناہ ہوگا اور اپنے خالق و مالک اور رب الارباب کی ناشکر گزاری
ہوگی۔

مندرجہ ذیل چند معروضات فقیر پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیے!

خلقکم من آدم وخلق الآدم من تراب ثم جعلنا شعوباً وّ
قبائل (غیر مسلم) ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ اور حجۃ الوداع کے
موقع پر ایک لاکھ کے مجمع کو اونٹنی پر کھڑے ہو کر جو پیغمبر اسلامؐ نے
ایک تاریخی خطبہ دیا وہ ہمارے لئے سند ہے، دلیل ہے۔ الیوم اکملت
لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔
اے لوگو! تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ کسی کو ایک دوسرے پر کوئی
فضیلت نہیں۔ خاندانی نہیں ہے نہ عربی کو عجمی پر اور نہ گورے کو کالے پر،
نہ ہاشمی کو غیر ہاشمی پر۔ خدا کے بندے سب برابر ہیں۔ بنی آدم سب یکساں

ہیں بلحاظ انسان اور خدا کے بندے ہونے کے ولقد کرمنا بنی آدم سے

حسنؓ ز بصرہ، بلالؓ از حبش صہیبؓ از روم
ز خاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

جن ممالک میں بذریعہ اصحاب رسول اللہ دین اسلام کی اشاعت ہوئی وہاں چھوت چھات اور فضول رسومات کا وجود نہیں ہے اور جہاں عجمیوں اور بادشاہوں اور سرکاری مفتیوں اور عالموں کے ذریعے سے اسلام پھیلا وہاں ہندوانی چھوت چھات جاری اور مشرکانہ رسوم سے خود مسلمان متاثر ہو کر رہ گئے۔ چہ جائیکہ ظلمت نور سے کافور ہو جانا چاہیے تھی الٹا ظلمت کی گھٹاؤں نے آفتاب توحید کو اپنے اندر چھپا لیا۔ توحید کے چاند کو گہن لگ گیا اور کفر اور شرک آرمز سٹرانگ کے بھاری بھرکم اور ناپاک بوٹوں نے اسے روند ڈالا۔ حتی کہ اس کی مٹی بھی ذلیل کی اور اس کے جگر کے ٹکڑے (سلیں) بھی چودہ سیر پختہ پسا کر ایک بالٹی میں زمین پر بھر لائے۔ یہاں تک رسوا کر رہے ہیں کہ جگر جس کے یہ خاش بغیر خون کے ہیں ساڑھے تین ارب سال پرانا ہے۔ گویا کہ چاند کی عمر اس قدر ہے کسی وقت ایک گریجویٹ اپنی ناقدری کا گلہ ان الفاظ میں کیا کرتا تھا۔

ع بی اے بنا کے کیوں میری مٹی خراب کی

لیکن اب الشمس والقمر سخر لکم ھا بثیت والا چاند شاکی ہے وہ کہتا ہے کہ ع مجھ کو بنا کے چاند نہ اتنا ذلیل کر

مگر سائنس کے نقار خانے میں طوطی (چاند) کی آواز کون سنتا ہے؟ یہی نہیں بلکہ دنیا کے چودہ ممالک میں اس "جگر پارہ ہائے قمر" کو سائنسدانوں رہا قصابوں کے تجزیہ و تجربہ کے لیے مزید رسوائے عالم کیا جائے گا۔ یہ اس گناہ کی سزا

ہے کہ اس نے ایک بہت بڑا شرک ساڑھے تین ارب سال تک کیا اور ابھی کر رہا ہے اور باز نہیں آتا۔ وہ یہ کہ اپنے جیسے سیارے (زمین) کا طواف کرتا رہا ہے اور کئے جا رہا ہے، جو کہ سجدہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اپنے خالق کا طواف کیوں نہ کیا؟ یہ رمز بھولے بھالے فقیر کے آج سمجھ میں آئی کہ حضرت احمدؒ فاروقی مجدد الف ثانی سرہندی نے بادشاہ جہانگیر کو بھی سجدہ و السلام نہیں کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ انہی کے پیرو خود ان کی قبر کا طواف کر رہے ہیں اور ان کی قبر کو سجدہ کر رہے ہیں۔ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

ہندوستان اور پاکستان میں اسلام صحیح شکل میں نہیں آیا۔ دوسرا سبب یہاں کے مسلمانوں کا اکثر ہندی الاصل ہونا اور منو جی کے چار برنوں کی تقسیم اب تک کم و بیش نسلی طور پر سرشت میں سمائی رہنا بھی ایک ہے، جو کہ چھوت چھات کا سبب ہے۔ ورنہ اگر انصاف اور غور سے دیکھا جائے تو بیر معونہ خرید کر آزادانہ اور وقف کرانے سے پہلے مدینہ کے اصحابی کالنجوم اور خاندانِ نبوت اور خود نبی اکرمؐ اور وہ ہاشمی مسلم مثلاً امیر حمزہؓ وغیرہ کیا اسی مشرک کنوئیں سے دن رات پانی نہیں پیا کرتے تھے جب کہ اس کنوئیں کے مالک پکے مشرک اور کافر تھے۔ کیا پاک و ہند کے چوہڑے، چمار، سانسی، کوکن، سپیرے، ہندو، شودر، بُدھ، چنڈال، بھیل، گونڈ وغیرہ سے وہ افضل تھے۔ پھر اکفارُکُمْ خَیْرٌ من کفارنا تھے؟ تلک قسمتہ

فقیر کی برہان و حجت بالا بطور مثال سامنے رکھیئے اِنّ سنۃ اللہ دعویٰ بے دلیل کوئی بھی اس کا ثابت نہیں ہو گا۔ یہ اللہ کی دین ہے۔ الم نشرح لک صدرک کا افضال نعمت ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ

من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم۔ فبذالک النعم علیّ فلیتنا فسوا المتنافسون۔ عیال اللہ (کنبہ) اور مکرّمین الٰہی سے نفرت کیوں، حقارت کیوں، عُجب اور کبر کیوں؟ کیا یہ عمل الشیطان یجری کجری الدم کے نزع سے مستثنیٰ ہے؟ یاایہا الذین آمنوا کلوا من طیبات ما رزقنا کم حلال طیّباً ولا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین۔ انما یأمرکم بالسُّوءِ والفحشاءِ وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون۔

مسجد

نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ روئے زمین میرے لیے مسجد ہے۔ مسجد کا نمونہ سابقہ قدیم مسجد نبوی ہے جو کہ ہر لحاظ سے بالکل ہی سادہ تھی، حالانکہ بیت المال میں سیم وزر کے انبار موجود ہو گئے تھے۔ نجد میں اب بھی مساجد میں سادگی موجود ہے۔ فرش بالکل کچے ہی ہوتے ہیں۔ دیکھئے عنوان "مسجد"، تکلفات مابعد آئے۔ مشہور ہے جب سے مسجدیں پکی بنی ہیں نمازیں اور عبادتیں کچی ہو گئیں۔ دھوپ اور آگ ہر زمینی نجاست کو زائل کر دیتے ہیں۔

پانی

نبی اکرمؐ نے فرمایا: پانی کے وسوسوں میں نہ پڑنا۔ مقدار وغیرہ کی قیود بیُسر نہیں بلکہ عُسر میں داخل ہیں۔ نجس گھی میں پانی ڈال کر آگ پر رکھو پھر ٹھنڈا کر کے گھی اتار لو۔ تین دفعہ ایسا کرنے سے گھی پاک ہو جائیگا۔

وضو

سفر یا حضر میں وضو کے لئے پانی نہ ملے اور وقتِ نماز ختم ہو جائے

کا اندیشہ ہو تو تیمم کر کے نماز ادا کر لی جائے۔ پانی نہ ملنے کی مسافت کا کوئی تعین نہیں ہے۔ تیمم کی ترکیب یہ ہے کہ پاک مٹی یا ریت وغیرہ پر دونوں ہاتھوں کی ضرب مار کر منہ پر پھیر لیں اور بغیر دوسری ضرب لگائے وہی ہاتھ ہاتھوں تک پھیر لیں، کہنیوں تک نہ لے جائیں۔ جو چیز آگ پر نہ پگھل سکے وہ صعیداً طیباً میں داخل ہے، اگندھک وغیرہ نہیں ہے۔ اگر مٹی بھی نہ ملے تو بغیر تیمم نماز جائز ہے۔ نماز تیمم سے ادا کر لی۔ مابعد پانی مل گیا تو فرض ادا ہو چکا۔ غسل اور وضو دونوں کے لئے صرف ایک تیمم کافی ہے۔ پاخانہ میں خشک فضلہ خارج ہوا اور مقعد کے کنارے غلاظت لگنے سے محفوظ رہے تو پانی کے ساتھ استنجا کرنے کی ضرورت نہیں اگر لیں تو اختیار ہے۔ پیشاب کا سوراخ خوب خشک ہو گیا، یعنی مٹی کی پٹی سے تب پانی سے استنجا ضروری نہیں ہے۔ یاد رہے کہ ڈلوائی کرتے وقت راستہ یا لوگوں کے سامنے نہ پھریں۔ زور سے کھانسنا یا ایک ران دوسری پر رگڑنا تاکہ پیشاب کا قطرہ خارج ہو جائے یہ مبالغہ اور تعمق اور شرمناک حرکت ہے۔ (احیاء ومن الایمان)

تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہے، درمیان میں پانی آ گیا تو نماز توڑ کر وضو کر کے از سر نو نماز ادا کرے۔ نماز جنازہ یا عیدین میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کر کے شامل جماعت ہو جائے۔ قہقہہ لگا کر ہنسنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ذرا سی ریح خارج ہو جاتے پر وسوسہ شیطان ہیں نہ پڑو وضو قائم ہے۔ اونٹ کا گوشت کھانے یا قے یا نکسیر یا مٹی وغیرہ یا لہو بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

نماز

ننگے سر نماز جائز ہے، یہ عاجزی کی نشانی یا مفلسی کی ہے۔ اسی طرح نیکر پہن کر بھی جائز ہے، کیونکہ ایک دفعہ حضرتؐ کی ران نماز میں کھل گئی تھی اور نماز ہو گئی۔ مگر ہمیشہ نہ ہو، کبھی مجبوراً ہو۔ مسافر اور بیمار کو جمع بین الصلاتین جائز ہے، ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا۔ تنبتو نماز قضع یعنی ہندوستانی سے نماز جائز نہیں ہے۔ نماز غلطی سے غلط سمت پڑھ لی تو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ستر کھل جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے خالص ریشمی یا غصب کردہ لباس سے نماز جائز نہیں ہے۔ موذن کی تنخواہ مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔ موذی جانور کو بحالت نماز مارنا جائز ہے۔ نماز نہیں ٹوٹتی۔ اگر ایک رکعت زائد پڑھی گئی تو سجدۂ سہو کرے یا ایک رکعت کم رہی اور سلام پھیر دیا تو ایک ہی رکعت سجدۂ سہو سے ادا کرے۔ اگر کئی دفعہ سہو ہو گیا تو صرف ایک دفعہ سجدۂ سہو کر لے۔ قعدۂ اولیٰ اگر رہ گیا تو سجدۂ سہو کرے سوعا، درود، تسبیحات و سمع اللہ و اللہ اکبر و بسم اللہ و تعوذ و ثنا وغیرہ کے ترک یا زیادت سے سجدۂ سہو نہیں ہو گا۔ سبحان ربی الاعلیٰ رکوع میں اور سبحان ربی الاعلیٰ ایک ایک دفعہ پڑھا جائے۔ نماز میں صرف (الحمد) فاتحہ و قیام و رکوع و سجدہ و قعدہ التحیات و برکاتہ پڑھ کر دونوں طرف سلام کہہ دیا تو نماز ہو گئی۔ اگر بوقت مجبوری اور ہمیشہ نہیں۔ اگر مسافر کو کسی قسم کا خطرہ ہو اور کسی اونٹ یا گھوڑے وغیرہ پر سوار ہو۔ پیدل چل رہا ہو تو نماز بحالت سفر یعنی چلتے چلتے ادا کر لے۔ ان خفتم فرجالا او رکبانا کا حکم ہے اور فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ امام کھڑا ہوتے لگا اور مقتدی نے سبحان اللہ کہہ کر روکا مگر غلطی مقتدی کی تھی تو

امام ہاتھ کا اشارہ اٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی کھڑا ہو جائے۔ امام بجائے جہری قرأت کے اگر سری پڑھے تو سجدۂ سہو کرے۔ اگر بھول کر سجدۂ سہو زیادہ کیا گیا تو نماز صحیح ہو گی۔ اگر امام سے عیدین میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو نہ کرے تاکہ خلفشار اور انتشار نہ ہو جائے۔ سفر میں صرف فجر کی سنتیں ثابت بلغیر فرضوں کے ہیں۔ وتر نفل ہی ہیں اور سنتوں کی قضا بھی نہیں ہے بارش یا سخت جھکڑ یا زلزلہ وغیرہ ہو تو واتخذو بیوتکم قبلۃ بلکہ اذان کے بعد مؤذن یہ الفاظ پڑھے الصلوٰۃ فی الرحال یعنی نماز گھروں میں ہی ادا کرو۔ تراویح اور تہجد کی نماز کی تعداد گیارہ رکعت ہے رمضان اور غیر رمضان میں یہ دلیل کہ خلیفہ دوم عمر فاروق نے تعداد بیس با جماعت مقرر کر دی اور لفظ سنتی و سنت اصحابی کی دلیل تو یہ اس کے برخلاف پر بھی منطبق ہوتی ہے۔ یعنی خلیفہ اوّل اور نبیؐ کریم نے بھی تعداد بیست کو لازم قرار نہیں دیا اور نہ جماعت تراویح کو تیسرے دن جماعت کرانے سے انکار کر دیا سنت اصحابی یہ صدیق اکبرؓ کی سنت بیس رکعت کی تائید نہیں کرتی خود عمرؓ نے اس کو سنت نہیں کہا بلکہ "نعم البدعت" کہا۔ تراویح کے ثبوت میں حضرت عائشہؓ کی حدیث صحیحین میں ضرور ہے لیکن بدون تعدد رکعات کیفیت و کمیت ثابت نہیں محض قیام رمضان مذکور ہے۔ اس سے انکار نہیں اور نہ ہی جماعت سے انکار ہے مگر لفظ سنت کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا اور نہ ہی مواظبت جو کہ بدعت ہے خیر الامور وہی عمل ہے جو رسول اللہؐ کے عہد میں تھا لیکن حدیث علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدین بعدی تمسکوا بہا و عضو علیہا بالنواجذ پس نسبت مراد بسنت خلفاء الراشدین مگر طریقۂ ایشان کہ موافق طریقہ آنحضرت باشد حدیث عام است بہر خلیفہ راشد را خاص نیست بہ شیخین۔ از قواعد

شریعت معلوم است کہ ہیچ خلیفہ را نمے رسد کہ طریقہ جز طریقہ کہ براں آنحضرتؐ بود شروع کند خود عمرؓ ایں ہیئت را بدعت نام کرد و نگفت کہ ایں سنت است فتأمل۔ بزمانۂ عمرؓ بن عبدالعزیز یازدہ رکعات میگزارند۔ قیام رمضان واجب نیست بلکہ مندوب است۔ یازدہ رکعات سنت است و تہ رکعات مستحب و جماعت مستحب است۔ (شاہ ولی اللہؒ دہلوی)

اگر امام قرأت طویل شروع کردے تو کمزور اور حاجتمند جماعت سے نیت توڑ کر اکیلا پڑھ کر چلا جائے۔ اسی اصول پر اگر تبلیغی جماعت کا مبلغ "تھوڑی دیر" کہکر گھنٹوں تک تقریر کو طول دے تو اس چھوٹے وعدے کو توڑ کر آزاد ہو کر اور ضروری کام اور حقوق و فرائض کو سنبھالے اور مت شرمائیے کیوں کہ ان اللہ لا یستحی اور آپ بھی تخلقوا باخلاق اللہ پر عمل کیجیئے اور کسے کے رعب میں نہ آیئے بلکہ اس غلطی کا کھلم کھلا اعتراض کر کے ان کی جہالت کو طشت از بام کیجیئے تاکہ دوسرے انجان بھی واقف ہو کر نفع اندوز ہوں اور آپ الدال علی خیر کفاعلہ سے اجر مفت مزید حاصل کر پائیں۔ فقیر کے شوخ قلم کو بھی اجر کا حصہ دار بنا لیئے۔

جس سے اکثریت ناخوش ہو وہ جماعت نہ کرائے۔ جمعہ میں خطبہ مختصر اور قرأت ذرا طویل ہو۔ خطبہ کے وقت سنتیں نہ پڑھو۔ احتیاطی بدعت ہے۔ عیدین کا خطبہ فرض نہیں سنت ہے اور جمعہ کا واجب ہے۔ نماز قصر خواہ ایک منزل سے کم ہو۔ مسافت نماز قصر اور روزہ افطار کے لئے کسی بھی حدیث سے تعدد ثابت نہیں۔ کوئی حدیث بھی اس کے متعلق صحیح نہیں ہے۔ لوگوں کے عرف (رواج) پر یہ بات چھوڑ دی گئی ہے۔ نماز مسافر چار کی دو قصر اور خوف کی نماز دو کی بجائے ایک رہ گئی۔ کیونکہ اصل میں صرف دو رکعت فرض

ہوتی تھیں اور ہجرت کے بعد حضر میں دو دو بڑھا کر چار کر دی گئیں اور سفر میں اپنی اصلی حالت میں رہیں، بحالت خوف ایک ایک رکعت ہی۔ جب کسی شہر میں قیام کرو تو بیس دن نماز قصر کرتے رہو جب قصد چار دن ٹھہرنے کا کیا تو چار دن کے بعد پوری نماز پڑھو۔ سفر خواہ پیادہ ہو خواہ کسی سواری وغیرہ کا ہو۔ جراب خواہ چرمی ہو یا اونی یا سوتی اس پر مسح جائز ہے۔ سوتی دبیز ہو تو اچھا، حدیث سے تقلید یا کوئی شرط ثابت نہیں۔ چوبیس گھنٹے تک مسح کردہ جراب کے ساتھ بلا وسوسہ نمازیں ادا کرتے رہو۔ وَلَا تکونوا من الممترین یہ اعتراض کہ چرمی کیوں نہیں؟ جواب یہ کہ سفر جہاد میں فرض قصر ہوئے تھے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ اب تو ہم امن میں ہیں، اب قصر کی رعایت کیوں؟ فرمایا کہ یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے، جب اللہ حکیم و رحیم آسانی دے رہا ہے تو ہمیں چاہیئے کہ اس سے قبول کر کے نفع اندوز ہوں، یہ اس کا شکریہ ہے ورنہ کفران نعمت ہو گا۔ بنی اسرائیل نے گائے ذبح کرنے کے حکم میں تنقیحات شروع کر دیں تو ان پر قیود بھی اسی طریق سے عائد ہوتی گئیں حتیٰ کہ وہ اللہ کو ہرا نہ سکے۔ قالوا أنّا لن نعجز اللہ فی الارض ولن نعجزہ ھربا۔ جن مسائل کو بتانے سے کتاب و سنت خاموش ہے وہ حکیم مطلق اور بعلیم الحکمۃ اور عزیز علیہ ما عنتم بالمؤمنین رؤف رحیم سوتی جرابوں کا استثنیٰ نہیں کر گئے تو ہمیں کیا حق پہنچتا ہے کہ اپنے اوپر کڑی شرائط قائم کریں اور "آ بیل مجھے مار" کے مصدق بنیں، حکیم مطلق کی صفت تو رحمان و رحیم اور وہاب و جواد وغیرہ بھی ہے اور اس کی صفت غلبت رحمتی علی غضبی ہے اور "الخلقہ اللہ لمیسرۃ"۔

اصول بالا کے ذریعے امت کے بہت سے خود ساختہ مسائل آسانی سے حل کئے جا سکتے ہیں جو کہ علمائے سوء، علمائے بنی اسرائیل صفت نے اُلجھا رکھے ہیں۔ ان حضرات نے دین کو ایک گورکھ دھندا بنا دیا ہے جو نزغ شیطان کے کرشمے ہیں، اس نے کما نزغ الشیطان بینہم واغویتہم۔ شیطان نیکی کے پردے میں دھوکا دے دیتا ہے، علماء کو حیلوں اور علمی گھمنڈ میں ڈال کر اور مشائخ کو نور و غیب اور ہمہ اوست کے پردے میں بہکا دیتا ہے۔

یسر

اگر جماعت نماز کے لئے کھڑی ہو گئی، اندیشہ ہے کہ کسی رکعت کی شمولیت سے محروم نہ ہو جاؤں اور وضو ابھی کرتا ہے تو صرف ایک دفعہ ہاتھ پہنچوں تک دھوئیں۔ ایک دفعہ منہ دھوئیں ہاتھ کہنیوں سمیت ایک ایک دفعہ دھوئیں سر کا مسح کر کے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت ایک ایک دفعہ دھو کر جماعت میں شامل ہو جائیں۔ صرف اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لیں۔ دل میں یہ نیت ہوتی ہی ہے کہ فلاں وقت کی نماز ہے فرض ہے یا سنت ہے یا نفل۔ زبان سے الفاظ تمام لینے ضروری نہیں ہیں۔ سر ننگا ہو تو مضائقہ نہیں بلکہ عجز کی علامت ہے۔ جوتا اگر پاک ہے تو کبھی کبھی اس کے ساتھ بھی نماز ادا کر لیا کرو تاکہ "خالفوا الیہود والنصاریٰ" پر عمل ہوتا رہے۔ یہود کی نماز بغیر جوتا اُتارے جائز نہیں ہوتی۔ جوتے کا ناپاک ہونا یہ ہے کہ اس کے تلے پر نجاست کا اثر نظر نہ آئے۔ اگر گوبر وغیرہ کا نشان ہے تو اسے کسی سخت مٹی یا پتھر یا لکڑی وغیرہ پر رگڑ کر صاف کر لیا جائے بس پاک ہو گیا۔ اگر کپڑے پر پیشاب وغیرہ

کے چھینٹے پڑ گئے اور نجاست نظر نہیں آتی اور کافی جگہ پہ شک ہے تو پانی کے چھینٹے اس پہ مار دیئے جائیں۔ یا موسم سخت سرد ہے، بیمار ہو جانے کا خطرہ ہے تو کپڑا دھو کر گیلا نہ کریں۔ اور نمونیہ وغیرہ کا خطرہ ہو تو محتلم محض استنجا کرے اور وضو کر کے نماز پڑھے اور جب دھوپ نکل آئے تو پانی گرم کر کے غسل احتلام یا حیض سے پاک ہونے کا یا جنابت کا غسل کر لیا جائے اور خواہ مخواہ مشقت میں نہ پڑیں۔ وَمَا انزل علیك القرآن لِتَشْقیٰ لا تقتلوا انفسکم ان اللّٰہ بکم رحیما۔ عوارض بالا میں سحری فرض روزہ کے لئے تناول کر کے روزہ شروع کر لیا جائے اور دن چڑھے غسل گرم پانی وغیرہ سے کر لیا جائے۔

عالم برزخ زمانہ قبر کا نام ہے اور قبر نہ بھی ہو غرق آب ہو کر مر گیا یا مچھلی کھا گئی یا آگ میں جل مرا وغیرہ، خواہ کسی حالت میں مردہ کا حشر ہو لیکن اس ہر حالت کا حکم لفظ "قبر" یا برزخ پر اطلاق ہو گا۔ علیین راحت کی حالت، سجین بری اور تکلیف دہ حالت یا مقام۔ مرنے کے بعد روح اس عالمِ ناسوت میں ہرگز نہیں آ سکتی کیونکہ وہاں ملائکہ محافظ ہوتے ہیں۔ اور خود بھی وہ روح مختار نہیں ہوتی۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ روح اشرار سجین میں ہے تو سجن قید خانہ ہوتا، قیدی تو مقید ہوتا ہے، اس کو وہاں سے ملائکہ "شداد" "غلاظ" کیوں باہر نکلنے دیں گے؟ اور اگر روح ابرار علیین میں ہے تو محافظوں کے علاوہ بھی ایسی جنتی اور پیاری جگہ راحت (روح وایمان) کی چھوڑ کر ایسی جگہ کیوں آنے لگی جہاں ایٹم یا ہائیڈروجن بموں اور راکٹوں اور چھوٹی اور بڑی توپوں بندوقوں نے دن رات تباہی مچا رکھی ہو اور عالیہا سافلہا اور ہوس ناکی اور حیوانیت بلکہ بل ہم اضلیت اور

اسفل السافلیت کے مناظر ہوں، اور بڑی مچھلیاں چھوٹیوں کو بلا خوف و خطر مزے سے نگل رہی ہوں، اور جہاں ایسے مناظر بھی ہوں سہ

کسی نے آج جا کر رپٹ لکھوائی ہے تھانے میں
کہ اکبرؔ نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے کعبۂ اول کو آگ لگا کر سخت بے حرمت کر کے خاکستر کیا جا رہا ہو اور خاکم بدہن بیت العتیق اور پھر مسجد نبوی بمع حرم مبارک کی نسبت بھی بنی قریظہ اور بنی نضیر کی ذریت کے عزائم بد اور شرمناک منتقمانہ ان کے ناپاک دلوں میں شعلہ زن ہوں کیوں کہ عمر فاروقؓ نے اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب کو عملی جامہ پہنا دیا تھا کیوں کہ یہ انہی کی نسل بدبخت، گستاخ اور سنگدل انہی اشرار کی یادگار خباثت ہیں جن کی نسبت قرآن حکیم فرماتا ہے، قوم مغضوب اور ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ وباؤ بغضب من اللہ ذالک بانھم کانوا یقتلون النبیین بغیر الحق ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون جہاں ظلم و فساد کا دور دورہ ہو جہاں اللہ کے کنبہ کی اکثریت دکھی ہو اور ذلیل ہو رہی ہو، چھنیں ہو، بیکار ہو، تلے ہوں، آہ و زاری ہو، کلٌ مؤمنٌ اخوۃٌ کی بجائے بھائی کو بھائی سے بیزاری ہے الطمہ نہیں بلکہ لکدوکوب اور سخت بیزاری ہو کس طرح یوم یفر المرءُ من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ لکل امرءٍ منھم یومئذٍ شانٌ یغنیہ۔

کنج نشینی کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے۔ امتِ محمدیہ تو لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنے کے لیے آئی تھی مگر یہاں دشواریوں کے اعلان

پہنائے جارہے ہیں۔ اینڈ عو دمارعوھاحق رعایتہا۔ جو افعال امت کی اکثریت اب کر رہی ہے کیا رسول اللہؐ اور صحابہؓ اس طرح کرتے تھے؟ لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا، اللہ چاہتا ہے کہ لوگ آسانی سے نفع اندوز ہوں۔ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر رہنے سہنے میں اعتدال سے متجاوز نہ ہو۔ تکلفات سے بچتے رہیئے۔ کسب حلال کرو تو اللہ معاش کی راہ بھی سمجھا دے گا، جو تمہارے لئے کافی ہو۔ اگر مکان ہے، پانی کھانا، لباس تو اس پر قناعت کرو اور اللہ کا شکر کرو حنفیت شافعیت تقلید اور عدم تقلید میں محدود نہ رہو۔ مسلک خیر القرون پہ نظر رکھو۔ خطرہ کے وقت حسبی اللہ یا یا بدیع العجائب کا وظیفہ کرنا چاہیئے۔ قریبی صوفی کا کام توجہ دینا، دوسرے کے دل پر انگلی رکھنا، طالب کو فیض رسانی وغیرہ مسمریزمی شعبدہ، زیاں ہیں۔ قوت خیال میں بڑی طاقت ہے، فاتحہ، کھانا تنتر منتر اور پروسا کی تقلید ہے۔ فقہی اختلاف میں اعتدال چاہیئے۔ کتاب خیر الکثیر اور بدور بازغہ حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ اوہام و خرافات کی تریاق ہیں جو چیز طلب پر نہ ملے تو اس میں حکمت ہوتی ہے۔ بظاہر جو برائی پہنچتی ہے وہ تریاق ہوتا ہے۔ سلف صالحین کی سیرت کا مطالعہ کرنا قلب کی اصلاح کے لئے ضروری ہے۔

حضرت نبی اکرمؐ مبلغ وحی ہی نہیں بلکہ اس کے مفسر بھی ہیں۔ وما الیک الذکر لتبین للناس ما انزل الیہم حضرتؐ نے قرآن مجید کی جو شرح بیان فرمائی ہے اس کا نام حکمت یا سنت ہے غیر مسلم کو استاد بنانا مباح ہے۔ اگر سنت پر عمل نہیں تو پھر اطاعت رسولؐ کے کیا معنی؟ اقبالؒ نے پوچھا کہ سب سے غریب کون ہے؟

کل جو قرآن تھا افسر شاہی   آج وہ کاسۂ گدائی ہے

تصور شیخ شرک ہے۔ کیا خدا کا رسولؐ اس سے غافل تھا؟ اسلام تو عمل صالح اور ایمان کی فوقیت کا قائل ہے، حسب و نسب کا نہیں۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ؎

حسنؓ ز بصرہ بلالؓ از حبش صہیبؓ از روم
ز خاکِ مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبی ست

ابوذرؓ غلطی سے عزیمت کی تعلیم و ترغیب دی (ایسے جلیل القدر صحابی سے غلطی ہو سکتی ہے تو دوسرے امتی کس شمار میں ہیں اور موجودہ لیاہی تبلیغ کے حامی)، اگر آج ابوذرؓ زندہ ہوتے تو لینن و اسٹالن عہد کہلاتے۔ اسلام ہر صاحب حق کو اس کا حق دلاتا ہے اور بے لچک سرمایہ داری اور انتہا پسند سوشلزم کے بین بین اعتدال کی راہ اختیار کرتا ہے۔ شریعت نے زکوٰۃ مقرر کی ہے، اگر وہ ادا کر دی جائے تو وہ مال کنز نہیں ہے خواہ اس کو سات زمینوں میں گاڑ دیا جائے وہ حلال ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ اگر مالدار تھے تو بیر معونہ خرید اگیا۔ اگر کسی نے اعتراض کیا کہ حنبلی تعداد میں کم ہیں، جواب ملا کہ دنیا میں شرفاء ہمیشہ کم ہی ہوا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تائب کو عذاب نہیں دیتا۔ اسی طرح تائب پر حد قائم نہیں کی جاتی۔ اسلام نے دنیوی زندگی کی تنظیم کے لئے اساسی ضوابط قائم کر دیئے ہیں۔ ذکر قلبی سے ذکر لسانی افضل ہے۔ اگر قلب سے کرے گا تو زبان خالی رہے گی، اگر زبان سے کرے گا تو قلب کچھ نہ کچھ ساتھ دے گا۔ جن اہل قبلہ اور کلمہ گوؤں کو لوگ کافر کہتے ہیں وہ واقعی کافر نہ تھے، کیونکہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو وہ دوزخ میں نہ جائے گا، ذرہ ایمان وہاں جاکر

آفتاب بن جائے گا۔ جس طرح کسی نادار صحابی نے ایک کھجور کسی بھوکے سوالی کو کھلائی اور وہ آگے جا کر کوہ احد کے برابر بڑھ بڑھ کر ہو گئی، جو حدیث میں ثابت ہے۔

کسی کی بات مذہبی بغیر تحقیق بلا چون و چرا مان لینا شرک فی النبوۃ ہے۔ نصوص کے مقابلے میں اجتہاد نہیں چاہیئے۔ کرامت، پیشگوئی، تصوف بعض کے لئے دولت اور بعض کے لئے حجاب ہیں۔ حبیب کے اندر حبیب لگوائیے۔ آج کا کام کل پر نہ چھوڑیئے۔ تقدیر فی عنقہٖ پر ایمان رکھیں۔ دین میں تعب چند روز رہتی ہے پھر آسانی ہو جاتی ہے، ان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا ثابت ہے۔

طبیب اگر خود بد پرہیز ہے وہ علاج دوسروں کا کرتا ہے اور بد عمل پیر سے مستفید ہوتے رہو۔ اس لئے صلوا خلف فاجر او فاسق۔ پیر اگر زندہ نہیں تو اس کی تصانیف کا مطالعہ جاری رہے۔ میانہ روی ہو۔ نہ تو موم بنو اور نہ سنگ خارا۔ نہ تو لوگ تمہیں دباتے رہیں اور نہ ہی تمہارے ستانے سے چلا اٹھیں بے روزگاری کے لئے یا باسط ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کرو۔ نہ زیادہ میٹھے اور نرم بنو اور نہ کڑوے اور سخت۔ ہدیہ میں سے کھاتا باعث برکت ہے، نور ہے۔ کیوں کہ وہ اخلاص سے دیا گیا ہے۔ طریقوں اور وسیلوں کو مقاصد نہ سمجھ لیا جائے۔ جنتاں جنت دنیوی اور جنت آخروی اگرچہ وہ بھی زمین پر ہی ہو گی۔

دنیا دار تشویش میں رہتے ہیں اور اصحاب تقوٰی اور قانع کے دریا میں پانی وافر رہتا ہے، اس کی کشتی رواں رہتی ہے۔ جودی تو موجود ہے مگر نوحؑ کی ضرورت ہے۔ ہر عہد میں نوح بھی اور کشتی اور طوفان بھی موجود رہتا۔

ہے، یہی قانون فطرت جاری ہے اور جاری رہے گا۔ پوچھا نماز سے کیا ملا کہ
نماز ملی نماز کی توفیق ملی۔ ولی کون ہے؟ جواب کل مسلمان اولیاء اللہ
ہیں اللہ ولی الذین آمنوا۔ وسوسے باہر سے آتے ہیں اور عقائد دل میں
پیدا ہوتے ہیں۔ آئینہ پر مکھی بیٹھے تو اندر نظر آتی ہے مگر ہوتی باہر ہے۔
خیالی ایذا جس کا علاج خیال ہی سے ہوتا ہے، خیال کے بدل دینے سے بڑی
تکلیف سے نجات مل جاتی ہے۔ بس خیال کیا کرو کہ وسوسے قلب سے باہر
ہی ہیں، دل میں محض عکس ہے۔ تجدی کے ساتھ اگر وجدی بھی ہو۔ تب تو
کیا اچھا ہوتا۔ استغفار اللّٰھم اغفرلی وارحمنی کہہ لیا کرو۔ تحقیق و تدقیق
ہی میں نہ رہا کرو، ایسا نہ ہو کہ عمل سے خالی ہاتھ رہ جائیں۔ کیا موکل مسخر ہو
سکتے ہیں؟ جواب ملا کہ کیا خدا بننا چاہتے ہو یا خدا کا بندہ؟ انجام بخیر
ہوا تو حالت معتبر ہوگی۔ رخصت پر عمل کرنا چاہیئے کیوں کہ میں ایک فقیر
ہوں، حقیر ہوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایک غیر مقلد کا خط آیا ہے
اس نزع سے غافل رہے کہ کہیں شیطانی ان میں آگیا لوگ جو فقیر کو برا بھلا
کہیں گے اس سے ان کے عمل سے تجھے بھی حصہ ملتا رہے گا۔

جو چیز قرون اولیٰ میں دین نہ تھی اب بھی نہیں ہو سکتی۔ اقتدا یہ ہے
کہ کتاب و سنت کی دلیل کے ساتھ عمل ہو۔ تقلید یہ ہے کہ بغیر حجت کے
کسی کے قول کو مان لینا۔ مصافحہ، معانقہ عید وغیرہ پر مقرر کر لینا بدعت ہے۔
قبر پر چراغ اور پھول وغیرہ فضول ہے، اس کے ایمان سے قبر روشن
رہے گی۔ محمد کہتے پر اپنی انگلی یا انگوٹھا وغیرہ چوم لینا کیا مطلب؟ محمد
کہنے والے کے لب و زبان چومنا چاہیئے۔ صلوٰۃ قبل اذان سے کیا صحابہؓ
بے خبر ہی رہے؟ خیر القرون کا تعامل شرعی حجت ہے۔ س

کارہا با خلق سازی جملہ راست　　　　با خدا تدبیر و حیلہ کے رواست

ذکر بالجہر مسجد میں فرض کے بعد بدعت ہے، جو کہ جھگڑا پیدا کرنے کے لئے کھڑی کی گئی ہے۔ یسر محمود ہے عسر مذموم۔ صعب کا نام حضرتؒ نے سہل رکھ دیا۔ مولانا الیاسؒ اہنسا سے متاثر ہوئے اور مولانا مودودی ہٹلر سے

فرشتۂ رافت و رحمت

ہر انسان کے اندر ہی موجود ہے۔ انسان خود ہی ہدایت ہے خود ہی ضلالت' صرف کیفیت بدل جانے کا نام نفس ملکوتی یا مطمئنہ اور لوامہ اور امارہ یا بہیمیہ ہے۔ اور شیطان یا نفس امارہ ایک ہی چیز کا نام ہے۔ یہ انسانی کیفیت ہے۔ کونپل، پتے، پھول، پھل سب بیج کے اندر ہی پنہاں رہتے ہیں۔ اور اسی طرح کیفیات بالا بھی انسانی قلوب میں مضمر رہتی ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ وما ابری نفسی ان النفس الامارۃ بالسوء۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میرا نفس مسلمان ہو گیا۔

کھانا وغیرہ آئے تو زیادہ موشگافی نہ کریں کہ کہاں سے آیا ہے اور کیوں کر آیا؟ تعمق اور موشگافی شیوۂ بنی اسرائیل ہے۔ یہ نزع شیطانی ہے فلا تنتکوا انفسکم۔ نہ متانت زاہدانہ چاہیئے نہ رنگینی رندانہ۔ سادہ اور سیدھی زندگی دنیاداروں کی بسر کرنا چاہیے۔ خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا۔ احسن عمل سنت کے موافق اور برائے اخلاص ہو اور معتدل ہو، نہ افراط نہ تفریط عمل وسطا ہو۔

تصوّف اور جماعت الیاسی

جماعت میں تصوف اور رہبانیت غالب اور موجود رہتی ہے اور شریعت کی چاشنی دی گئی ہے۔ ان حضرات کو اپنے نبی اکرمؐ اور صحابہ کرام خیر القرون میں تصوّف ہی نظر آیا اور محض زہد و تقشف کا پہلو سند میں امت کے پیش کیا، جس طرح غیر مسلموں کی نظر میں نبی کریم اور مسلم جنگجو ہی نظر آیا نعوذ باللہ ہلاکو خاں یا امیر تیمور یا ہٹلر، سکندر مقدونی، نپولین وغیرہ کسی قوم کو مقدس بھگوت گیتا کے حامل کرشن جی اور گوپیاں اور عیاش انسان کی تصویر ہی سامنے آئی العیاذ باللہ کسی کو سونڈ، کسی کو ٹانگوں کے ستون، کسی کو کانوں کے چھاج ہی ہاتھی کے نظر آئے، صوفی کو تصوف کی افیم ترنگ میں ایک ایسا سادھو اسلام کا ڈھانچہ نظر آیا کہ راہب ہی بھنوں نے بنایا۔ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں نبی کریمؐ کے کردار و اخلاق کی صحیح اور معتدل ہیئت دنیا کے سامنے رکھی جو کہ افراط و تفریط سے بالکل پاک ہے، ایک مکمل انسان سامنے لایا گیا ہے، نہایت احتیاط سے توسط اور عدل کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ اس سے بہتر سیرت النبیؐ کوئی نہیں لکھی گئی، اس کا خلاصہ اردو ترجمہ "اسوۂ حسنہ" ہے۔ ورنہ رہبانیت ہی کی اکثر تعلیم دکھائی گئی ہے۔ داراشکوہ نے اپنی تصنیف میں اسلام کی تعلیم جوگیا پن دکھائی، اس کا زہر پھیلنے لگا، خدا بھلا کرے اورنگ زیب کا کہ وہ اس زہر کا تریاق ثابت ہوئے اَللّٰھُمَّ اغفر وارحمہ اس نے شریعت کی ترویج کی اور خود اس پر عمل کیا آگے کہیں اس کی تفصیل ملے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

نماز قادری

مصنفہ شیخ عبد القادرؒ

چو نماز شام ہر کس بہ نہد چراغ و خوانے
منم و خیال یارے، غم و نوحہ و فغانے
چہ وضو ز اشک سازم بود آتش نمازم
درِ مسجدم بسوزد چو در و رسد اذانے
عجبے نمازِ مستاں تو بگو درست ہست آں
کہ نہ داند او زمانے نہ شناسد او مکانے
عجبا دو رکعت است ایں عجبا چہارم است ایں
عجبا چہ سورہ خواندم چو نہ داشتم زبانے
درِ حق چگونہ کوبم؟ کہ نہ دست ماند نے دل
دل دوست چوں تو بردی بدہ اے خدا امانے
بخدا خبر ندارم چو نماز مے گزارم
کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے

نماز فقیری

یا

صلوٰۃ المعراج

تو وحسن و ناز و آنے من و عشق و داستانے
بخیال تو سپردم ہمہ شورش و فغانے
تو بنازِ دلربائی من وصحن و آشنائی
زفغاں پریدہ دیدم ہمہ لخت آسمانے

به نگاه اشکبارم دل دردمند دارم
بجمال تو سپارم سرحال بے زمانے
من و شغفِ پاکبازی تو و حسن و عشقبازی
تو چه مرأة عزیزی من یوسفِ زمانے
تو قرارِ بے قراراں تو جمال شہر یاراں
تو به اوج آسمانے تو بلند ہر زمانے
به فراق یار چو تم شب و روز سر نگونم
به زمیں سکوں نیابم نه قرار در زمانے
به چنیں تمام خواہم برسد به عرش آہم
به ندائے عرش لشوم قوسین یا کمانے
حقّا که یک فقیرم به نظر کسے نه گیرم
مسلک نه شیخ و پیر مقصد نه پول و نانے

اگر رسی بخطایم بہوش و طعنه مزن
که ہیچ نفسِ بشر خالی از خطا نبود

☆

روزِ حساب جب میرا پیش ہو دفترِ عمل
آپ بھی شرمسار ہو مجھ کو بھی شرمسار کر

☆

نوشته بماند سیه بر سفید
نویسنده را نیست فردا امید

الحمد للہ رب العالمین تمت بالخیر اپریل ۱۹۸۲ء

ضمیمہ الف

حضرت نوح علیہ السلام

کے زمانہ میں نامہ بری کا کام کبوتروں سے لیا گیا ان کو تربیت دی گئی اگر کسی مہم پر جاتے تو ان کو ساتھ رکھتے صورتِ حال پیش آمدہ کے لئے اشارات و علامات یہ مقرر تھے۔ اگر فتح مند ہوتے تو نامہ بر کبوتر کے پر سرخ رنگ دئے جاتے اور اگر صلح ہو جاتی تو زرد رنگ اور اگر شکست ہوتی تو سیاہ رنگ علامتیں تھیں۔

اور

سفید جھلی باریک پر حالات پیش آمدہ تحریر کر کے نامہ بھی پروں کے نیچے ران پر باندھ دیا جاتا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے نامہ بر ہُدہُد کو بنایا جس کا قصہ مفصل قرآن حکیم میں موجود ہے۔

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ

ضمیمہ ب

حقیقت و تاریخ حجر اسود

مشہور ہے کہ یہ حجر مبارک ابتدائے عہد میں جنت سے لاکر کعبۃ اللہ شریفیا اللہ کی دیوار پہ انوار میں نصب کیا گیا تھا لیکن اس کا ثبوت اور سند موجود نہیں ہے۔ اور کتاب و سنت خاموش ہی نہیں بلکہ تردید کرتی ہیں۔ چنانچہ حدیث رسول اللہ صلعم ناطق ہے کہ جنت کی نعمتیں یعنی چیزیں ایسی ہوں گی کہ لا رأت عین ولا سمعت اذن ولا خطر فی قلب بشیر۔ روحانی اور مادی اشیاء میں صرف سوائے نام کے اور کوئی نسبت نہیں ہے اور نہ ہی کسی بھی تاریخ قدیم یا زیادہ سے زیادہ پرانے کسی بھی زبان کے کتبوں سے کوئی روایت سننے میں کبھی نہیں آئی۔

محققین امت مسلمہ کے نزدیک محقق ہے کہ جو چیز دنیا میں غیر معمولی ہوتی ہے اس کی شہرت کا سبب کوئی اہم اور خاص واقعہ ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی خاص مہم سر کرنا ہو تو کوئی جری اور حوصلہ مند شخص آگے بڑھ کر پان کا بیڑا اٹھا کر منہ میں رکھ لیتا اور تلوار ہاتھ میں تھام لینا یہ مطلب ہوتا ہے کہ یہ اہم میں سرانجام دوں گا۔ یا اگر دو پہلوانوں میں مقابلہ ٹھن جائے تو دونوں بھرے مجمع کے روبرو مصافحہ کرکے تاریخ مقابلہ مقرر کر لیتے ہیں۔ پھر بوقت مقابلہ اکھاڑے میں اتر کر ایک دوسرے کو توجہ دلانے کے لئے اپنی اپنی رانوں پر زور سے ہاتھ مارتے ہیں کہ ہوشیار ہو جاؤ حملہ ہونے والا ہے

ایک مختصر تمہید

معلوم رہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ایک مشرک قوم میں پیدا ہوئے

اپنی برادری کو شرک سے منع کیا اور خالص توحید کی دعوت دی اس کے باپ نے اس کی مخالفت سختی سے کی جس کا قصہ مفصل قرآن حکیم میں موجود ہے قصہ کوتاہ اس نے پکا ارادہ کیا کہ میں توحید پر قائم رہوں گا۔ اور اپنی قوم کو بھی یہی دعوت دیتا رہوں گا ہوا یہ کہ اس نے ایک پتھر پر ہاتھ مار کر قوم کے سامنے پختہ یہ عہد مبارک توحید باندھا تھا اور کہ یہ وہی مقدس اور مبارک پتھر ہے جو اس وقت سے چلا آرہا ہے اور دنیا بھر کے حجاج وہی کہنہ ترین اور یادگار سنت ہمیشہ کرۂ ارض کے گوشہ گوشہ سے (من فج عمیق) آکر بیت العتیق میں ادا کرتے چلے آرہے ہیں سلسلہ جاری ہے اور ہمیشہ جاری ہی رہے گا الا ماشاء ربنا رب العالمین۔

یا اللہ العالمین ہم جملہ امت مسلمہ موحدہ کو ادا کرنے کی بار بار توفیق دیتا رہ آمین

معزز قارئین کرام موج فقیر اور فاتحہ خوانان اہل زمان کو اللہ غفور رحیم و رؤف رحیم فردوس بریں میں ہمیشہ بسائے آمین۔ فقیر اور قلم فقیر

مر گئے ہم تو زمانے نے بہت یاد کیا
فاتحہ پڑھ کے ہمیں خلد میں آباد کیا

الحمد للہ و تعالیٰ وحدہٗ آمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجِ فقیر

عبد العلیم بن ابو الحسن فقیر لاہوری

تلمیذ

پروفیسر منظور احسن عباسی

شاگرد

مفتی اعظم حضرت مولانا کفایت اللہ رحمہ اللہ